بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

BKTRC2017/Tra-30

گزیٹئیر کرم ایجنسی

ترجمہ وتبصرہ	انور علی خان اورکزئی
طبع اول	دسمبر2017ء
مطبع	امن پرنٹنگ پریس، پشاور
	باچاخان مرکز گرافکس/ڈیزائن ڈسک
تعداد	500
قیمت	150روپے

خدائی خدمتگار

باچاخان ٹرسٹ ریسرچ سنٹر

باچاخان مرکز، پجگی روڈ پشاور

091-2248594-2246851-3



ترجمہ وتبصرہ

انور علی خان اورکزئی

سوغات

آواز اٹھانے اور قدم بڑھانے والے

ہر اس وجود کے نام

جو فاٹا میں غیر فطری، غیر آئینی اور غیر اخلاقی

انتظام و انصرام کی مخالفت

اور خیبر پختونخوا کے ساتھ فاٹا کے

فطری ادغام

کی حمایت کرتا ہے

انتساب

اپنی شریکِ حیات کے نام

فہرست

باتیں چند

گزیٹئر کو بہت حد تک علاقائی دائرہ المعارف بھی کہا جاسکتا ہے۔ معاشیات، سماجیات، تہذیب و تمدّن، نسلیات سے علاقہ رکھنے کی وجہ سے اکثر گزیٹئر کو قدیم سفر ناموں سے بھی خلط ملط کر دیا جاتا ہے اگرچہ گزیٹئر ایک قسم کا دستاویزاتی، معلوماتی، جائزہ ہے جسے مقبوضہ علاقوں کے انتظام و انتصرام کیلئے ضروری تصور کیا گیا تھا اور اسے نوآبادیاتی سلسلے میں توسیع پسندانہ حکمت عملی کا ایک حصہ ہی سمجھنا چاہیئے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں ہمیں نامور استعماری مدبرین دانشمندوں جیسے سر ولیم ہنٹر، سر ہربرٹ ہوپ، سر ولیم سٹیونسن، سر رچرڈ برن وغیرہ کے نامی نامے ملتے ہیں۔ سر ولم ہنٹر نے 1869 میں اس قسم کے جائزے کو ہندوستان کی سطح پر باقاعدہ صورت دی۔ ان کا یہ جائزہ بہت بعد میں 1881 میں نو جلدوں میں اشاعت پزیر ہوئی بعدازاں 1900 میں علاقائی دائرہ المعارف چھبیس جلدوں میں The Indian Empire: It's people history and products کے عنوان سے شائع ہوئے۔ یہ جائزے ضلع کی بنیاد اور صوبہ جاتی سطح پر کرائے گئے تھے۔ اسمیں شک نہیں یہ علاقائی دائرہ المعارف اب حوالہ جاتی کتابوں کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لیکن یہ بات مد نظر رکھنی چاہیئے کہ استعمار اپنی لمبی ناک کی عزت کہیں بھی مجروح ہونے سے بچانے کیلئے تحریف و تلبیس کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی بہترین مثال سر ونسٹن چرچل کی کتاب ملاکنڈ لیوی فورس میں رعونت بھرا لہجہ اور قبضہ گری کو تہذیب کی جنگ کہنا ہے۔

آج بھی جب سرکاری ذرائع ابلاغ پسماندہ رکھے گئے قبائلیوں اور بلوچوں کی پسماندگیوں اور محرومیوں کی یقین دہانی کرانے کے بعد تعمیراتی کاموں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ونسٹن چرچل بھاری بوٹ رکاب میں ڈالے ہنہناتے ہوئے گھوڑے کی باگ تھامے کہہ رہا ہوں کہ ہم تہذیب کی جنگ لڑ رہے ہیں ان استعماری مدبرین کی بنیادی ذہنیت وہی سفید آدمی

کا بوجھ (Burdon of White Man) کی ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے دوسری مثال ہمارے ہاں سر ولف کیرو کی ہے جو نہ مورخ ہے، نہ محقق ادھر ادھر سے چیزیں لے کر اس پر احمقانہ خامہ فرسائی کے بعد ہمیں باور کراتا ہے کہ افغان اور پشتون الگ الگ ہیں خیر اسکا مسکت جواب دیگر مورخین کے ساتھ عزت مآب ڈاکٹر اشرف غنی بھی چالیس سال پہلے دے چکے ہیں لیکن بد قسمتی سے اولف کیرو کی اُڑائی ہوئی گرد کو اب بھی عطائی درباری مورخین برابر پھونکیں مار مار کر اپنے ہی منہ پر اُڑاتے رہتے ہیں تاکہ ایک کالی لکیر تقسیم کی پختونوں کے ذہنوں میں بھی کھینچی جاسکے۔

بہرحال یہ گزیٹئرز اس بات کا ثبوت ہے کہ انگریز استعمار ہندوستان میں واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا تھا لیکن افغانستان میں ہزیمت سوویت انقلاب، جنگ آزادی کی جدوجہد، دوسری عالمی جنگ پھر لیبر پارٹی کی پارلیمانی جیت کے بعد پالیسی کی تبدیلی سے یہ ممکن نہ رہا کہ ان کا قیام طول پکڑ سکے نتیجے کے طور پر ایک نئے قسم کا نوآبادیاتی نظام وضع کرنے کے بعد سر ویلم ہنٹر، لارڈ میکالے، رڈیارڈ کپلنگ کے ذہنیت کے سر ولف کیرو جیسے جانشینوں کو بوریا بستر باندھنا ہی پڑا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قسم کے تمام گزیٹئرز کو ترجمہ کے ذریعے عام قاری تک بھی پہنچایا جاسکے تاکہ اپنی مقامی تاریخ کے حوالے سے اسے اپنے ماضی سے نا صرف واقفیت ہو سکتے بلکہ استعمار کی اس ذہنیت کو بھی کس حد تک سمجھ سکے جس کا فرانز فینن، ایڈورڈ سعید، پنڈت نہرو، باچا خان، احمد کاکا اور دیگر قومی و مترقی مبارزین پہلے بھی اپنی کتابوں میں تیا پانچا کر چکے ہیں۔

ہمارے نوجوان ساتھی محقق، پشتو اکیڈمی کے پی ایچ ڈی سکالر انور علی خان اورزکزئی قابل ستائش ہے کہ انہوں نے کرم ایجنسی کا یہ علاقائی دائرہ المعارف ترجمے کے ذریعے اردو قارئین سے بھی متعارف کرایا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کے دیگر جائزے بھی شائع کیے

جائیں۔ باچاخان ٹرسٹ ریسرچ سنٹر کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر ہم فاضل مترجم کو مبارکباد دیتے ہوئے توقع رکھتے ہیں کہ مستقبل میں بھی ان کی علمی، تحقیقی کاوشیں اور ریسرچ سنٹر سے ان کا تعاون جاری رہیگا۔

میں اپنے دوستوں حیات روغانی (چیف ایڈیٹر پختون میگزین)، پروفیسر سمیع الدین ارمان (ایڈورڈز کالج پشاور)، انجینئر اعجاز یوسفزئی (ایڈمن باچاخان مرکز پشاور) کا شکریہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مجھے ان کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

والسلام علی من اتبع الھدی

فیصل فاران (ریسرچ ڈائریکٹر باچاخان ٹرسٹ ریسرچ سنٹر)

باچاخان مرکز پشاور۔

کُرم گزیٹئر ایک جائزہ

پختون علاقہ/ملک زمانہ قدیم سے اس لحاظ سے اہمیت کا حامل رہا ہے کہ اس کا اکثر حصہ سلطنتوں کی سرحد پر رہا۔ دنیا کے اکثر قبائلی اکائیوں کی طرح سلطنتوں کی سرحدوں پر رہنے والے لوگوں کے ساتھ مادی وسائل اکثر بہت کم ہوتے ہیں۔ جو اکائیاں مخالف قوتوں کی سرحد پر نہ ہو وہ تو اور ذرائع آمدن دریافت کر لیتے ہیں مگر مخالف قوتوں کے درمیان رہنے والے لوگ اکثر کسی ایک طرف کا حصہ بن کر کرائے کے سپاہی کا کردار ادا کرتے ہیں۔ پختونوں کی تاریخ بھی اس سے مبّرا نہیں ۔یہ ان کی بقاء کا سوال بھی ہوسکتا ہے۔

پختونوں کا المیہ باقی قبائلی اکائیوں سے مختلف اس طرح ہے کہ زمانہ قدیم سے جتنے بھی طاقتیں لڑتی ائی ہیں، انھوں نے کسی نہ کسی طرح اس علاقے کو میدان جنگ بنایا ہے۔ اس قوم کا مزید المیہ یہ ہے کہ تہذیبی مراکز سے دوری کی وجہ سے کتاب وقلم سے کبھی تعلق نہ بنا۔ اگر کبھی کبھار ایک ادھ شخصیت اس طرح پیدا بھی ہوا تو ان کی تحریریں زمانے کے بہتے دریا کے موجوں کی نذر ہو گئی او محفوظ نہ رہیں۔

ایک طبقہ کے محققین یا نقادان اکثر کہتے نظر اتے ہیں کہ اس قوم کے حوالے سے جو کچھ انگریز نے لکھا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں سب سے زیادہ انگریزوں نے ہی پختون قوم کے بارے میں لکھا اور اب تک جتنا کام بھی ہوا ہے اُس میں سب سے زیادہ حصہ انگریزوں کا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پختون لکھنے والے آج بھی بہت کم

ہیں۔تاہم ہمیں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیئے کہ استعماری قوتوں کے نمائندے جب کسی اور قوم کے بارے میں لکھتے ہیں تو نہ صرف ان کے دیکھنے کا انداز مختلف ہوتا ہے بلکہ ان کو اپنے استعماری مقاصد کی تکمیل کی بھی فکر ہوتی ہے۔

انگریز نے جب پختون علاقے میں اپنے اثر ورسوخ پھیلانے کی منصوبہ بندی کی تو اُس وقت زار روس وسط ایشیاء کو اپنے زیر اثر لا رہے تھے۔انگریز نے لوگوں کو جاننے او جانچنے کے لئے اپنے نمائندے بھیجے جنہوں نے پورے پورے علاقے کے بارے میں تفصیل سے جاننے کے بعد کتابیں لکھ ڈالیں۔شروع کے دور کی کتابوں اور پورٹس میں سچائی کو بہت اچھی طرح پیش کیا ہے کیونکہ اُس دور میں برطانوی استعمار کو مزید پھیلاؤ کے لئے صحیح معلومات چاہیئے تھیں، تاہم 1858 عیسوی کے بعد صحیح حالات میں جھوٹ کی آمیزش اس حد تک کی جاتی رہی جتنی لندن میں بیٹھے ہوئے پالیسی سازوں پر اثر انداز ہونے کے لئے ضروری تھی۔تاہم اُس دور میں کچھ ایسا بھی لکھا گیا جس میں ارادتاً کسی جھوٹ کی آمیزش نہیں کی گئی، جیسے، جیمز سیٹلمنٹ رپورٹ۔

معاشرتی علوم کا المیہ یہ رہا ہے کہ صاحب اقتدار طبقوں نے ہمیشہ اس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔حکومتی ایوانوں میں رہنے والے اشرافیہ کے علاوہ ، مذہبی طبقہ اور جاگیردار طبقہ بھی اس کو اپنے ڈھب میں ڈالنے کی کوشش کرتا آیا ہے۔

موجودہ دور میں پختون قوم پر تحقیق کرنے والوں کے لئے مواد انگریز حکمران طبقے کی لکھی ہوئی دستاویزات ہیں اور ایک لمبے عرصے تک محققین کی صرف اسی تک رسائی رہی۔تاہم تاریخ کے رجحانات میں تبدیلی کا ایک اثر یہ ہوا کہ کثیر الاصناف تحقیق کی بنیاد پڑی۔اب محققین ایک لگے بندھے دائرے سے نکل کر ہر صنف کو دیکھتے ہیں اور تاریخ میں خصوصی طور پر اب نہ صرف تحقیقی مواد سے مدد لی جاتی ہے بلکہ ادبی، معاشرتی، عمرانی، آثار قدیمہ اور مذہبی علوم کے حوالے سے لکھے ہوئے مواد سے بھی صرف نظر نہیں کی جاتی۔

زیر نظر مسودہ کُرم ایجنسی کا گزیٹیئر ہے۔جس کا ترجمہ محمد انور علی خان کی کاوش ہے۔ترجمے کا

مقصد صرف یہ ہے کہ اس ملک کا ایک کم طبقہ ہی انگریزی زبان کو سمجھتا ہے۔اکثریت اردو لکھ اور پڑھ سکتی ہے۔قارئین کو نہ صرف سہولت ہوگی بلکہ جن لوگوں کی پختون قوم اور علاقے تک رسائی حاصل ہے وہ یہ بھی جان پائیں گے کہ انگریز حکمران نے جو لکھا ہے وہ کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے۔مزید یہ کہ پچھلی ایک صدی کے دوران معاشی ،معاشرتی ،سیاسی اور انتظامی معاملات میں مثبت تبدیلی ائی ہے یا منفی؟ مزید یہ کہ فاٹا کے حوالے سے ریاستی اداروں کا رویہ تبدیل ہوگیا ہے یا ابھی تک وہی ہے؟

جہاں تک میرا اندازہ ہے، مترجم نے اپنی طرف سے ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔تاہم انسانی کمزوری کی بناء اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو وہ قابل معافی ہے۔

ڈاکٹر الطاف قادر
شعبہ تاریخ
جامعہ پشاور خیبر پختونخواہ

پیش لفظ

تاریخ گزشتہ اوقات کے واقعات کا ایک آئینہ ہوتا ہے۔جس میں اس قوم کے تہذیب وثقافت، عقائد، سیاست، فتوحات اور حکومتوں کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔تاریخ کے اس آئینے میں ایک واضح عکس دیکھنے کے لئے ہم دوقسم کی دلائل کا سہارا لیتے ہیں۔جس میں ایک تو آثار اوران کی کھدائی سے ملنے والے سکّے، اوزار، زیور اور برتن وغیرہ ہیں، اور دوسری لکھے ہوئے مواد یا کتابیں ہیں۔لکھے ہوئے مواد میں گزیٹئر کو بہت آہمیت حاصل ہے۔

گزیٹئر ایک یونانی لفظ ہے جو ''Gaza'' سے نکلا ہے اوراس کی معنی ہے ''خبروں کا خزانہ''۔آکسفورڈ انگلش ڈکشنری گزیٹئر کی معنی جغرافیائی یاڈکشنری کی معنی کے طور پر کرتی ہے۔لیکن اگر ہم گزیٹئر کی اصطلاحی معنی کریں تو یہ ایک ایسی جغرافیائی لغت یا ڈائریکٹری ہوتی ہے جس کے ساتھ نقشے بھی دیئے ہوتے ہیں۔اس میں اُس ملک کے جغرافیائی حالات، طبعی خواص اور معاشرتی شماریات بھی ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ اُس مخصوص جگہ کے پہاڑوں، دریاؤں، سڑکوں، آبادی اور وہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش بودوباش، تہذیب وثقافت اور قبائلی ساخت کے متعلق معلومات بھی ہوتے ہیں۔

اگر ہم بین الاقوامی سطح پر گزیٹئر کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو بیسویں صدی کا مورخ ''W.W.Tran'' سکندر اعظم کی سلطنت کے صوبوں کی فہرست اور تفصیل جو 324ق۔م اور 323 ق۔م کے درمیان لکھی گئی دستاویز قدیم تر گزیٹئر گردانا جاتا ہے۔

چین نے پہلی صدی عیسوی میں گزیٹئر نکالا تھا۔لیکن جب سے کتابوں کی چھپائی کا دور شروع ہوا ہے تو نویں صدی عیسوی میں بائیزینٹیم کے جغرافیائی ماہر سٹیفنس (Stephanus) کے جغرافیائی لغت کو پہلا گزیٹئر سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان جیسے روایتی ملک میں گزیٹئر کا کام بہت منظّم طریقے سے شروع ہوا تھا۔اس قسم کے تحریروں کی مثالیں زیادہ ہیں۔گزیٹئر کا ادب ہندوستان میں سیاحوں کے ان سے شروع ہوتا ہے۔

جن میں میگاسیتھنز، فاہیان، ہیون سانگ اورالبیرونی کے نام قابل ذکر ہیں۔ کاٹیلیا (Kautilya) کے ارتھ شاسترا ''Arshasthra'' ہندوستان کے مورین دور کے شماریاتی معلومات دیتا ہے۔تاہم ان میں سے ہم کسی کو بھی صحیح معنوں میں گزیٹئر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ابوالفضل کا آئین اکبری گزیٹئر کے قریب قریب ہے۔جدید معنوں میں گزیٹئر کا ادب یورپ میں نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کے بعد شروع ہوتا ہے۔ہندوستان میں بھی جب برطانوی راج شروع ہوا تو یہاں پر اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے انگریز نے دفاعی محصولاتی اور شماریاتی سروے کئے۔ ہر ضلع اور ہر ایجنسی کا گزیٹیئر لکھا گیا۔ ہندوستان میں پہلا گزیٹیئر ایسٹ انڈیا گزیٹیئر کے نام سے 1815 عیسوی میں لکھا گیا اوراس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔

انگریزوں نے نہ صرف گزیٹیئر لکھے بلکہ مقامی لوگوں کے خلاف انگریزوں نے جتنی بھی جنگیں لڑی تھیں اُن سب حملوں اور جنگوں کا ریکارڈ بھی محفوظ کیا اور سرکاری طور پر چھاپ بھی لیا۔اس کے علاوہ اُنھوں نے یہاں آثاریاتی سروے بھی کئے اور اپنے رپورٹس چھاپ لئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ گزیٹیئر اور یہ رپورٹس ایک غیر قوم نے لکھے ہیں لیکن پھر بھی اُس وقت کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ایک قوم کی زندگی میں تاریخ ازخود بہت زیادہ آہمیت رکھتی ہے۔تاریخ ایک قوم کے لئے اُتنی ہی آہمیت رکھتی ہے جتنا ایک انسان کے لئے اُس کا حافظہ۔اسی طرح تاریخ ایک قوم کی ثقافتی اور روایتی اقدار کو بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھتا ہے۔اس لحاظ سے گزیٹیئر کسی قوم کی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور آزادی حاصل کرنے کے بعد یہ گزیٹیئر ہمارے لئے اور بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ٹھوس تحریری ثبوت ہے۔جس میں کم ازکم اُس دور کے جغرافیائی، طبعی، قبیلوی اور انتظامی اعداد وشمار کا پتہ چلتا ہے۔پس جب بھی اُس خطے کی تاریخ لکھی یا پڑھی جاتی ہے تو انگریز دور کے اُن گزیٹیئرز کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔لیکن مشکل یہ آن پڑتی ہے کہ اس کے زبان کو سمجھنا مشکل ہے کیونکہ یہ انگریزوں نے خود لکھے ہیں۔ اس لئے نہایت شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ان گزیٹیئرز کا قومی و مادری زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تا کہ عام قاری ان سے استفادہ کرسکے۔انورعلی خان نے اپنے علاقے یعنی کُرم ایجنسی کا گزیٹیئر ترجمہ کرکے اپنے حصے کا کام کردیا ہے۔انورعلی خان

اورکزئی کا یہ کام انتہائی قابل ستائش ہے۔ان کا یہ ترجمہ نہ صرف مقامی طور پر بلکہ قومی اور بین الاقوامی طور پر بھی نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

کسی ادبی فن پارے کا ترجمہ کرنا مشکل نہیں ہے لیکن اتنا اسان بھی نہیں ہے۔اس کے لئے دونوں زبانوں پر مکمل عبور رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے۔ اُن زبانوں کے روزمرہ اور محاورہ کو سمجھنا ہوتا ہے۔ اور میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ انور علی خان کا ’’Lingual I.Q‘‘ زیادہ ہے۔کیونکہ اُس کو زیادہ زبانیں آتی ہیں۔لیکن جہاں تک مجھے پتہ ہے اور جہاں تک میں نے اُس کی تحریریں پڑھی ہیں، یہ انگریزی زبان کو پوری طرح سمجھتا ہے۔ میں نے پہلے کرم ایجنسی کا انگریزی گزیٹیئر پڑھا اور پھر اُس کا اُردو ترجمہ، تو میں اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ ترجمہ جتنا ’precise‘ اور جتنا ’Accurate‘ اُس نے کیا ہے شاید ہی کوئی اور کر سکے۔ انور علی خان کی اس کاوش کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کیونکہ یہ نہ صرف اُس کی تاریخ اور اپنے خطے کے ساتھ محبت دکھاتی ہے بلکہ ایک پختون کی حیثیت سے اپنی قومی زبان سے منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔اور میں پورے وثوق سے کہتی ہوں کہ اس کا یہ ترجمہ نہ صرف عام قاری کے لئے بلکہ تاریخ لکھنے والوں اور محققین کے لئے بھی بہت زیادہ سود مند ثابت ہوگا۔

میں انور علی خان اورکزئی کو اتنے اہم نوعیت کے کام پر مبارک باد دیتی ہوں اور اللہ جل شانہ سے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلم میں اور بھی برکت ڈالیں تا کہ یہ اپنی قوم، اپنے خطے اور اپنے ملک کا اور بھی جانفشانی سے خدمت کریں۔آمین ثم آمین۔یارب العالمین۔

ڈاکٹر بشریٰ خاتون
جونیئر ریسرچ آفیسر
پشتو اکیڈمی یونیورسٹی آف پشاور

مقدمہ

انگریزوں کی آمد سے بہت پہلے پوری دنیا میں ہندوستان اپنی دولت اور خوشحالی کے لیے مشہور تھا اور یہی وجہ تھی کہ یونانیوں، عربوں، تاتاریوں اور انگریزوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس خطے کو لوٹا. ہندوستان میں ۱۷۷۳ء میں ایک ہزار اقسام کے سکے کم و بیش تمام ملک میں رائج تھے. شہنشاہ اکبر کے زمانے میں مہرشاہی یعنی سونے کی اشرفی ۱۰۲ تولے سونے، دوسری اشرفی ۹۰ تولے سونے، تیسری اشرفی ۵۰ تولے سونے، چوتھی اشرفی ۲۵ تولے سونے، پانچویں اشرفی ۲۰ تولے سونے او چھٹی اشرفی ۳۰ تولے سونے کی ہوا کرتی تھیں اورنگزیب عالمگیر نے ایک بار سلطنت کے خزانوں کے جانچ پڑتال کا حکم دیا، آدھے سال تک کئی ہزار نفوس چاندی کے سکے تولتے رہے، معلوم ہوا اشرفیاں اور جواہرات ابھی باقی ہیں. چناچہ اس مہم کو بند کر دیا گیا. علامہ مقریزی کے مطابق شاہ محمد تغلق کے زمانے میں وہ دو لاکھ جوڑے اور دس ہزار گھوڑے فوج کے علاوہ رعایا میں سالانہ تقسیم کرتے تھے. روزانہ بیس ہزار افراد شاہی مہمان خانے میں دو وقت کا کھانا کھاتے تھے. دہلی شہر میں عام رعایا کے لیے ۷۰ شفاخانے تھے، مسافروں کے لیے ۲۰۰۰ مسافرخانے تھے. ایک ہزار مدارس یہاں آباد تھے. میجر باسو کے مطابق رعایا کی خوشحالی اور سرمایہ داری کے اعتبار سے مسلمانوں کا دورِ حکومت سونے کی حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے. ایک اور جگہ وہ لکھتا ہے کہ بنگال کے جگت سیٹھوں کا کاروبار "بینک آف انگلینڈ" سے بڑھ کر تھا جو انگلستان کا سب سے قدیم اور بڑا بینک تھا. الیگزنڈر ہیملٹن کے مطابق سورت شہر کے تاجر عبدالغفور کا سرمایہ "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے برابر تھا. ایک چینی سیاح فاہان کے مطابق "یہاں کی رعایا نہایت خوشحال او فارغ البال ہیں. انہیں کسی قسم کا مالیہ ادا نہیں کرنا پڑتا". سونے کی چڑیا لقب پانے سے بھی پہلے ہندوستان کو "جنت نشان" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا. ہسٹری آف انڈیا جلد نمبر تین میں ہندوستانی خطے کی قیمتوں کا اندراج سر ہنری ایلیٹ نے کچھ اس طرح رقم کی ہے. گندم فی من ۹۰ آنے، چاول فی من ۹۰ آنے، چنا فی من ۳۰ آنے اور شکر

فی من ۳۰ آنے میں. اس طرح گوشت اور تمام خورد ونوش کی اشیاء نہایت کم قیمت اور وافر مقدار میں فراہم تھیں. ابن بطوطہ اپنے سفر نامے میں بنگال کے متعلق لکھتا ہے کہ مہنگائی کے زمانے میں یہاں ایک روپے میں تین من چاول فروخت ہوتا ہے' روئی کا کپڑا ایک روپے میں تیس گز بکتا ہے. تھامس کوریٹ (۱۵۷۷_۱۶۱۷ء) جو الیزبتھئین دور کا لکھاری ہے وہ ۱۶۱۲ء میں انگلستان آیا تھا. وہ لکھتا ہے کہ یہاں ایک آدمی نہایت عیاشی سے ایک آنے میں ایک دن گزار سکتا ہے۔

انگریزوں کے آمد سے پہلے یہ خطہ صنعت و حرفت میں بھی اپنی ثانی نہیں رکھتا تھا. بوچانین کے مطابق "جامہ بافی کے صنعت و حرفت کا ہندوسان میں اس قدر رواج اور عروج تھا کہ زراعت کی مانند اس کو بھی عام ملکی پیشہ قرار دینا بے جا نہ ہوگا. کروڑوں بندگانِ خدا کا یہی روزگار تھا. ادنی سے لے کر اعلی سے اعلی قسم کی روئی' ریشم' اطلس' کم خواب' چکن اور چھینٹ یہاں پر بکثرت تیار ہوتا تھا اور نفاست و خوبی میں ضرب المثل اور زبان زد عام تھا. مقامی استعمال کے ساتھ ساتھ دور دور تک اور ممالک میں بھی جاتا تھا .

یہ بات شاید پڑھنے والوں کے لیے تعجب کی ہو لیکن ہندوستان میں بحری جہاز سازی او جہازرانی کا پیشہ بھی انگلستان سے کئی عرصہ پہلے مسلّم تھا. پروفیسر ولسن کے مطابق لوہا ڈھالنے کی صنعت انگلستان میں چند ہی سالوں سے ہے لیکن ہندوستانی لوہا ڈھالنے او فولاد بنانے کا کام نامعلوم زمانے سے جانتے ہیں. اٹھارویں صدی عیسویں مین کلکتہ کے بندرگاہ میں دس ہزار ٹن کے جہاز موجود تھے جو کہ مقامی طور پر ہی بنتے تھے. انگریز مورخ ٹیلر کا بیان ہے کہ ہندوستان کا مال لے کر جب ہندوستانی جہاز لندن کے بندرگاہ پر اترنے لگے تو انہیں دیکھ کر وہاں سنسنی پھیل گئی' گویا کہ دریائے ٹیمز میں کسی دشمن کا جنگی بیڑہ گھس آیا ہے !

انگریز کی آمد سے پہلے اس خطے کی تعلیمی صورتحال کیا تھی؟ یہاں ابتدائی تعلیم ہی نہیں بلکہ اعلی تعلیم بھی مفت تھی. بنگال میں پورے صوبے کا چوتھائی حصہ صرف اسی کے لیے وقف تھا. معروف مورخ علامہ المقریزی نے "کتاب الخطط "میں لکھا ہے کہ چودہویں صدی

عیسوی میں محمد تغلق کے زمانے میں صرف دہلی کے شہر میں ایک ہزار مدارس آباد تھے. الیگزنڈر ہیملٹن نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ صرف ٹھٹہ شہر میں علوم وفنون کے چارسو کالجز آباد تھے. مکس ملر(۱۸۲۳_۱۹۰۰ء) کے مطابق انگریزوں کے عملداری سے قبل بنگال میں اسی ہزار مدارس اباد تھے. ہرچار سو لوگوں کے لیے ایک مدرسہ تھا. جیمز گرانٹ نے لکھا ہے کہ دہلی کے مرکزی حکومت کے ٹوٹ جانے کے بعد بھی قریبی اضلاع روہیل کنڈ میں پانچ ہزار علماء مختلف علوم وفنون کا درس دیتے تھے اور حافظ رحمت خاں کے ریاست سے تنخواہ پاتے تھے. یاد رہے کہ ان مدارس کی نصاب میں عصری اور دینی علوم کی تقسیم کا کوئی تصور ہی نہیں تھا. کیپٹن الیگزنڈر ہیملٹن نے لکھا ہے کہ ٹھٹہ میں اگرچہ ریاست کا مُسلّمہ مذہب اسلام ہے لیکن یہاں اگر تعداد میں دس ہندو ہیں تو صرف ایک مسلمان ہے. مذہبی رواداری یہاں پوری طرح اپنی رونق پر ہے. سورت شہر کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں سو مختلف مذہب کے لوگ آباد ہیں لیکن ان میں کبھی بھی مذہبی بنیادوں پر سخت جھگڑے نہیں ہوئے. اعتقاد و پرستش کے معاملات میں ہر ایک کو پوری آزادی حاصل ہے۔اختلافِ مذہب کے بنیاد پر ایک دوسرے کو نقصان یا آزار پہنچانا بالکل مفقود ہے!!

اس قدر تفصیلی تمہید باندھنے کا مقصد مذکورہ کتاب کی تھیوریٹکل فریم ورک کو مزید واضح کرنا ہے' نوآبادیاتی دور کے سیاسی' معاشی' جغرافیائی اور مذہبی ہتکنڈوں کو پسِ نوآبادیاتی فکر میں دیکھنے کی جسارت ہے. اس کتاب میں فاضل محقق نے میجر جنرل روبرٹس کی وہ تقریر جو اس نے ۲۶ دسمبر ۱۸۷۸ء میں کرم کے طوری او جاجی مشران کے سامنے کیا تھا کا متن ترجمہ کیا ہے. یہ خطاب مابعد جدیدیت تک کیے گیے علمی اور فکری سفر کی روشنی سے ماحصل تھیوریز کے مطابق اس دور کے مقتدر طبقے کی تمام نفسیات کو اشکارہ کرتی ہیں. اس خطاب سے میں کچھ جملے یہاں نقل کر کے اس کا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں.

۱". . جب سے انگریز فوج وادی کرم میں آئی ہے 'آپ میں سے کئی لوگوں نے ان خدمات کے بدلے مراعات حاصل کئے ہیں جو آپ لوگوں نے انگریز فوج کے لیے کی ہیں"

۲". . آپ لوگ اپنی مردانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے گھروں اور جائداد کو اپنے

ہمسایہ قبیلوں سے جو کہ کم تہذیب یافتہ ہیں' ان سے محفوظ رکھیں گے "

۳". . جب کوئی ملا مذہب کو چھوڑ کر سیاست شروع کریں اور حکمران طاقت کی مخالفت کریں تو سرکار ضرور سیاسی طور پر مداخلت کر کے جاہل لوگوں کو غلط راستے سے منع کرے گا. پس ایک ملا جو کہ ایک ملک بھی تھا اب جیل کے اندر ہے' ایک دوسرا ملا جو کہ انگریز سرکار کو نقصان پہنچانے کے لیے بدنام تھا' جب اس کو انگریز سرکار کی تابعداری کا کہا گیا تو وہ نہ مانا اور علاقہ چھوڑ کر بھاگ گیا' لہٰذا اس کے مکان کو اس لیے نذرِ آتش کیا گیا کہ دیگر لوگ سبق حاصل کریں"

ان اقتباسات کی معمولی انتقاد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مقتدر طبقہ رعایا میں طبقاتی تقسیم پہلے ہی دن سے روا رکھتی ہے ! اور اس گزیٹئر میں طوری قبائل کی جانب سے انگریزوں کو اس خطے کی حکومت سنبھالنے کی اپیل درج ہے ! اس بنیاد پر انگریز اپنی یہاں آمد کو قانونی جواز سے بڑھ کر اپنا رویہ احسان جتانے کی حد تک لے جاتے نظر آرہے ہیں ! یہ بات یقیناً تاریخیت رکھتی ہوگی کہ ان قبائل نے انگریزوں کو اپیل کی تھی کہ ان پر حکومت کریں اور وہ درانی لوگوں کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے ہیں لیکن انگریز اتنے مکار اور چالاک تھے کہ ان پر بجا طور پر یہ شک کیا جاسکتا ہے کہ اپیل کرنے پر انہوں نے ہی ان قبائل کو بالواسطہ اکسایا ہوں ! کیوں کہ اس طرح ان کی کئی ایک مقاصد حاصل ہو سکتے تھے' اپنی سلطنت کی پیش قدمی' روس کی عمل درآمد سے مقابلہ' تقسیم کرو اور حکومت کرو' پختونوں کو مذہب' طبقاتی تقسیم اور مذہبی طور پر کئی دائروں میں تقسیم کر کے ان پر حکومت کرنا اور ان جیسے کئی ایک اور مقاصد بھی حاصل ہوئے ! اس لئے اس مسئلے کو پسِ نوآبادیاتی فکر کی امداد سے مبرہن کرنے کی ضرورت ہے !

دوسرا ان اقتباسات میں "ملا" کو ایک ایسے سٹیک ہولڈر کی حیثیت حاصل ہے جس سے انگریز سرکار کو خوب ڈر ہے ! یہی بین السطور حقیقت ہے . اور اسی لیے ہی انگریز سرکار نے اسی سٹیک ہولڈر پر سب سے زیادہ فکری' نصابی' سیاسی اور معاشی سرمایہ کاری کی اور اس کی کامیاب نتائج کی وجہ سے آج بھی عالمی مقتدر طبقہ اپنی ماتحت عوام کو قابو کرنے

کے لیے اسی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں .

پان اسلامزم کی مثال ہمارے سامنے ہیں' "ایسٹرن کویسچن" کو ایڈرس کرنے کی ضمن میں سلطنتِ روس کو جواب دینے کے لیے سلطنتِ عثمانیہ کی امداد کے آڑ میں پالمرسن اور ڈرمنڈ وولف نے سید جمال الدین افغانی جیسے نابغہ کو استعمال کرنے کی کامیاب کوششیں کیں. سر محمد اقبال اور عنایت اللہ مشرقی جیسے لوگ فرنگیوں کی مکاری کو نہ سمجھ سکے ! شیخ عبدہ نے تو بینک کے سود تک کو جواز کا فتوی دے کر سرمایہ دارانہ نظام کو شہ دیا اور اس کو بڑی اجتہاد سمجھ بیٹھا !

ان اقتباسات میں مقتدر طبقہ کے یکساں نفسیات کا بھی پتہ چلتا ہے ! اپنے اقتدار کی خاطر وہ کس حد تک جاسکتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک فردِ مخالف علاقہ اور گھر بار بھی چھوڑ دیں تب بھی ان کو اس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک اس پر کوئی تشدُد نہ کیا جائے !

فاضل مترجم و محقق انور علی خان اورکزئی نے کئی سو سالوں پرانی تاریخ کو یاد دلا کر اس مٹی کے اولاد کو ہوش کے ناخن لینے کے لیے متعدَد علمی دلائل اور حقائق پیش کئے ہیں کہ کس طرح ہمارے خطے کو پرائے لوگ اپنی مقاصد کے لیے میدان جنگ بناتے رہے ہیں ! اور کتنے عرصے سے پرائے مقاصد کی خاطر ہم ہی استعمال ہو رہے ہیں اور ہماری جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے !

تمام تر تباہ و برباد صورتحال کی ذمہ دار عناصر میں انہوں نے جو تشخیص کی ہے میں اسکو نکات کی شکل میں سمیٹنے کی کوشش کرتا ہوں !

*اس خطے کی لوگوں کی اپنی مٹی سے بے وفائی

*قبائلی منافرتیں

*ذاتی مسائل کو مذہبی بنیادیں فراہم کرنا' اس طور پر کہ وہ فرقہ وارانہ فسادات کی شکل اختیار کریں.

*کیسے یہ علاقہ فرقہ وارانہ فسادات میں کئی ریاستوں کی پراکسیز وار کے لیے میدان جنگ بنا !

*بد قسمتی سے سارے علاقائی مسائل ایک قومی اور بین الاقوامی میدان کے لیے ایندہن

فراہم کرنے کا کان بن گیا' قدرتی طور پر افغانستان کے ساتھ جغرافیائی انسلاک' مذہبی تعلق کی بنیاد پر ایک اور ملک "ایران" سے نسبت اور پاکستان ہندوستان کے مناقشانہ روایت کی نتیجہ خیزی بھی اس خطے کی تباہ کاری میں اپنا اپنا حصہ ڈالتا رہا! پھر افغانستان پر امریکہ کی یلغار اور نیٹو افواج کی موجودگی نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی .

* بیرونی عناصر کے خاتمے کی دوڑ میں کبھی اپنوں اور کبھی پرایوں کی جنگوں نے یہاں کے لوگوں کے جنت کو جہنم بنایا

* کوٹرل ڈیمجز کی جواز اور رٹ قائم کرنے کی تگ و دو میں بھی کئی ایک بے گناہ لوگ جان سے گئے !

تحقیق کی ضمن میں سفارشات کو بھی شامل کیا گیا ہے اور ان سفارشات کے ذریعے کرم ایجنسی کے ساتھ ساتھ تمام فاٹا کی سیاسی او سماجی حالات کی بہتری کے لیے مدلل موقف کو بھی سامنے لایا گیا ہے ! فاٹا ریفامز کمیٹی کی مستند پروسیڈنگز کو ثبت کرنے کیساتھ ان کی کمزور پہلوؤں پر تبصرہ بھی شامل ہے .

پورے بحث میں کہیں پر بھی فاضل محقق نے مذہبی' قبائلی یا کسی بھی مخصوص نظریئے کی وجہ سے تعصب اور جانبداری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے' اور یہی رویہ اپ کے علمی دیانت اور اپنی مٹی سے اخلاص کی سچی گواہی ہے . چونکہ اس خطے کی تاریخ پر کوئی مستقل اور مستند کام بھی اس سے پہلے اس زاویئے پر نہیں ہوا ہے اس لئے اس کام کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے .

❖ اس مضمون کے لئے زیادہ تر حوالہ جات "انگریز سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا" سے لئے گئے ہیں جو کہ شیخ الہند کی سوانح عمری کا ایک حصہ ہے۔

سمیع الدین ارمان

ایڈورڈز کالج پشاور

۱۱ دسمبر ۲۰۱۷

تحقیقی جائزہ

کُرم گزیٹیئر انگریز سرکار کی لکھی ہوئی ایک دستاویز ہے جس میں 1908ء سے قبل وادی کُرم کے محل وقوع' تاریخ' جغرافیہ' بودوباش' زراعت' تعلیم' سیاحت' سڑکیں' موسم' قبیلوں' مسالک' جنگیں او لوگوں کی کاروبار مختصراً معاشی' معاشرتی' سیاسی' مذہبی او انتظامی امور کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ اِس تاریخی دستاویز میں انگریز سرکار سے پہلے وادی پر افغان سرکار کا قبضہ بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ گزشتہ رونما ہونے والے چند بڑے واقعات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اِس دستاویز میں انگریز سرکار کے زیر تسلط کُرم ایجنسی کے خدوخال' جغرافیہ' دریاؤں' پہاڑوں' جنگلات' شکار' راستے' لوگ' زراعت' انتظامیہ' سکول' تعلیم' ملیشاء' چھاونیاں' افغان سرکار اور انگریز سرکار او تھوڑی بہت جھلک ثقافت کا بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ لیکن زیادہ تر زور انگریز سرکار کے زیر انتظام بندوبست پر دیا گیا ہے۔ جس کے خیال میں کُرم کا سب سے اہم اور اولین ترجیح کا حامل مسئلہ یہی ایک تھا۔ انتظامی امور میں سے زمین کی بندوبست کا حل اِن پے درپے گورے افسروں نے خاطر خواہ سوچا تھا۔

انگریز سرکار نے وادی کُرم کا جو نقشہ کھینچا ہے اِس میں دریائے کُرم کے بائیں جانب جرنیلی سڑک سے کم و بیش بقدر ایک میل شمالاً پہاڑوں کی جانب کے علاقے کو سرکار کے زیر انتظام تصور کیا گیا ہے باقی علاقے کو علاقہ غیر' غیر انتظامی یا غیر بندوبستی یا سرحد پار قبائلی علاقہ جات لکھا گیا ہے۔ یہ عین بر حقیقت ہے کہ اُن دشوار گزار پہاڑوں تک ان کی رسارئی نہایت ہی مشکل نظر اتی تھی یا یوں ہی سمجھ لیجئے کہ وہاں کے قبائل کو قابو کرنا انگریز کو ناممکن لگتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انگریز سرکار کو اس علاقے میں کوئی خاص دلچسپی نظر نہیں اتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر یہی کچھ ان لوگوں کے ساتھ پاکستان کے سرکار نے بھی کیا کہ ازادی کے بعد ان کی طرف کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ یہاں تک کہ بنیادی سہولیات جو کہ ہر پاکستانی کا حق بنتا ہے' اُن میں سے صحت وغیرہ

تو در کنار تعلیم کے شعبے میں بھی اِن علاقہ جات کو یکسر نظر انداز کرتا رہا۔ نتیجے کے طور پر وہاں کے لوگ پسماندہ ہی رہ گئے۔ اِس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں زیادہ تر یہ علاقے اب بھی نا قابل رسائی ہیں۔ کیونکہ گزشتہ صدی کے اخری عشرے میں وہاں پر تھوڑی بہت سرکاری سر گرمیاں دیکھنے میں ضرور آئیں مگر وہ بھی گزشتہ عشرے کے فسادات کی نظر ہو گئیں اور ابھی حالات کچھ اس طرح ہیں کہ اب وہاں پر سرکار کی عملداری کافی مالی او جانی نقصانات کے بعد تھوڑی بہت نظر انے لگی ہے۔ یہ عظیم ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ تقسیم کے بعد اِن لوگوں کو اتنے دیر تک اندھیرے میں رکھا گیا اور پھر اُس کھیت میں سے جس میں اپ نے کانٹے بوئے ہیں' اُس سے کانٹوں کے بجائے پھول کِھل اٹھنے کی یاس لگائے بیٹھے رہے۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ سرکار گزشتہ 70 سالوں میں وہاں پر ترقیاتی کاموں کے لئے سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا اور ان لوگوں کو ساتھ چلنے کے لئے اقدامات کرتا۔ ٹھیک ہے جو ہوا سو ہوا لیکن ائندہ بھی لگتا نہیں کہ سرکار اِن لوگوں کے لئے ترقیاتی کاموں کے لئے سُرعت سے کام لیں۔ ماسوائے اس کے کہ وہاں کے باشندوں کے اندر شعور اُجاگر ہو اور وہ اپنے تئیں تعلیم کی طرف دھیان دیں۔ کیونکہ اِن لوگوں کو مشکلات میں سے نکالنے کا یہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے کہ وہ بے شک روکھی سوکھی کائیں مگر تعلیم پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کریں تب جاکر اِن لوگوں کے لئے تعلیم یافتہ نسل ہی روشنی کا پیغام لاکر رہے گی و گرنہ ذلت اور رسوائی اِن لوگوں کا مقدر بن کر رہے گی۔ کیونکہ موجودہ حالات اِن کے لئے ہر طرح سے غیر موزوں ہی ہے۔ ان غیر علاقہ جات جو کہ جدید اصطلح میں سنٹرل کرم کہلاتا ہے' کے بیشتر سادہ لوح لوگ جب کسی کام کی غرض سے صدہ اور پاڑاچنار کا رُخ کرتے ہیں تو اِن لوگوں کے ساتھ ان کی اپنی نااہلی کی بناء پر عوام کی جانب سے بالعموم اور انتظامیہ کی جانب سے بالخصوص جو رویہ روا رکھا جاتا ہے وہ قابل تاسُف ہی ہے۔ انگریز سرکار سے لے کر پاکستان بننے کے بعد بھی یہ لوگ سرکار کی ہر قسم کی مراعات لینے سے کتراتے رہے۔ یہاں تک کہ سڑک کی بھی مخالفت کرتے تھے۔ سکول' ہسپتال اور بجلی کی مخالفت کرتے تھے۔ یہ اِن کو ازاد قبائلی زندگی میں سرکاری مداخلت لگتی تھی۔ لیکن جب اِن کو اہمیت کا پتہ چلا تو پھر ان سکیموں کے پیچھے دوڑتے نظر ائے جو کہ اِن کے اکابرین کی پست

ذہنیت کی واضح مثال ہے۔

تعلیم بھی مجموعی طور پر ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ چند افراد بڑی ڈگریاں لے کر علاقے کے نمائندے بن بیٹھیں بلکہ جنس کی پابندی سے پرے ہٹ کر تعلیم حاصل کرنی چاہئیے۔ سرمایہ دار اور صاحب حیثیت حضرات ہنگامی بنیادوں پر ایسے اقدامات اٹھائیں کہ جس سے تعلیم عام ہو جائے' کیونکہ اتنی بڑی ابادی کے لئے محض سرکار ہی کافی نہیں ہے بلکہ نجی شعبے میں کام کی بیداری اور اگاہی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

کُرم کے اندر ایک ایسا مسحور کُن جادو ہے جو کہ اپ کو اپنی طرف کھینچ کر لائے گا۔ اپ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں کُرم سے دوری اپ کو تڑپا کر رکھے گا۔ کہیں بھی اس کی یاد اپ کو اسانی سے جینے نہیں دے گی۔ اپ کو اندر ہی اندر اس کی یاد کھوکھلا کر رکھ دے گی۔ آپ لاکھ اس کی نفی میں کہتے جائیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہی ہوگی۔ کُرم کے باسی ہونے کے ناطے آپ کو ارام صرف اُس وقت ائے گا جب آپ کُرم کے اندر ہو اور باہر ہو کر آپ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ آخر مٹی کوئی چیز تو ہوتی ہے جو ماں کا درجہ رکھتی ہے۔

کُرم ایجنسی پر انگریز کی نظر تھی۔ انگریز باقاعدہ طور پر کُرم ایجنسی کے اندر 1892ء سال میں داخل ہوا تھا مگر منصوبے پہلے سے بناتا تھا۔ جس کے لئے انگریز سرکار نے اُن لوگوں کا سہارا لیا جو افغان سرکار کے گورنر سے تنگ اکر وادی میرانزئی میں بنگش لوگوں کے ساتھ پناہ لیتے تھے۔ افغان سرکار نے 1877ء میں انگریز سرکار کا ایک پٹواری بھی بھگایا تھا جو کہ ٹل کے شمال میں ایک اراضی کی پیمائش لینا چاہتا تھا۔ پٹواری کے اوازار بھی چھینا گیا تھا۔ اُس نے بھاگ کر جان بچائی تھی۔ یہ تمام معلومات ارکائیوز لائبریری میں موجود برٹش سرکار کے ریکارڈ میں ایک یاداشت جو کہ "Memorandum of the Kurram District" کے نام سے نمبر Missii 942 پر موجود ہے۔ یہ یاداشت نامہ کوہاٹ کے ڈپٹی کمشنر کیپٹن ٹی۔ سی۔ پلوڈن "Captain T.C. Plowden" کے زیر نگرانی ترتیب دیا گیا تھا۔ یہ یاداشت نامہ کوہاٹ سے 20 اکتوبر 1878ء کو شائع ہوا تھا جو

کہ انگریز کا کُرم پر قبضے سے قبل تھا۔ اِس کے اندر کُرم کے اندر تمام قبیلوں کے بالترتیب اپنڈکس I،II، III " Appendix i،ii،iii " کے ذریعے کُل ابادی کے تمام لڑنے والے ادمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے جو کہ سچ پر مبنی لگتا ہے۔ کیونکہ انگریز کی نظر کُرم پر تھی اور اس سے نبرد ازما ہونے کے کے لئے کُرم کے اندر عسکری قوت کا اصل جائزہ لینا مقصود تھا۔ یہ رپورٹ سیدھی انگریز سرکار کو بھیجنی تھی تا کہ حقائق کا پتہ چل سکے اور اگے کی منصوبہ بندی کر سکے۔ کوہاٹ میں بیٹھ کر انگریز نے 1876ء یہ معلومات طوری مہاجرین سے حاصل کئے تھے۔ یہ لوگ کوئی چھ سو تھے جو کہ گورنر سے ناراضگی اور خراب فصل پر ٹیکس لینے پر کُرم کو چھوڑ گئے تھے۔ یہ کُل پانچ ابواب پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حصہ اول۔ ضلع کُرم کا سرسری بیان۔

حصہ دوم۔ گورنر کُرم کے بارے میں بیان۔

حصہ سوم۔ کُرم کے مضافات میں ازاد قبائل کا بیان۔

حصہ چہارم۔ کُرم سرکار کے بارے میں کچھ خاص باتیں۔

حصہ پنجم۔ 77-1876ء کے درمیان میں کُرم کے اندر بڑے واقعات۔

ڈپٹی کمشنر کوہاٹ۔ ٹی۔ سی۔ پلوڈن اسی یاداشت میں مزید لکھتا ہے کہ میں یہ یاداشت نامہ قطعی طور پر بہتر نہیں سمجھتا بلکہ اس سے بہتر ڈپٹی کمشنر کوہاٹ کے نام ایک پیٹیشن زیادہ اہم ہے جس کو میں نے دفتر کے پرانے سرکاری ریکارڈ میں پڑا پایا۔ یہ پیٹیشن 2 مارچ 1860ء کو ڈپٹی کمشنر میجر ہنڈرسن " Major Henderson " کے نام بھیجا گیا تھا۔ یہ طوری قوم کی جانب سے دائر کیا گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر لکھتا ہے کہ میں اس کا ترجمہ لکھ کر پیش کرتا ہوں۔

یہ پیٹیشن ٹی۔ سی۔ پلوڈن نے اسی یاداشت نامے میں شامل کیا گیا ہے، جس کو میں مترجم (راقم الحروف) اسی طرح ترجمہ کر کے پیش کرتا ہوں۔ یہ پیٹیشن اسی یاداشت نامے میں صفحہ نمبر 32 پر دیکھا جاسکتا ہے۔ جن لوگوں کے نام سے یہ پیٹیشن دائر کیا تھا ان کے نام یوں ہیں۔

1۔ سید مرزا گل (احمد زئی، سید بادشاہ کا چچا۔ ٹی۔ سی۔ پی)

2۔ میر علی (غونڈی خیل، ٹوپکی، ٹی۔ سی۔ پی)

3۔ غلام (جعفر خیل، دوپر زئی۔ دُرخان دوپرزئی کا پچازاد۔ ٹی۔ سی۔ پی)

4۔ آدم خان (سرہ گلہ، حمزہ خیل۔ ٹی۔ سی۔ پی)

5۔ مہر علی (ستی خیل، حمزہ خیل۔ ٹی۔ سی۔ پی)

6۔ ارسلا (سرہ گلہ، حمزہ خیل۔ ٹی۔ سی۔ پی)

7۔ صمند (درے وندئی، مستوخیل۔ ٹی۔ سی۔ پی)

8۔ نظر (علی زئی، خاشتہ۔ ٹی۔ سی۔ پی)

بنام کیپٹن ہنڈرسن، کمشنر کوہاٹ

کمشنر پشاور ڈویژن

معزز و حوصلہ مند اشرافیہ

تمام انگریز عوام

السلام علیکم! ہمیشہ خوش رہیں۔

ہم اور تمام طوری عوام آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ ہمارے مودبانہ تسلیمات اور اداب قبول کیجئے گا۔

اے انگریز لوگوں! ہم آپ کو خدا کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔ دُرانی حکمرانوں نے ہمیں تباہ کر کے رکھا ہے اور انتہائی بُری حالت تک تنگ اچکے ہیں۔ وہ ہمیں بغیر کسی مزاحمت کے لوٹتے ہیں۔ ہم آپ کو آہوں اور سسکیوں میں اپیل کرتے ہیں کہ اِن غارت گروں سے ہمیں نجات دلائیں۔ ان کی وجہ سے ہمارا امن غارت ہوا ہے۔ اِن لوگوں نے ہمارے اوپر توہین اور ہتک کے پہاڑ ڈھائے ہوئے ہیں۔ دُرانی حکمرانی سے ہم ناراض ہیں۔ انگریز سرکار کے لئے ہم تابعداری پیش کرتے ہیں۔

جناب! ہم آپ کو خبرداری دیتے ہیں کہ ہم طوری لوگوں کی تعداد اب بیس ہزار

گھرانوں پر مشتمل ہے۔ کوئی چھ ہزار علاقہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ ہر روز ہماری ابادی کم ہوتی رہی ہے۔

آنجناب! کُرم ایک موزوں اور زرخیز علاقہ ہے۔ اگر ہمیں نظر انداز کیا گیا تو یہ آپ لوگوں کے لئے قابل ساتف ہی ہوگا۔ اب اس وادی کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ آپ ایک قدم آگے لے لیں اور ہمیں دُرانی کی حکمرانی سے نجات دلائیں۔ اگر آپ ہماری مدد سے انکار کرتے ہیں تو ہم اپ کو یقین دلاتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم آپ کا دامن پکڑیں گے اور خود اللہ کے حضور آپ کی ناانصافی کی شکایت کریں گے۔

آپ لوگ حکمران ہیں اور آپ لوگوں کو ہماری بُری حالت کا پتہ چل چکا ہے۔ اگر آپ اس اپیل کا جواب نہیں دیتے تو ہمارے پاس بھروسے کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا۔ محض یہ کہ ہم نے اپنا مدعا آپ لوگوں تک پہنچایا۔ پس ایک بار پھر ہم آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

یہ بھی بتادیں کہ روزانہ ہمارے تین بندے حکمرانوں کے ہاتھوں ناانصافی سے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔ حکمران ہماری شکایات پر کان تک نہیں دھرتے۔

اے! یہاں تک کہ ہماری بیٹیاں ہم سے چھین لی جاتی ہیں اور زبردستی ان کی شادی کرادی جاتی ہیں۔ لیکن ہماری درخواستوں پر کوئی غور نہیں کیا جاتا۔ یہ بھی آپ کی توجہ میں لاتے ہیں کہ ایک ریشمی پگڑی والا لمبے قد کا ادمی ہمارا یہ پیٹیشن آپ کے پاس لائے گا۔ اِس کا نام سید محمد حسین ہے۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ یہ دُرانی جبر سے آپ کے وطن میں جلاوطن ہے۔ پہلے کبھی یہ طوری لوگو کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ یہ پیدائشی طور پر اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے مگر اب وہ دربدر پھرتا ہے۔ آپ بڑے رحم والے ہیں اور اِس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

سید محمد حسین کے خاندان کی نمائندگی ابھی سید محمد حنیف کرتا ہے۔

تاریخ 7 شعبان 1277 ہجری

ٹی۔ سی۔ پلودن ڈپٹی کمشنر کوہاٹ

2 مارچ' 1860ء

20 اکتوبر 1878ء

نوآبادیاتی نظام کی تناظر میں انگریز سامراج ہر لحاظ سے قبضے کو مضبوط کرنے کے لئے مزید علاقے اپنے قبضے میں لینا چاہتا تھا اور اس کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ انگریز روس کو مزید پھیلنے سے روکنا چاہتا تھا۔ روس نے جون 1865ء میں تاشقند پر قبضہ کر لیا۔ دو سال بعد ثمر قند کو روس میں شامل کرلیا اور 1869ء میں بخارا کے امیر کو ایک معاہدے کے تحت مجبور کیا۔ اسی طرح روس افغانستان کے شمالی سرحد تک پہنچ گیا۔

اس سلسلے میں میجر جنرل روبرٹس کی وہ تقریر جو 26 دسمبر 1878ء کو کُرم کے طوری اور حاجی مشرانوں سے خطاب کے دوران کا تھا' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے' وہ ملاحظہ فرمائیں۔

خطاب

خطاب کی نقل جو حاجی اور طوری ملکان کے نام ہے جو 26 دسمبر 1878ء کو ہوئی۔

خان اور ملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جب سے انگریز فوج وادی کُرم میں ائی ہے، اپ میں سے کئی لوگوں نے اُن خدمات کے بدلے مراعات حاصل کئے ہیں، جو اپ لوگوں نے انگریز فوج کے لئے کی ہیں۔ میرے کُرم سے خوست جانے سے پہلے میں اپ لوگوں کا دربار میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ اِن خدمات کو عوام کے سامنے تسلیم کرلیں۔

عام طور پر میں اپ لوگوں کے میرے استقبال سے مطمئن ہوں۔ فطری طور پر اپ لوگوں کے لئے یہ ماننے میں تامل ہوگی کہ ہم نے اپ لوگوں کی امیر کے ہر قسم کی پیش قدمی کے خلاف مستقل حفاظت کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اپ لوگوں نے ان کی پچھلی پیش قدمی کو روک دیا۔ آج میں نے اپ لوگوں کو یہاں پر اس لئے جمع کیا ہے کہ نہ تو شیر علی خان اور نہ کوئی دوسرا کابل کا امیر دوبارہ کُرم کے اندر داخل ہو کر اِس پر حکومت کرے گا۔ دُرانی سرکار کی جگہ انگریز سرکار کی تبدیلی پر اپ لوگوں کو تاسُف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیئے۔ میں اپ لوگوں کو یہاں پر یہ نہیں بتاسکتا کہ وائسرائے اور گورنر جنرل کس طرح حکومت اپ لوگوں کے لئے وضع کریں گے لیکن یہ حکومت ضرور اپ لوگوں کی عادات اور رسومات کے عین مطابق ہوگی۔ اپ لوگون کی جان اور مال کی حفاظت اور امن اور خوشحالی اپ لوگوں کا حق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انگریز حکومت کے تحت اپ لوگ دُرانی حکومت سے زیادہ بہتر طریقے سے خوشحالی سے محظوظ ہوں گے۔

انگریز سرکار ان تمام مراعات دینے کے بدلے میں اپ لوگوں سے یہ مطالبہ کرے گا کہ اپ لوگ اُن تمام احکامات کی مکمل پاسداری کریں گے جو انگریز سرکار وقتاً فوقتاً صادر کریں گے۔ اپ لوگ امن سے رہیں گے۔ اپ لوگ اپنی مردانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے گھروں اور جائیدادوں کو اپنے ہمسایہ قبیلوں سے جو کہ کم تہذیب یافتہ ہیں، ان

سے محفوظ رکھیں گے۔ گاؤں کے عمائدین پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جہاں تک یہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں گے، اُن کی اُتنی ہی مدد کی جائے گی۔ ہر کام مناسب طور پر کر کے ان کے اثر ورسوخ اور طاقت بڑھائی جائے گی۔ یہ لوگ گاؤں کے بدکردار لوگوں کو قابو کریں گے اور مجرموں کو بچ نکلنے نہیں دیں گے۔ اگر ایسا نہیں کر پائیں گے تو سرکار سے مناسب معاونت کے لئے رجوع کریں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو سرکار وہ معاونت فراہم کرے گا۔ یہ لوگ سرکار کی امدنی بھی جمع کرائیں گے اور اپنی خدمات کے صلے میں مالی فائدے حاصل کریں گے۔

میں اپ لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتاہوں کہ وہ لوگ جو شاید اچھی حکمرانی سے ناواقف ہیں وہ انگریز سرکار کے احکامات کی تابعداری کریں۔ انگریز سرکار اپ کے مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کرے گا۔ اس سلسلے میں اپ کے رائے کا احترام کیا جائے گا۔ انگریز سرکار آپ لوگوں کو وہ ازادی مہیا کرے گی جو اچھی حکمرانی میں مقابلتاً قابل عمل ہو۔ اپ لوگوں کے لئے نئی سڑکیں بنائی جائیں گے۔ پہلے سے موجود سڑکوں کو ٹھیک کریں گے۔ یہاں پر غلہ (اناج) کے پیداوار کے لئے مارکیٹیں بنائی جائیں گے۔ جہاں کہیں فوجیوں کو اُن کی ضرورت پڑی تو اچھی قیمت پر آپ لوگوں سے لے لی جائیں گے۔ کئی لوگوں کو پہلے ہی سے روزانہ کی بنیاد پر مناسب معاوضے دیئے جارہے ہیں جو پیواڑ کوتل، حبیب قلعہ اور کُرم میں بطور مزدور کار کررہے ہیں یا لکڑی کی خریداری اور چٹائی بنانا وغیرہ۔ کسی اور سرکار سے اپ لوگ اس طرح توقعات نہیں رکھ سکتے۔ دُرانی حکومت کے چلے جانے کے بعد اور انگریز سرکار کی امد سے قبل چند دنوں میں طوری اور بنگش لوگوں نے کُرم کے دو چھاؤنیوں کو اور پیواڑ چھاؤنی میں چند جونپڑوں کو لوٹ کر کے مسمار کردیا۔ میں اس رضاکارانہ مسماری پر ملکان حضرات سے ہمیشہ ناراض ہوں۔ لیہوانئی کے حاجی لوگوں نے یقیناً کچھ بہتر ہی کیا ہے اور اِن لوگوں کو معاوضہ بھی دیا گیا ہے۔ یقین جانیئے جو کچھ میں نے اُن لوگوں کو کوتل پر قبضہ کرنے سے پہلے کہا تھا کہ ان لوگوں نے ہمارے استعمال کے لئے غلے کا وہ ذخیرہ بچا کے رکھا جو امیر نے فوج کے لئے جمع کیا تھا۔ میں ان کے اس کام کو کبھی نہیں بھولوں گا۔

علی خیل کے ملکان نے ایسا ہر گز نہیں کیا جس طرح اُن سے کہا گیا تھا۔ یہ ملک اپنے گاؤں کے لوگوں پر اثر ورسوخ نہیں رکھتے تھے۔ اگر ان لوگوں نے امیر کے غلے کو لوٹنے سے بچایا ہوتا تو ملکان کو تناسب سے اس کا معاوضہ دیا جاتا۔ چونکہ علی خیل اور شوموخیل کے جاجی کُرم سے کافی دوری پر ہیں اور نتیجے کے طور پر جاجی کے مقابلے میں ہم سے برابر رابطے میں نہیں ہوتے اور اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ لیہوانئی کے جاجی اور طوری کے مقابلے میں اپنی مستقبل کی فکر کے بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنے سے قاصر ہو۔ میں اُن کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی واضح کر دیا ہے کہ ٹل سے لے کر شُتر باغ تک کوئی بھی گاؤں بلکہ زمین کا ایک گز بھی دوبارہ کابل امیر کے قبضے میں انے کی اجازت دی جائے گی اور نہ ہی انگریز سرکار کابل سرکار کو ازاد قبائلی علاقے کے معاملات میں مداخلت کی اجازت دی جائے گی۔ میری خواہش ہے کہ چند ہفتے بعد اپ لوگون سے دوبارہ ملاقات ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ میری غیر موجودگی میں اپ لوگ کُرم کے اندر کوتل اور حبیب قلعہ میں تعینات انگریز افسروں کی معاونت کے لئے اپنی طاقت استعمال کریں گے۔ اسی طرح اپ لوگ انگریز سرکار کی خیر خواہی حاصل کریں گے۔ وہ لوگ جو میری باتوں کو غور سے نہیں سنتے، میں ان کو انتباہ کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ وہی کروں گا جو ہم نے دیگر دو دیہات والوں کے ساتھ کیا جو کہ کُرم سے زیادہ دوری پر نہیں ہیں۔ کُرم کے اندر انگریز فوج کی امد نہایت ہی سُرعت کے ساتھ ہوا۔ اِن کے لئے سہولت کے طور پر کُرم دریا کے دائیں طرف سڑک کو استعمال کیا گیا۔ دریائے کُرم کے دائیں جانب چند گاؤں کو نہیں دیکھا گیا۔ اسی بناء پر صدہ اور ابراہیم زئی کے ملکان ہمارے اختیار کو شاید تابعداری نہیں رکھ سکتے اور اِن لوگوں نے جو ٹیلی گراف کی لائن اِن کے کھیتوں سے جاتی تھی، ان میں کافی مداخلت کی۔ ابراہیم زئی کے لوگوں نے خود اجازت دے کر ایک گھوڑ سوار رسالے کے قلعے پر چڑھائی کر دی جس میں ایک گھوڑا اور ایک اونٹ مارے گئے تھے۔ اِن لوگوں نے کوئی معلومات دی اور نہ ہی کوئی معاونت کی۔ اِن لوگوں کو ایک سبق سکھانا ضروری تھا۔ لہٰذا ابراہیم زئی پر چار سو روپے اور صدہ پر پانچ سو روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ جب تک یہ جرمانہ ادا نہیں ہو گا تب تک

ان کے مشران قید میں رہیں گے۔ تمام کو یہ انتباہ سمجھنا چاہیئے۔ اگر کسی نے بھی جُرم کیا یا اپنے فرائض میں کوتاہی کی تو ان کو بھی اسی طرح سزا دی جائے گی۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ انگریز سرکار اپ لوگوں کے مذہبی کاموں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گی۔ لیکن جب کوئی مُلا اور مذہبی صلاح کار مذہب کو چھوڑ کر سیاست شروع کریں اور حکمران طاقت کی مخالفت کریں تو سرکار ضرور سیاسی طور پر مداخلت کر کے جاہل لوگوں کو غلط راستے پر چلنے سے منع کرے گا۔ پس ایک مُلا جو کہ ایک ملک تھا اب جیل کے اندر ہے تاکہ وہ ہمیں مزید نقصان نہ دے سکے۔ ایک دوسرا مُلا جو کہ انگریز سرکار کو نقصان پہنچانے کے لئے بدنام تھا اور جب اس کو انگریز سرکار کی تابعداری کے لئے کہا گیا تو وہ اس میں ناکام ہوا۔ جِس کے نتیجے میں اس نے اپنا گھر بار چھوڑا اور بھاگ گیا۔ لہٰذا اس کے مکان کو اس لئے نذر اتش کر دیا تاکہ دیگر لوگ اس سے سبق سیکھ سکیں۔

مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے مجبوری میں اس میں مداخلت کی۔ مجھے یقین ہے کہ اپ لوگ مجھے دوبارہ اس طرح کرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ مُلا لوگ جو کہ انگریز سرکار سے مطمئن نہیں ہیں، ان کو علاقہ چھوڑنا چاہیئے۔ اپ لوگوں میں سے اکثر معمر اور عمر رسیدہ لوگ ہیں اور عقل اور دانش سے کام لے سکتے ہیں۔ اپ لوگوں کو خود سوچنا چاہیئے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں سے کہہ رہا ہوں وہ آپ لوگ اپنے بچوں کے لئے سوچ لیں۔

دستخط شدہ۔۔۔۔۔۔۔۔فریڈ۔

رابرٹس میجر جنرل۔[1]

1877ء میں امیر افغانستان نے کُرم کے اندر طوری لوگوں پر کُل پچاس ہزار روپے ٹیکس لگایا تھا یا دوسرے الفاظ میں فی کس مردانہ کے حساب سے پانچ روپے لگائے تھے۔ ساتھ ہی ان سے چھ ہزار ادمیوں کا بھی مطالبہ کیا تھا تاکہ وہ افغان آرمی میں شامل ہو

[1] Paha.in/wpfb-file/1878-address-of-major-general-roberts-of-kuram-afghanistan-no-4-s-pdf/accessed on 01.08.2016.

اور انگریز کے خلاف لڑیں۔ اِن پر یہ بھی پابندی لگائی گئی تھی کہ انگریز کے ساتھ کسی بھی قسم کی معلومات شریک کرنے کی سخت سزا ہوگی۔ اِن پابندیوں سے اکثر طوری لوگ بھاگ کر اونچے پہاڑوں میں پناہ لینے لگے۔ طوری اور حاجی عوام نے سردار ارسلاخان کے سامنے حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر گورنر نے ان علاقوں پر دوسرے اقوام کو آباد کرنے کی بھی دھمکی دی۔ اورکزئی اور آفریدی لوگوں کو بھی نہ منا سکا۔ امیر نے سردار ارسلاخان غلزئی کی مدد کے لئے سردار ولی محمد خان کو بھیجا۔ اِن دونوں کی کوششوں سے طوری لوگ مان گئے اور ایک جرگہ تشکیل دیا گیا جو کابل جا کر امیر سے ملا۔ امیر نے ان کی بھرتی فی الحال ترک کر دی اور پچیس ہزار رقم بھی دے دی اور ساتھ ہی اِن لوگوں کو نیا گورنر شہباز خان دیا۔ اسی طرح ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا۔

مگر امیر کی یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ اِس معاہدے پر طوری لوگوں نے عمل نہ کیا۔ لہٰذا وہ معاہدہ ناکام ہوا جو کہ بعد میں کُرم کے اندر امیر کا رٹ ختم ہونے لگا اور انگریز کے انے کے لئے راہ ہموار ہوگیا۔ اسی طرح کُرم باقاعدہ طور پر افغانستان سے کٹ کر انڈیا سرکار کے زیر حکمرانی ایا۔

وادی کُرم پر قبضے کے بعد انگریز سرکار کو پہلا کام یہاں پر اسمنٹ رپورٹ تیار کرنا تھا۔ 1905ء میں لالاگنگا ساہئی " Lala Ganga Sahai" کی سربراہی میں وادی کُرم کی پہلی بندوبستی رپورٹ " Assessment Report" تیار کی گئی جس کا ریکارڈ آرکائیوز لائبریری میں Missii 944 پر مورجود ہے۔ یہ رپورٹ کُل تینتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رپورٹ پاڑاچنار سے پولیٹیکل ایجنٹ سٹیورٹ واٹر فیلڈ " Stuart Waterfeild" کی زیر نگرانی باقاعدہ خط وکتابت کے ذریعے کمشنر این۔ڈبلیو۔ایف۔پی میجر سی۔بی۔راولنسن " Major C.B Rawlinson " چیف کمشنر اینڈ ایجنٹ اف دی گورنر جنرل ایچ۔اے۔ڈین " H.A Deane" اور سیکرٹری اف دی گورنر اف انڈیا فارن ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ایک منظّم طریقے سے طے پایا گیا۔ اِس رپورٹ کی تناظر میں کُرم کی زمینوں سے ریونیو حاصل کرنا تھا۔ جِس سے کُرم کے اندر

ملیشاء کو تنخواہیں ادا کرنا تھا۔

اسمنٹ کُرم ویلی 1905ء میں صفحہ نمبر 95 پر زیمشت کے قبیلوں کے جائیداد کا تعین کیا گیا ہے۔ جِس میں ہر سیکشن کے نیچے دیہات لکھے گئے ہیں۔ زیمشت کی ذیلی شاخوں میں محمد زئی اور خوائیداد خیل بتائے گئے ہیں۔ محمد زئی کی ذیلی شاخوں کو وتی زئی، منڈان، داؤد زئی اور منتوال لکھے گئے ہیں۔ داود زئی کے نیچے لکھا ہے کہ " Do not own any village exclusively " یعنی ان کا اپنا کوئی گاؤں نہیں ہے۔ اسی ایک ہی جملے سے یہ لوگ در بدر پھر رہے ہیں حالانکہ یہ کُرم کے اتنے ہی اصل باشندے ہیں جتنے کے دیگر جاگیر دار ہیں۔ انگریز کے اس جملے کے بعد ابھی تک کُرم کے کسی سرکاری افسر نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ ورنہ ان کو کسی جگہ اباد کرنا ناممکن ہر گز نہ تھا۔ اب بھی ان کو اباد کرنا چاہئے۔ خوئیداد خیل کو چار قبیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو بالترتیب ابابکر، تپی، خودو خیل اور حسن خیل لکھا گیا ہے۔ ان کے نیچے لکھا ہے کہ "All the four Sections are Government tenants in Village Chapri " یعنی یہ تمام قبیلے چھپّری گاؤں میں سرکار کے ہمسایہ کے طور پر رہتے ہیں۔

اس اسمنٹ رپورٹ (بندوبستی رپورٹ) کے ابواب درج ذیل ہیں۔

باب نمبر1۔ طبعی خصوصیات
2۔ مالی تاریخ
3۔ اہم شماریات
4۔ زرعی نظام اور فصلیں
5۔ ٹیکس اور کرایہ داری
6۔ نصف خالص اثاثہ تخمینہ
7۔ تخمینہ
8۔ مالی نتائج اور متفرقات

مزید اس کے اندر زیمشت، پاڑہ چمکنی اور پولیٹکل آفیسرز کا لسٹ اور گلوسری بھی ہے۔

اس کے بعد ایک اور رپورٹ جو کہ گزیٹئر کُرم ایجنسی شماریاتی جدول "Statistical Tables 1913ء "Gazetteer Kurram Agency" کے نام سے ہے۔ یہ آرکائیوز لائبریری میں 96/1173 پر موجود ہے۔ یہ کُل اکیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس گزیٹئر کے اندر تھیوری نہیں ہے۔ صرف نقشوں اور جدول کے ذریعے کُرم ایجنسی کے اندر تمام قبیلوں کے متعلق معلومات اور دیگر شماریات کو بتایا گیا ہے۔ اِس گزیٹئر کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب نمبر 1۔ طوری قبائلی تقسیم
2۔ سرحد پار قبائل اور مراعات
3۔ اُن افیسر کے نام جنھوں نے کُرم کے اندر چارج سنبھالیں۔
4۔ اہم شماریات
5۔ ترقیاتی کام
6۔ درجہ حرارت
7۔ بارشیں
8۔ قبیلے اور ذیلی شاخیں
9۔ زیر کاشت علاقہ
10۔ خوردہ قیمتیں
11۔ مقررہ زمینی امدنی
12۔ اُتار چڑھاؤ اور متفرق آمدنی
13۔ کُرم ملیشاء کی ساخت اور تقسیم
14۔ ماہانہ مواجب اور مراعات لینے والے لوگ

اِس کے بعد انگریز سرکار کی جانب سے جو رپورٹ موجود ہے وہ دوسری "Assessment Final Report of The valley of Kurram Agency" برائے سال 1942-44 کو سیٹلمنٹ افسر (بندوبستی افسر) "Captain

B.K Kapur" کی زیر نگرانی ترتیب دی گئی ہے۔ جس کا ریکارڈ آرکائیوز لائبریری میں Missii 945 پر موجود ہے۔ اِس رپورٹ میں رشید احمد خان کا تیار کردہ نقشہ بھی موجود ہے۔ اِس نقشے میں کُرم ایجنسی کے علاقے پاڑہ چمکنی، مسوزئی، علی شیر زئی اور زیمشت کو ازاد علاقہ "Independent Territory" ظاہر کیا گیا ہے جبکہ باقی ماندہ علاقوں کو زیر انتظام کھنیچا گیا ہے۔ سرحدی لکیر "Boundary Line" کو افغانستان، ازاد قبائل اور ٹل کے ساتھ کالے لکیر "Black Line" سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ پورے کا پورا نقشہ کُرم ایجنسی کے حدود کا تعین کرتا ہے۔ یہ نقشہ سیٹلمنٹ رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ رپورٹ بھی زیادہ تر کُرم گزیٹئیر کے طرز پر ترتیب دیا گیا ہے مگر زیادہ تر زور سیٹلمنٹ (بندوبست) پر دیا گیا ہے۔ یہ کُل آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جو کہ بالترتیب یوں ہیں۔

باب نمبر 1۔ تعارت
2۔ مالی تاریخ
3۔ جنرل
4۔ فصلیں
5۔ واقعات
6۔ خالص منافع/خالص منافع شامل
7۔ اسسمنٹ
8۔ متفرقات

زائدہ

علاوہ آزیں ارکائیوز لائبریری میں تمام اضلاع بشمول کُرم ایجنسی سے متعلق ڈائریاں بھی موجود ہیں۔ جن کے اندر سالانہ کی بنیاد پر ریکارڈ موجود ہے۔ اِن سالانہ ڈائیریوں میں کُرم سے متعلق تمام اہم واقعات کا ریکارڈ موجود ہے جن کو منظر عام پر لاکر بہت سے واقعات اور معاملات کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

کُرم ایجنسی کا جغرافیہ اور تاریخی المیہ :

کُرم ایجنسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ قدرت سے تین عظیم تحائف عطا فرمائے ہیں۔ وہ اس کے دریا' میدانیں اور پہاڑ ہیں۔ یہ تینوں قدرت کے کرشمے جس دھرتی کے حصے میں آئے ہو وہ دنیا کے خوبصورت ترین اور مالدار ترین علاقے کہلائے جاتے ہیں۔ کُرم بھی اس اعزاز کا مستحق ہے۔ کُرم نے اپنے باسیوں کو ہر طرح سے مستفید رکھا۔ یہاں کی زمینوں نے اِس کے باشندوں کو قحط کے زمانوں میں بھی پیٹ بھر کر کھلایا اور پلایا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے باشندے مارے مارے پھرنے والے تھے۔ تب جاکر اسی کُرم نے اِن لوگوں کو بے سر وسامانی کی حالت میں گود لیا تھا۔ مگر بدلے میں اِس کے باشندوں نے اِس کی خوبصورت چہرے کو ہر طرح سے زخمی کر دیا۔ ایک مخصوص علاقے کے لوگ ایک بہترین معاشرہ ترتیب دیتے ہیں مگر یہ بات قابل غور ہے کہ ہم کُرم کے باشندوں نے مجموعی طور پر کُرم کا ستیاناس کر دیا۔ ہم نے عدل' انصاف' رواداری' محبت' باہمی تکریم' اخلاص' برداشت' صبر اور احترام کی بجائے ناانصافی' ظلم' نفرت' تعصب' بربریت اور سفاکی کے وہ کارنامے سر انجام دیئے جس سے شیطان بھی شرمائے۔ ہر باشعور انسان اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے اور سوچیں کہ ہم نے کُرم کو کیا دیا۔ یہاں کے لوگوں میں ایک اور بات نہایت ہی ذلت امیز ہے کہ جو شخص یا قبیلہ کمزور یا ناتوان ٹھہرے' بجائے اِس کے کہ ہم اُس کی تسلی' مدد اور دست گیری کریں' ہم ایک اور لات رسید کر دیتے ہیں۔ یہی کچھ ہم نے مجموعی طور پر اس کے اصلی باشندوں کے ساتھ بھی کیا۔ اِس کے اصل باشندوں کو ہم نے اُکھاڑ پھینک دیا اور جو بچا کُھچا رشتہ انہوں نے کُرم کے ساتھ رکھا تھا وہ بھی حالیہ فسادات میں خطرناک حد تک متزلزل ہوا۔ یہی کچھ چنارک کے معاملے میں زیمشت کی ذیلی شاخ داودزئی کے ساتھ بھی روا رکھا۔ وہ لوگ جب ناتواں ٹھہرے تو ہم نے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ یہ قبیلہ اب بھی در بدر پھرتا رہتا ہے اور اپنی مقدر کا رونا روتا ہے۔ لہٰذا ظالم چلاتا رہا اور مظلوم سسکتا رہا۔ اِس بیچ داد رسی کے لئے ہم اور تم یہ اور وہ کی تاویلیں کرنے لگے اور خاموشی سے نظریں چراتے رہے۔ نتیجہ یہی نہیں تو اور کیا ہوتا۔ کہتے ہیں کہ جب بڑے راستے سے بھٹک جاتے ہیں تو اُن کا اثر چھوٹوں پر ضرور ہوتا ہے۔ گذشتہ پانچ عشروں سے

کُرم کے اندر کئی مقامات پر مسلسل مذہبی منافرت کا بیج بویا گیا جس سے ایک لاوا بن گیا تھا اور سائنسی اصولوں کے مطابق لاوا کو بالاخر اُگلنا ہی ہوتا ہے۔ اشتعال انگیز تقاریر' نفرت پر مبنی مجالس' مذہبی منافرت' تعصب' عدم برداشت اور خصوصاً فرقہ وریت کو ہوا دینا جیسے واقعات کا رونما ہونا آگ پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہوا۔ اِن تمام واقعات میں اگر کوئی کمی پائی گئی ہے تو وہ محض محبت' رواداری' برداشت اور اخلاص کی ہیں۔ کسی بھی فریق نے کبھی اس آگ کو بجھانے کے لئے خلوص نیت سے جدو جہد نہیں کی وگرنہ نوبت اِس حال تک نہ پہنچتی۔ ان تمام واقعات میں سرکار کے بعد ہمارے یہی مذہبی منافرت اور فرقہ وریت پھیلانے والے لوگ ذمہ دار ہیں۔ اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی کے لئے کئی عشرے درکار ہوں گے۔ وہ بھی اس طرح کہ کُرم کے عوام مزید کسی بھی نام پر کسی طرح بھی کسی جنگ کا حصہ نہ بنیں۔ کیونکہ جنگ تباہی کے علاوہ کچھ نہیں لاتی۔ جنگ میں کسی کی جیت نہیں ہوتی۔ اجتماعی شعور کا تقاضہ ہے کہ ہر فرقہ باہمی تکریم اور احترام کا مظاہرہ کریں۔ کُرم کے اندر ایسے حالات بھی دیکھنے کو ملے جس سے بعض سنجیدہ حلقوں میں امن لانا ناممکن لگتا تھا۔

چونکہ اس سے قبل بھی کُرم کے اندر کوئی چار پانچ بار بڑی لڑائیاں لڑی گئی ہیں مگر وہ زیادہ تر روایتی قسم کی تھیں۔ جب لڑائی ختم ہو جاتی تو چند دنوں سے لے کر چند ہفتوں تک حالات معمول پر آ جاتے تھے۔ اگرچہ کُرم کے اندر حالت 11/9 کے بعد افغانستان پر امریکہ کے یلغار کے بعد جزوی طور پر متاثر ضرور ہوئے تھے کیونکہ افغانستان پر دباؤ کی صورت میں ہوا کا رُخ ادھر بھی ہوا تھا۔ مگر 2007 کا سال کُرم کی تاریخ میں نحوست کا سال سمجھا جاتا ہے۔ طالبان کُرم کے اندر ایک منظّم لشکر کے ذریعے وزیرستان سے اتارے گئے اور یہاں سے ہو کر سوات تک بغیر روک ٹوک کے چلے گئے۔ کُرم کے اندر وہ کونٹر پراکسز بیانیہ جیسے اصطلاح جو کہ فرقہ ورانہ تفرقہ تھا کے ذریعے داخل ہوئے۔ جس میں جنگ کو فرقہ ورانہ فسادات کا نام دیا گیا اور یہی اصطلاح جنگی ماحول بنانے کے لئے ایک منظّم طریقہ کار ہے۔ شروع میں طالبان لوئر کُرم میں فخر عالم امیر کی قیادت میں داخل ہوئے اور یہ تقاریر

کرتے تھے کہ افغانستان میں امریکہ اتحادیوں سمیت سر پر بیٹھا ہے اور ان کے خلاف جہاد کی اشد ضرورت ہے۔ ان اشتعال انگیز تقاریر کو سن کر لوگوں میں جہاد کے لئے جذبہ پیدا کرتا تھا۔ یہ تقاریر پہلے لوگوں کے پاس جاکر کرتے تھے اور بعد میں لوگوں کو اکٹھا کرتے تھے۔ ان تقاریر کا سنجیدہ لوگوں پر بھی تھوڑا بہت اثر ہوتا تھا۔ مگر اسلام پسند اور بے روزگار قبائلی جوانوں کے لئے ایک موقع ہاتھ ایا جس سے ان کو پیسے کے ساتھ سٹٹس بھی ملا۔ جنگ کا ماحول بنایا گیا۔ اس سال کے اندر جو تباہیاں برپا ہوئیں 'ان کی نظیر ملتی۔ تقریباً کوئی پنتیس ہزار خاندان متاثرین بن گئے اور چالیس تا پچاس دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ کوئی لگ بھگ دو ہزار جانیں ابدی نیند سلادی گئیں۔ اربوں روپوں میں مالی نقصان ہوا۔ اب جب یہ سطور لکھے جارہے ہیں تو یہ جانی نقصان تقریباً تین ہزار سے تجاوز کر گئی ہوگی اور مالی نقصان بھی خاطر خواہ ہوا ہوگا۔ مزید برآں دونوں فریقوں کے لئے مخالف علاقے نوگو ایریاز بن گئے تھے۔ راستوں کی بندش سے بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا۔ دونوں فریقین کے عوام کو دور دُشوار گزار راستوں سے جانا پڑتا تھا۔ یہ راستے پُر خطر ہوا کرتے تھے جو کہ قطعی طور پر قابل مذمت ہیں۔ تعلیم جو کہ ترقی کا ضامن ہے اس کا تو 2007ء سے 2011ء تک بیڑا غرق ہوگیا۔ اِن چار سالوں کے دوران سرکاری مشینری بالکل غائب پائی گئی۔ مہینوں پر محیط لڑائی جاری رہیں۔ انتظامیہ خبر ہی نہیں لیتی تھی۔ لوئر اور سنٹرل کُرم میں لیوی اور خاصہ دار گھر جاکر بیٹھ گئے۔ افراتفری کا ماحول رہا۔ بعض سرکاری اہلکار بھی اس اگ کا ایندھن بنا۔ البتہ اپر کرم میں وہاں کے عوام نے مسلکی اختلاف کی بنیاد پر طالبان کو داخل ہونے سے زبردستی روکا۔ بعد میں جنگی محاذوں پر طالبان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حالات اس طرح یوں بنے کہ کُرم کا تنازعہ بنیادی طور پر جائیداد کا تھا مگر دونوں فریقوں نے اس کو مذہبی رنگ دے کر مسئلے کو اِتنی ہوا دی کہ اُسی حالت پر واپس آنا ناممکن ہوگیا۔

2007 کی لڑائی کُرم ایجنسی میں بیلیامین کے مقام ایک غیر واضح قسم کے واقعے سے شروع ہوئی۔ لوگ حالات کی نزاکت نہ سمجھے اور فسادات اتنی سُرعت سے پھیلیں کہ اپر کُرم میں پاڑہ چنار کے مقام پر مخالف فرقے سنی کے لوگوں کو بے دری سے قتل کر کے

بے دخل کر دیا اور پاڑہ چنار شہر سے ان کا صفایا کر دیا۔ لوگ ارد گرد کے دیہاتوں سے جمع ہو کر ان کا جلاؤ گھراؤ کیا اور ان کو مکمل طور پر شہر سے نکال دیا۔ ان کے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ رہا۔ یہ دراصل لوئر کُرم میں طالبان کی موجودگی کے ضد تشدد کا ایک غیر انسانی فعل تھا۔ تاکہ طالبان کا راستہ روک سکیں۔ اپر کُرم میں اشتعال انگیز تقاریر اور لشکر کشی کے لئے تیاریاں ہوتی رہیں۔ لوئر کُرم کے مقامی لوگوں کے ساتھ شروع میں طالبان بھی تھے مگر بعد میں ان کو مورچوں سے نکال دیا۔ کیونکہ بنگش لوگوں کے انخلا کے بعد چند واقعات کے بعد ان پر مقامی لوگوں کا اعتماد نہ رہا۔ مگر اس کے ساتھ جنگوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہا اور 2011ء کے اختتام تک حالات کشیدہ رہے۔ اتنی نفرت پھیلائی گئی کہ مخالف فرقے کے لوگوں کے ساتھ تعلق کو جاسوسی کے مترادف سمجھا گیا۔ کُرم کے عوام نے پشتون روایات اور انسانی رویوں کو بالائے طاق رکھ حالات کا ادراک نہ کیا اور تباہی ان کا مقدر بن گیا۔ لوئر اور سنٹرل کُرم میں 2007 سے لے کر 2011ء تک تحریک طالبان کا سرکار کے ساتھ متوازی حکومت رہی۔ شروع میں فضل سعید حقانی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس دوران بیت اللہ محسود سمیت تحریک طالبان کے دیگر رہنما متواتر کُرم ایجنسی میں وزیرستان سے اتے رہتے اور حالات کا جائزہ لیتے رہتے مگر ان کا جنگی کمانڈر حکیم اللہ محسود مہینوں تک کُرم ایجنسی میں دیکھا گیا۔ اکثر جنگی محاذوں پر خود کمانڈ دیتا پایا گیا۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ لوئر کُرم میں جنگی محاذوں پر ان کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے درجنوں جنازے بیک وقت دیکھے گئے۔ مگر طوری لوگوں کو اس سے بھی زیادہ جانی نقصان ہوا۔ لوئر کُرم میں علی زئی، بگن، جیلامئی، چاردیوال، بیلیامین، اور انزری کے مقامات پر کافی تصادم ہوئے۔ جبکہ بنگش کے اکثر علاقے ان لوگوں نے بغیر مزاحمت کے چھوڑ دیئے تھے۔ البتہ باگزئی کے مقام پر ان کا راستہ روکا گیا مگر طوری لوگ داخل ہوئے تھے اور چند گھروں کو اگ بھی لگایا تھا۔ اس طرح سنی لوگ علی زئی اور انزری میں داخل ہوئے تھے اور ان سے گاڑی وغیرہ بھی برامد کئے تھے مگر ان دیہاتوں کو قبضہ نہ کرسکے۔ بنگش لوگوں کی اکثریت امن پسند پائے گئے مگر بیلیامین پر طوری لشکر کا سامنا کیا۔ البتہ بنگش بگزئی گاؤں سلامت رہا۔

دیگر سب ماسوائے سخی احمد شاہ اور ششو کلے کے سب جلائے گئے۔ طوری لوگوں کے اڑاولی کے قریب گاؤں سیدانوں گاؤں کو جلایا گیا۔ جیلامئی اور چار دیوال جلائے گئے۔ صدہ، علی زئی اور بگن محفوظ رہے۔ یہ فسادات اتنے طویل تھے کہ مخالف فریقین ایک دوسرے کے دیہاتوں کے گھروں کے پتھر اور درخت تک کاٹ کر لے جاتے۔ جن لوگوں کے دیہات تباہ ہوئے وہ بھاگ کر دوسرے شہروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ طالبان کے سیکیورٹی فورسز کے خلاف کاروائی پر فضل سعید حقانی نے تحریک طالبان سے علیحدگی کا اعلان کیا اور تحریک طالبان اسلامی پاکستان کے نام سے ایک الگ تحریک بنائی۔ جس کے وہ وفات ہونے تک امیر رہے جب اس کو اپنے گھر کے حجرے میں اپنے گارڈ ادریس افریدی ایک ساتھی سمیت گولی چلا کر اس کو اپنے ایک دوسرے گارڈ ساتھی سمیت موت کے گھاٹ کر دیا اور فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ فضل سعید حقانی لوئر اور سنٹرل کرم میں 2011 تک ایک متوازی گورننس چلاتے رہے۔ ہر قسم کے عوامی مسائل نمٹاتے رہے۔ سرور خان چکئی منتوال کے بعد طوری لوگوں کے لئے فضل سعید حقانی چکئی ثانی ثابت ہوا اور ان کے لئے اس کی موت تک ایک ہیبت کی علامت رہا۔ لوئر کُرم میں طوری کا راستہ روکنے میں وہ ضرور کامیاب رہا۔ مگر جس راستے پر وہ چلا تھا وہاں سے واپس انا ناممکن تھا۔ چونکہ اس کے خاندان میں صرف اس کی وابستگی تحریک سے تھی لہٰذا اس کی وفات کے بعد اس کا کوئی جانشین نہ رہا اور اب ان کے خاندان کے پڑھے لکھے لوگ امن سے رہ رہے ہیں۔ قیام امن کے بعد تحریک سے وابستہ لوگوں کی اکثریت کو سیکیورٹی اداروں نے گرفتار کئے ہیں یا وہ تسلیم ہوئے ہیں۔ اسی طرح طوری لوگوں میں بھی کئی لوگ متعدد تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ جنگی جرائم میں ملوث پائے گئے۔ ان کی اکثریت کو بھی سیکیورٹی اداروں نے گرفتار کیا ہے۔ اسی طرح صدہ کے محاذ پر دونوں فریقوں کے درمیان مسلسل مورچوں سے دوبہ دو لڑائی میں کافی جانی نقصان ہوا۔ مگر وہاں پر لشکر کشی کے بجائے اکثر دفاعی لڑائی رہی۔ البتہ اپر کرم میں شلوزان تنگی کو سنی لوگوں سے خالی کرالیا گیا۔ وہاں پر بھی کافی فسادات ہوئے۔ بوشہرہ گاؤں پیچ میں جزوی نقصان کے باوجود محفوظ رہا۔ مگر فسادات اور بد حالی وہاں پر بھی

رہی۔ اس دوران ان دو فرقوں کے درمیان انسانیت کے جذبے تلے چپکے چپکے ایک دوسرے کی مدد ضرور ہوئی جس کو میں سلام پیش کرتا ہوں۔ دونوں فریقوں پر جنگی مراکز سے کڑی نگرانی ہوتی تھی۔ کسی طرح تعلق رکھنے پر جاسوس کہلایا جاتا تھا۔

2007ء سے قبل کُرم کے حالات نہایت ہی سازگار تھے۔ تقریباً نوے فی صد امن تھا۔ بند و بستی علاقوں میں سرکاری مشینری تھی۔ علاقہ غیر میں لوگ اپنے روایات کے ساتھ نہایت ہی امن سے رہ رہے تھے۔ اگرچہ اُن کی قبائلی دشمنیاں ہوا کرتی تھیں مگر امن عامہ کو اُن سے کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔ علاقہ غیر میں لوگ بغیر خوف و خطر سفر کرتے تھے۔ اُس وقت ہر چیز معمول کے مطابق چل رہی تھی۔ اُس وقت علاقے کے حالات معمول کے تھے۔ مگر 2007ء کی فسادات کے وقت کُرم کے حالات معمول کے نہیں تھے جس کا بر وقت ادراک نہیں کیا گیا۔ اگر ہم کُرم کے عوام اِس جنگ کو بھی روایتی اور دفاعی انداز میں لڑتے اور جنونیت کا مظاہر نہ کرتے تو شاید ہمیں یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے۔ ہم بر وقت حالات کا ادراک نہ کر کے موقع گنوا بیٹھے۔ کیونکہ افغانستان میں امریکہ اتحادیوں سمیت ایک خونریز جنگ میں مصروف رہا اور پاکستان سے ڈو مور کا مطالبہ کرتا رہا ہے۔ امریکہ پاکستان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ نتیجتاً ڈیورنڈ لائن پر دونوں اطراف سے دونوں ممالک کی جانب سے در اندازی کے الزامات لگتے رہے ہیں اور ایک تیسری فریق طالبان کی مداخلت پر کُرم کے اندر اتنی بڑی تباہی ہوئی کہ تاریخ میں اِس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کشیدہ حالات میں 2007ء تا 2013ء اخر تک پے در پے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ جن میں اکثریت بے گناہ لوگ نشانہ بنے۔ محاذ پر مورچوں کی لڑائیوں سے لے کر پورے کُرم کے اندر چھپّری تاتری منگل ہر جگہ پر شیطان ننگا ناچتا رہا۔ یہاں تک کہ محصور لوگوں کو کھانے پینے کی اشیاء دستیاب نہ رہے۔ کوئی بیماری کی وجہ سے تڑپ کر جان گنوا بیٹھا تو کوئی راستے میں گولی کا نشانہ بنا۔ اپر کُرم کے لوگوں کو لوئر کُرم کے علاقوں میں بے دردی سے قتل کیا گیا۔ ان کی کانوائی تک محفوظ نہ رہی۔ کرم کے اندر خواتین کی عزت تک محفوظ نہ رہی۔ کسی کا جاسوسی کے الزام میں سر تن سے جدا ہوا تو کسی کو مارنے کے بعد لاش کو آگ لگائی گئی۔ لوئر

اور سنٹرل کرم سے لوگ اغواء ہوئے۔ اکثریت کی لاشیں ملیں۔ چند ایک رہا ہوئے۔ مگر چند لوگوں کا ابھی تک لاشیں بھی نہ ملیں۔ کُرم کے اپنے جان پہچان کے لوگوں تک کو مار دیا گیا۔ اپر کُرم کے لوگوں کا پاکستان کو انے تک افغانستان میں خوست' کابل اور جلال اباد سے ہو کر پشاور انا پڑتا تھا۔ عارضی طور پر ان کے لئے ہیلی کاپٹر کا بھی بندوبست ہوا تھا مگر اتنی بڑی ابادی کے لئے یہ ممکن نہ تھا۔ بوشہرہ اور دیگر سنی دیہاتوں کے لوگوں سے یہاں تک سنا گیا کہ مہینوں تک بغیر نمک کے کھانا کھانا پڑتا۔ سالوں پر محیط دہشت کا عالم ہوتا۔ پھر کبھی سیکیورٹی فورسز کے ذریعے ان کو خوراک کی سپلائی ممکن بنائی جاتی۔ کرم لوگوں کی اکثریت جو پشاور اور دیگر شہروں میں نظر اتی ہے یہ ان فسادات کے بعد بے دخل ہوئے اور اب ان فسادات کو یاد کر کے واپس جانا نہیں چاہتے۔ العرض انسانیت کا جنازہ نکالا گیا۔

قبائلی عوام فاٹا کے سطح پر مشترکہ طور پر اپنے ائینی حقوق منگوانے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ قیام پاکستان سے اب تک قبائل کے برائے نام منتخب شدہ عوامی نمائندے اکثر اپنے ووٹ بیچ کر حکومت کا حصہ بنتے ائے ہیں۔ چند ایک کے علاوہ تمام کو اپنی فکر ہوتی ہے کہ کس طرح اپنی خرچ شدہ رقوم کو واپس کر کے ان پر مزید سرمایہ بنائیں۔ کیونکہ جب یہ الیکشن لڑتے ہیں تو پیسے کے بل بوتے پر لڑتے ہیں۔ جب یہ لوگ پیسے سے منتخب ہو جاتے ہیں تو وہ ووٹ بیچ کر اپنے حقوق کی بات نہیں کر سکتے۔ جس کی مثال فاٹا کے اندر ایف سی ار کا کالا قانون ہے۔ ابھی تک سابقہ اراکین اسمبلی نے فاٹا سے اس نحوست کو ختم نہ کرا سکے۔ مزید یہ کہ فاٹا کے اندر سروس سٹرکچر کا مسئلہ بہت گھمبیر ہے۔ یہ ملازمین فیڈرل تصور کئے جاتے ہیں لیکن جب ان کے حقوق کی بات ہو تو فیڈرل حکومت ان کے لئے قانون سازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہاں پر نمائندگی کی شرح کا مسئلہ ہے۔ خیبر پختونخوا حکومت ان کو اپنے ملازمین مانتے نہیں۔ لہٰذا یہ ملازمین اپنے حقوق کے لئے در بدر پھرتے نظر اتے ہیں۔ اس کا سادہ سا اور دیرپا حل یہ ہے کہ چونکہ فاٹا کے عوام اپنے حقوق نہیں منوا سکتے لہٰذا فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کر کے فوری طور پر مشکلات سے چھٹکارا مل جائے گا۔ جس سے خیبر پختونخوا اسمبلی میں فاٹا کی نشستیں مختص ہو جائیں گے وگرنہ جداگانہ

حیثیت کی بات کرنا پھر اسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات ہو گی۔ کیونکہ حقوق منگوانے میں ابھی تک خیبر پختونخوا بھی مکمل طور پر خود مختار نہیں ہے۔ ایسی حالت میں فاٹا کی حالت مزید دگرگوں ہو گی۔ مزید برآں گلگت بلتستان کو صوبہ کی حیثیت تو دی گئی ہے مگر ابھی تک پاکستان کے چار صوبوں کی بات ہو رہی ہے اور گلگت بلتستان کو وہ اہمیت حاصل نہیں جو کہ دیگر صوبوں کو حاصل ہے۔ یہی حال فاٹا کا بھی ہو گا۔

عام طور پر عوام سے اختیار حاصل کرنے کے لئے چار قسم کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

1. صنفی، نسلی، لسانی اور مذہبی لحاظ سے ان کو تقسیم کیا جاتا ہے۔
2. ان سے تعلیم کا حق چھین لیا جاتا ہے تاکہ وہ جاہل رہ کر حالات کا ادراک نہ کر سکے۔
3. ان سے مادری زبان چھین لی جاتی ہے۔
4. ان کا اقتصاد تباہ کیا جاتا ہے۔

مردم شماری رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ 2 مارچ 2017ء کو وفاقی حکومت نے فاٹا ریفارمز کمیٹی کے سفارشات کی منظوری دے دی۔ جس میں فاٹا سے ایف۔ سی۔ ار کو ہٹانے اور خیبر پختونخوا میں انضمام شامل تھا۔ اس طریقہ کار کو مکمل کرنے کے لئے پانچ سال کا عرصہ درکار ہو گا جو کہ 2022ء پر اختتام پذیر ہو گا۔ ان سفارشات اور منظوری نے غیر واضح صورت اختیار کر لیا ہے۔ جبکہ فاٹا کے عوام فی الفور خیبر پختونخوا میں انضمام کے ساتھ صوبائی اسمبلی میں نشستوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اب چونکہ پاکستان سرکار پر فاٹا کے حوالے سے بیرونی بین الاقوامی دباؤ بھی ہے اسلئے مزید فاٹا کو اس طرح نہیں رکھا جا سکتا اور ایف۔ سی۔ ار کا خاتمہ وقت کا تقاضہ ہے۔ اس واسطے سرکار کو مزید تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

رپورٹ میں فاٹا کی ابادی 5001676' رقبہ 27229 مربع کلومیٹر اور 10510 مربع میل ظاہر کیا گیا ہے۔[1] مگر فاٹا کے عوام اس مردم شماری کو رد کرتے ہیں اور ایک کروڑ ابادی کا دعوی کرتے ہیں۔

1 www.fata.gov.pk

تاریخ:

مردم شماری رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قبائل کو قابو کرنے کے لئے انگریز راج نے فاٹا کے اندر ایف سی ار کو لگایا تاکہ ان کو زیادہ اختیارات حاصل ہو۔جس سے انسانی حقوق پائمال ہوئے اور ایف۔سی۔ار کو کالا قانون جانا گیا۔ امریکہ کے ادارہ برائے امن کے مطابق اس علاقے میں 1980ء میں تبدیلی ائی۔ مجاہدین سی ائی اے "اپریشن سائیکلون" کے حلیف کے طور پر' دونوں نے سوویت یونین کے خلاف برلن دیوار گرنے سے قبل سوویت یونین "روس" کے ٹکڑے ہونے تک ایک ساتھ تھے۔

2001ء میں "تحریک طالبان" کے جنگجو اس علاقے میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ فاٹا کے اندر 2004 میں 80 ہزار فوج داخل ہوئی تاکہ وہ القاعدہ کو تلاش کریں۔ چونکہ اس وقت پاکستان یہ اپریشن امریکہ کی تعاون سے کررہا تھا تو ان کو طالبان کی جانب سے سخت مزحمت کا سامنا ہونا پڑا۔ بعد میں فاٹا اور سوات کے مقامات پر طالبان کے ساتھ معاہدے بھی ہوئے۔[1] کُرم میں 2 تا 3 ہزار لیوی اور خاصہ دار فورس موجود ہے مگر کُرم انتظامیہ نے حدود ذمہ داری کے تحت عوام سے طالبان کے خلاف امن لشکر بنائے۔ جس سے کافی تعداد میں کُرم کے سرکردہ مشران قتل ہوئے۔ یہ کام 2011 میں ہوا۔ مگر پورا پشتون خطہ تباہ وبرباد ہوا۔ کوئی لگ بھگ 70 ہزار سے جانی نقصان ہوا۔ سینکڑوں بم دھماکے ہوئے۔ افغانستان اور پاکستان کے اندر "سور انقلاب" سے اب تک مجموعی طور پر تقریباً پندرہ لاکھ سے زیادہ پشتون لوگوں کو جانی نقصان ہوا۔ پشتون بلٹ جنگ کا مرکز بن گیا ہے۔

کرم ایجنسی کے اندر پہلی بار 12 مارچ 2009 کو پہلا امریکہ کا ڈرون میزائل حملہ ہوا جس سے عالمی سطح پر یہ علاقہ توجہ کا مرکز بنا۔[2] فاٹا کے دیگر ایجنسیوں کے برعکس فاٹا

[1] Available on: https://en.wikipedia.org/wiki/Federally_Administered_Tribal_Areas accessed on 07.12.2017

[2] Available on; https://jamestown.org/program/sectarianism-in-pakistans-kurram-tribal-agency/accessed on 8.12.2017

میں فسادات فرقہ وریت کے نام سے پھوٹ پڑیں۔ جن میں لوئر اور سنٹرل کُرم میں سنی فرقہ کی اکثریت ہے جبکہ اپر کُرم میں شیعہ فرقہ کی اکثریت ہے۔ کُرم ایجنسی میں فسادات کو فرقہ وریت کا نام دیا گیا جبکہ اسی طرح فسادات خیبر ایجنسی میں لشکر اسلام اور انصار الاسلام کے نام سے ہوئیں۔ فسادات کے لئے جہاں کہیں کوئی نازک مسئلہ جواز بنا وہاں پر وہی اصطلاح استعمال ہوا۔

کُرم کے اندر چالیس فی صد شیعہ عوام ہیں' ان کی اکثریت اپر کُرم میں ہے۔ اپر کُرم میں زیادہ تر طوری لوگ رہتے ہیں اٹھارویں صدی تک بنگش کے تحت بطور ہمسایہ رہتے تھے۔ یہ واحد پشتون قبیلہ ہے جو کہ مکمل طور پر شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ لوئر کُرم اور سنٹرل کُرم کے اندر سنی لوگوں کی اکثریت ہے ان کی مجموعی ابادی شیعہ سے زیادہ ہے۔ گندمک معاہدہ 1879 کی رو سے افغان نے کرم کا دعویٰ کیا۔ طوری نے انگریز سرکار سے درخواست کی کہ وہ کُرم انتظام اپنے تحویل میں لے لیں۔ جس کے نتیجے میں 1892ء میں انگریز کرم کے اندر داخل ہوا۔ کابل پارہ چنار سے محض 100 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔[1] یہی کچھ کرم گزیٹئر 1908 میں بھی لکھا گیا ہے کہ طوری نے ایک پیٹیشن کے ذریعے انگریز کو کرم بلایا۔

جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ کرم کے اندر جنگوں کی ابتداء جائیداد کا تنازعہ تھا۔ جنگوں کا یہ سلسلہ 1930 سے جاری ہے۔ مگر 1980 میں افغان سور انقلاب کے نتیجے میں افغان مہاجرین ہجرت کر کے ائے تو کُرم کے امن کو غارت کرڈالا۔ ان میں زیادہ تر سنی عقیدے کے مجاہدین تھے اور انہوں نے سنی نظریہ جہاد کے مفکورے کا برانڈ متعارف کرایا۔ شیعہ عقیدے کے لوگوں نے ان کے مذہبی پیشوا علامہ عارف حسین الحسینی کی قیادت میں ایران انقلابی نظریہ ان کے دینی مراکز نجف اور کوم سے تربیت لے لی۔[2] یہ وہ وقت جب

[1] Ibid.

[2] Available on; https://jamestown.org/program/sectarianism-in-pakistans-kurram-tribal-agency/accessed on 8.12.2017

جائیداد اور پانی کے تنازعات سے بڑھ کر کرم کا مسئلہ عالمی حالات کے ساتھ جوڑا گیا۔ سنی لوگ سعودی عرب کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں جبکہ شیعہ لوگ ایران سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اب چونکہ عالمی سطح پر سعودی عرب اور ایران کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ لہٰذا کُرم کے اندر روحانی وابستگی سے حالات خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ گلوبلائزیشن کی وجہ سے عالمی تعلقات اثرانداز ہوتے ہیں۔

پہلی بار بڑے پیمانے پر لڑائی 1986ء میں ہوئی جب شیعہ عوام نے سنی مجاہدین کو افغانستان جانے سے روکا۔ 1988ء میں علامہ عارف حسین الحسینی کو قتل کر دیا گیا اور طوری لوگوں نے جنرل ضیاءالحق کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ اس کے بعد 1996ء میں ایک جنگ ہوئی جس میں گلف ٹائمز 7 ستمبر 2005 کے مطابق شیعہ اور سنی دونوں فرقوں سے کوئی دو سو سے زیاہ لوگ قتل ہوئے جب کالج کے پرنسپل کو شیعہ مشتعل لوگوں نے قتل کر دیا۔[1]

2001ء میں جب القاعدہ اور طالبان تورہ بورہ کے راستے افغانستان سے بھاگ نکلنا چاہتے تھے تو ایک فرقہ عرب کو پناہ نہیں دیتے تھے جبکہ دوسرا فرقہ ان کے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا۔ عینی شاہدین کے مطابق جب ان کو کوہاٹ لاتا تھا تو راستے میں دو گاڑیوں میں لاتے ہوئے اڑاولی کے مقام پر عرب نے لیوی فورس پر گاڑیوں کے اندر حملہ کیا۔ ایک گاڑی الٹ گئی۔ دونوں گاڑیوں میں سے دس عرب کو مارا گیا۔ ان میں سے چند کو سنی لوگوں نے اڑاولی اور باگزئی کے مقامات پر دفنا دیا۔ ان کے خلاف ہیلی کاپٹر کے ذریعے کاروائی ہوئی۔ ان کو دوبارہ گرفتار کیا اور کوہاٹ لے گئے۔ اس کے بعد کرم ایجنسی میں مختلف جہادی تنظیمیں داخل ہوئے۔[2] ان تنظیموں نے کرم کا ستیاناس کر دیا۔ شیعہ فرقہ میں بھی مختلف ناموں پر تنظیمیں وجود میں ائے جو کہ کرم کے امن کے لئے ہر طرح سے خطرناک ہیں۔ یہ دراصل سیکیورٹی کی ناگفتہ بہ صورت حال کی وجہ سے وجود میں ائیں۔ اگر موقع پر

[1] Ibid.
[2] Ibid.

سیکیورٹی فورسز بروقت کاروائی کرتے تو اتنے بڑے پیمانے پر تباہی سے کُرم ایجنسی کو بچایا جاسکتا۔ کیونکہ ایف۔ سی کے دستے موجود تھے۔ مگر وہ ایکشن نہیں لیتے تھے۔

دی نیوز (اسلام اباد) 19 ستمبر' 2008 کی رپورٹ کے مطابق اب تک کرم کے اندر پندرہ سو سے زیادہ ہلاکتیں ہوئی ہیں اور پانچ ہزار سے زیادہ لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ ڈان 9 اپریل 2007 کے مطابق تشدد کی یہ کاروائیاں اپریل 2007 میں اس وقت شروع ہوئیں جب پاڑہ چنار میں ایک جلوس پر گولی چلائی گئیں۔ دی نیوز 6 اپریل 2008 کے مطابق ان جنگوں میں بڑا اسلحہ مارٹر گن اور ار جی پیز استعمال ہوئیں۔ جس کے نتیجے میں 250 سے زیادہ لوگ موت کے گھاٹ اتارے گئے اور چھ سو سے زیادہ لوگ زخمی ہوئے۔ میجر مست گل (حرکت لمجاہدین) نے 9 اپریل کو پشاور میں پریس کانفرس کر کے ان فسادات کے پیچھے ایران کو مورد الزام ٹھہرایا او پاک ارمی سے مداخلت کی اپیل کی۔ اگر پاک ارمی اس طرح نہیں کرتی تو دوسرے علاقوں سے لوگ سنی لوگوں کی مدد کیلئے ائیں گے۔[1]

نومبر 2007ء میں فسادات دوبارہ شروع ہوئے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جمعہ نماز کے دوران پاڑہ چنار میں سنی مسجد پر بم پھینکا گیا اور شیعہ کے گھروں اور مساجد پر راکٹ فائر ہوئے۔ پاک ارمی نے گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال کئے مگر فسادات دیہاتوں تک پھیل گئیں۔ فرنٹیئر پوسٹ 27 دسمبر 2007 کے مطابق وزیرستان سے طالبان سنی لوگوں کے ساتھ شامل ہوئے جنھوں نے پیراملٹری فورسز کو بھی نشانہ بنایا۔ (ڈیلی ٹائمز 2 جنوری 2008) میں یو این ایچ سی ار کے مطابق ایک خبر شائع ہوئی کہ 6000 سے زیادہ سنی لوگ جن میں زیادہ تر بچے اور خواتین شامل تھے وہ افغانستان بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ موسم سرما میں ان فسادات نے مزید قوت پکڑ لی۔

فسادات میں شدت کے بعد ٹل پاڑہ چنار روڈ بند ہوگیا۔ جس سے پاڑہ چنار (اور

[1] Available on; https://jamestown.org/program/sectarianism-in-pakistans-kurram-tribal-agency/accessed on 8.12.2017

ساتھ ہی بوشہرہ گاؤں جہاں سنی لوگ رہتے ہیں) کو ہر قسم کی سپلائی بند ہوگئی۔ خوراک کی اشیاء کے ساتھ دوائیوں کی کمی پیدا ہوئی۔ پاڑہ چنار اور پشاور کے درمیان سفر کرنا شیعہ لوگوں کا بند ہوا۔ گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو اغوا کئے جاتے تھے یہاں تک کہ درہ ادم خیل کے مقام پر مسافروں کی پشت پر محرم کا ماتمی نشان اور شناختی کارڈ چیک چیک ہوتے تھے۔ یہ خبر ڈان، 6 ستمبر 2008 میں چھپی ہے۔ پیراملٹری فورسز کے لوگوں کو اغوا کیا جاتا تھا اور اکثر حالات میں ان کے سر تن سے جدا کرتے تھے۔ ان حالات سے تنگ اکر اپر کُرم کے اکثر لوگ پشاور، راولپنڈی اور اسلام اباد منتقل ہوئے۔ سرحد پر رہائش پذیر سنی لوگ پاکستان سے کٹ کر افغانستان سے ضروریات پورا کرتے تھے۔ زندگی جمود کا شکار ہوئی۔

اس کے بعد اسلام اباد میں پولیٹیکل ایجنٹ اور خیبر سے ایک ملک کی سرکردگی میں ایک جرگہ ہوا۔ مری کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا جس کے بعد روڈ کھل گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مخالف فریقین کے اغواء شدہ لوگوں کو رہا کردیا گیا۔ (دی نیوز، 7 دسمبر۔ 17 دسمبر 2008) مگر پھر بھی فسادات کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ روڈ کی بندش 2011 کے اخر تک رہی۔ البتہ کانوائے کی شکل میں لوگ جاتے تھے۔ روڈ کی بندش کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اسی روڈ پر شیعہ کمیونٹی کو جس طرح بے دردی سے قتل کیا گیا یہ تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ صدہ سے لے کر ٹل تک ہر جگہ ان کو نشانہ بنایا گیا۔ اس بارے میں میری سگی بہن مجھے ایک واقعہ سنارہی تھی کہ ایک دن دہشت گردوں نے چند لڑکوں کو گاڑی سے اتارا تھا اور ہمارے گاؤں سے ہو کر پہاڑ کی جانب لے جارہا تھا۔ ان میں سے ایک قدآور اور نہایت ہی حسین لڑکا تھا۔ تمام دہشت گرد اس کے مقابلے میں پست قامت تھے۔ اس کی نقش و نگار اور کپڑوں سے لگ رہا تھا کہ بہت پڑھا لکھا ہے اور مالدار خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اس کو ہمارے سامنے سے گزار رہا تھا تو وہ ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور بار بار مڑ کر پیچھے دیکھنے سے لگ رہا تھا کہ شاید کوئی اکر میری مدد کریں۔ ہوسکتا ہے اس کی میرے اوپر نظر پڑی ہوگی۔ وہ میرا اپنا تھا کیونکہ وہ ماں کا بیٹا تھا۔ ماں عورت ہی ہوتی ہے۔ ایک عورت ہوتے ہوئے میری کیا مجال کہ میں اُس کو اُن کے چنگل سے چھڑا لیتی۔ میں نے پہلو بدلا اور شاید ان کے پیچھے ہاتھ

بھی بڑھایا اور مٹھی بند کر کے اس حسین لڑکے کو ان سے چھڑایا اور اپنے حصے کے ظلم کو روکا مگر پھر وہ میری نظر سے اوجھل کیا گیا تھا۔ میری نظر میں تصویر رہ گئی۔ وہ تصویر اب بھی میرے خیال میں ہے۔ مگر پھر میرے سامنے گنے درخت اور سناٹا رہا۔ چند دنوں بعد یہ خبر ضرور سننے کو ملی کہ دہشت گردوں نے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکے کو ہلاک کیا اور یہ خبر بھی ائی کہ مرنے سے پہلے اس نے یہ منت کی تھی کہ مارنے کے بعد میرے چہرے کو سلامت رکھیں تاکہ میری ماں مجھے اچھی طرح دیکھ لیں۔

اسی طرح ایک اور واقعہ میرے رونگھٹے کھڑا کرتا ہے کہ چند سنی لڑکوں کو سڑک پر گاڑی سے اتارا گیا۔ ان کو ایک بند کوٹھی میں رکھا۔ ایک بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ اگلے روز دو خوبصورت نوجوان گولیوں سے چھلنی ملے۔ ان کی لاشوں کو بھیجا گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ لاشوں کا تبادلہ کُرم انتظامیہ کررہا تھا۔ اس طرح سفاکی کے ہزاروں مثالیں ہیں جو گزشتہ فسادات میں رونما ہوئے۔

ان تمام واقعات کے پیچھے جو محرک کارفرما تھا وہ اُدھر کا بدلہ ادھر لے لو اور اِدھر کا بدلہ اُدھر لے لو۔ جس طرح بھی ہو حساب برابر کرو۔ بلکہ تھوڑا زیادتی کرو تاکہ بوقت ضرورت کام ائے کیونکہ لاشوں کا کاروبار ہے۔ اس بارے میں مجھے جرمن فلاسفر اور مصنف "ہائنرش بوئیل" یاد اتا ہے جو کہتا ہے کہ :

" ہم تباہی اور قحط کے بعد بھائی چارے کی نئی فصل تیار کریں گے، بھائی چارہ ہمارا پیدائشی حق ہے کیونکہ ہم نہ تو اجتماعی طور پر مجرم ہیں اور نہ معصوم۔"[1]

ہائنرش بوئیل مزید لکھتا ہے : " گرجا اب تک محبت کو دریافت نہیں کرسکا حالانکہ اس کے پاس خاصا متن موجود ہے۔"[2]

کرم کے اندر عسکریت پسندوں کے گروہ :

ایک محتاط سروے کے مطابق کرم کے اندر سنی اور شیعہ دونوں فرقے عسکری

---

[1] بوئیل ہائنرش ’زبان سے کچھ نہ کہا‘ (ناول)، ترجمہ : فہیم انصاری، ’ہ لوگ پبلی کیشنز‘ کراچی، اپریل 1996، ص۔11

[2] ایضاً

ونگ رکھتے ہیں۔ جہاں تک سنی فرقے کا تعلق ہے اس کے اندر تحریک طالبان پاکستان، لشکر جھنگوی، لشکر طیبہ، سپاہ صحابہ اور اس طرح دیگر کئی تنظیمیں موجود ہیں۔ شیعہ فرقہ میں مہدی ملیشیا، حزب اللہ اور دیگر تنظیمیں سرگرم ہیں۔ یہ تمام عسکری ونگز کسی نہ کسی طرح فسادات میں ملوث پائے گئے ہیں۔

کرم کے اندر حقانی نیٹ ورک کی موجودگی کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ستمبر 2007ء میں نیٹ ورک کے سربراہ سراج الدین حقانی کو کرم کے اندر دیکھا گیا ہے۔ یہ نیٹ ورک افغانستان کے اندر اتحادی فورسز کے خلاف خونریز حملوں میں ملوث ہیں۔ البتہ پاکستان کے اندر کسی قسم کی کاروائی میں ملوث نہیں پائے گئے ہیں۔ اس کے بدلے میں حقانی گروپ نے مداخلت کر کے سنی عسکریت پسندوں کو شیعہ کے ساتھ ایک معاہدے پر رضامند کر دیئے، جن کے درمیان دو بدو لڑائیوں میں زیادہ تر شیعہ مسلم ہلاک ہوئے تھے۔ مخالف سنی مسلم نے مین شاہراہ کو بھی بند کر دیا تھا جو کہ کرم کو پشاور سے ملاتا ہے جو کہ خیبر پختونخوا کا دارالخلافہ ہے۔

کرم میں معاہدہ مقدس ماہ رمضان سے دو مہینے پہلے شروع ہوا تھا۔ کرم سے شیعہ عمائدین اور شیعہ عسکری ملیشاء حقانی نیٹ ورک کے رہنماؤں سے ملے اور معاہدے کئے راہ ہموار کی۔ بنگش نے بتایا جو کہ انسانی حقوق کے چیئرمین ہے اور کرم کے اندر شیعہ اور سنی عوام کے درمیان امن لانے کے خواہاں ہے۔

معاہدے کی رو سے شیعہ نے حقانی نیٹ ورک کو کرم سے شمالی اور جنوبی وزیرستان اور سرحد کے اس پار افغانستان میں خوست اور پکتیا تک راستہ دیا گیا۔[1]

کرم کے اندر خودکش حملے:

1. 4 اگست 2007ء کو پاڑہ چنار کے داخلے راستے پر ایک مصروف بس اڈہ پر کار کے ذریعے خودکش حملہ کیا جس میں 10 لوگ، جس میں ایک دس سالہ لڑکی بھی شامل تھی ہلاک ہوئے جبکہ 43 لوگ زخمی ہوئے۔ یہ کُرم کے اند پہلا خودکش کار بم

[1] https://www.dawn.com/news/586255- accessed on 10.12.2017

دھماکہ تھا۔[1]

2. (ڈیلی ٹائمز 18 فروری 2008) کے مطابق پیپلز پارٹی کے (ایک شیعہ) امیدوار کے الیکشن افس پر ایک خودکش حملہ ہوا جس میں 47 لوگ ہلاک ہوئے اور 100 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ یہ تعداد بعد میں بڑھ گئی۔ یہ خودکش حملہ 16 فروری 2008ء کو ہوا تھا۔
3. 17 فروری 2012ء کو کُرمی بازار پاڑہ چنار میں ایک خودکش حملہ ہوا جس میں 41 افراد ہلاک جبکہ 24 زخمی ہوئے۔ واقعات کے مطابق ایک خودکش بمبار نے خود کرمی بازار میں ایک خودکش کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا۔[2]
4. 10 ستمبر 2012ء کو مصروف ترین جگہ حامد مارکیٹ کشمیر چوک پاڑہ چنار میں خودکش دھماکہ ہوا جس میں 16 افراد ہلاک ہوئے اور 40 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ فوری طور پر کسی نے دھماکے کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔[3]
5. 6 مئی 2013ء میں سیواک پاڑہ چمکنی میں منیر خان اورکزئی کے انتخابی جلسے میں ایک خودکش دھماکہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں 30 سے زیادہ لوگ ہلاک ہوئے جبکہ 60 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ منیر اورکزئی خود بھی زخمی ہوا تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس خودکش حملے کی رپورٹ بھی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی اس حملے کا کسی سرکاری یا ویب نیٹ میں کوئی اندراج ہے۔
6. 26 جولائی 2013ء کو پاڑہ چنار میں ایک یک کے بعد دیگرے دو خودکش حملے ہوئے جس کے نتیجے میں 62 لوگ ہلاک جبکہ 180 زخمی ہوئے۔[4]

[1] Available on:http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/waziristan/datasheet/suicideattack.htm , accessed on 08.12.17
[2] Ibid.
[3] Available on:http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/waziristan/datasheet/suicideattack.htm. accessed on.08.12.2017
[4] Ibid.

7. 6 مئی 2015ء کو علی زئی لوئر کُرم ایجنسی کے مقام پر ایک فٹ بال گراؤنڈ پر حملہ ہوا جس میں ایک شخص تین سخص ہلاک ہوئے جبکہ 2 زخمی ہوئے۔ موقع پر موجود سیکیورٹی فورسز نے ایکشن لیا اور ایک خود کش حملہ اور کو ہلاک کر دیا جبکہ دوسرے نے خود کو اُڑایا۔[1]
8. 31مارچ2017ء کو امام بارگاہ نور مارکیٹ میں خود کش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں 24 افراد ہلاک جبکہ 100 سے زیادہ زخمی ہوئے۔[2]
9. 24جون'2017ء کو طوری بازار پاڑہ چنار میں اس وقت حملہ ہوا جب لوگ افطاری کے لئے بازار میں سودا خریدنے میں مصروف تھے۔ اس خود کش حملے کے نتیجے میں 67 افراد ہلاک ہوئے جبکہ 200 سے زیادہ زخمی ہوئے۔[3]

ان خود کش حملوں میں زیادہ تر پاڑہ چنار میں ہوئے ہیں۔ پاڑہ چنار کی انٹری پر سخت سیکیورٹی بھی ہے۔ عوام میں تشویش پائی جاتی کہ اس کے باوجود یہ حملے کیسے ہو رہے ہیں۔ خو کش کس طرح داخل ہونے میں کامیاب ہو جائے ہیں۔ ان حملوں کی تدارک کے لئے منصوبہ بندی کی جائے تاکہ عوام مزید تباہی سے بچ سکے۔

اس کے علاوہ بارودی سرنگوں سے بھی بہت جانیں ضائع ہوئے۔ سیکیورٹی فورسز پر کافی روڈ پر نصب بارودی سرنگوں کے دھماکے ہوئے۔ جس میں کافی زیادہ نقصان ہوا۔ بہت سے سیکیورٹی اہلکار اغوا کرنے کے بعد قتل کر دیئے گئے۔ طالبان کے ساتھ مختلف محاذوں پر سیکیورٹی فورسز کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ سنٹرل کرم کو قابو کرنے کے لئے پاک ارمی نے کافی قربانیاں دیں۔ بہت سے جوان افسر اور سپاہی بارودی سرنگوں اور مورچوں میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

[1] Available on: http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/waziristan/datasheet/suicideattack.htm. Accessed on.08.12.2017
[2] Ibid.
[3] Ibid.

کرم ایجنسی میں ڈرون حملے:

فاٹا میں سب سے پہلا مبینہ ڈرون حملہ 18جون 2004ء کو جنوبی وزیرستان میں وانا کے قریب جس میں نیک محمد وزیر سمیت پانچ تا اٹھ لوگ ہلاک ہوئے۔ شروع میں اس حملے کی ذمہ داری پاکستان ارمی نے قبول کر لی۔[1]

1. 16فروری 2009ء کو کرم ایجنسی میں پہلا حملہ ہوا۔ یہ حملہ کرم میں مندوری کے کے قریب سور پُل کے مقام پر حقانی نیٹ ورک کے کیمپ پر ہوا۔ جس میں 30 سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے۔ ان کے بارے میں خیال ظاہر کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ افغانستان میں اتحادی فوج کے خلاف لڑ رہے تھے۔ اس کیمپ پر کوئی تین میزائل داغے گئے تھے۔[2]
2. 12مارچ2009ء کو لوئر کُرم کے علاقے برجو پر ڈرون حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں 24 سے زائد افراد ہلاک ہوئے اور 30 سے زیادہ لوگ زخمی ہوئے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی نشانہ بنے جو بالکل بے گناہ تھے۔ ان میں کالج کے طالب علم بھی شامل تھے۔ اس ڈرون حملے کی جتنی مذمت کی جائے تو کم ہے۔ ان لوگوں کو یہاں کی رہائشی ہونے کی وجہ سے نشانہ بنے۔[3]
3. 27 اگست 2010ء میں امریکہ کے ڈرون سے میزائل حملہ ہوا جس میں 5 لوگ ہلاک ہوئے۔ اس حملے میں دو گاڑیوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ پہلا حملہ تھا مگر اس سے قبل بھی دو حملے ہوئے تھے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔[4]

[1] Available on:https://en.wikipedia.org/wiki/List_of_drone_strikes_in_Pakistan. Accessed on.08.12.2017
[2] Ibid.
[3] Available on: https://en.wikipedia.org/wiki/List_of_drone_strikes_in_Pakistan.accessed on. 08.12.2017
[4] Availableon.https://en.wikipedia.org/wiki/List_of_drone_strikes_in_Pakistan.accessed on.08.12.2017

4. 20 جون 2011ء کو ڈرون سے تین میزائل داغے گئے جن میں سے 15 تا 17 لوگ ہلاک ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بعض عسکریت پسند تھے مگر 2۔7 لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ عام سویلین تھے۔[1]

5. 18 اگست 2015ء کو کُرم ایجنسی میں شابک کے مقام پر ایک ڈرون حملہ ہوا جس میں 3 افراد ہلاک ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تحریک طالبان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں ایک کمانڈر ظاہر کیا جاتا ہے۔[2]

6. 22 جنوری 2017ء کو کرم ایجنسی شہیدانوں ڈنڈ کے مقام پر ڈرون حملہ ہوا جس میں ایک ایک شخص زخمی ہوا۔ یہ مشکوک ٹھکانہ جانا جاتا تھا۔

7. 2 مارچ 2017ء کو کرم ایجنسی میں پاک افغان سرحد کے قریب ایک گاؤں پر ایک ڈرون حملہ ہوا جس میں 2 افراد ہلاک ہوئے۔ گاؤں کا نام نہیں لکھا گیا ہے۔ اس میں زخمی نہیں بتائے گئے ہیں۔[3]

8. 15 ستمبر 2017 کو غوزگڑھی کے مقام پر ڈرون حملہ ہوا جس کے نتیجے میں تین افراد ہلاک ہوئے۔

9. پاک افغان سرحد کے قریب مقبل کے قریب منگل کے روز ایک مکان کو نشانہ بنایا گیا جسے ڈرون میزائل حملہ قرار دیا۔ اس حملے کے نتیجے میں کم از کم پانچ لوگ مارے گئے۔ یہ حملہ بالکل زیرو پوائنٹ پر کیا گیا۔ ان میں سے ایک کو سنگین ولی شاہ کے نام سے یاد کیا گیا جو کہ عسکریت پسند لیڈر کہلایا جاتا تھا۔ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اس حملے میں سترہ سے زیادہ لوگ ہلاک ہوئے۔ گھر کا مالک سعید کریم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حملے کی رپورٹ 16 اکتوبر 2017ء کو شائع ہوئی۔[4]

---

[1] Ibid.
[2] Ibid.
[3] Availableonhttp://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/database/Droneattack.htm.accessedon.08.12.2017
[4] Availableon.https://tribune.com.pk/story/1532947/drones-hit-house-along-pak-afghan-border-accessed on08.12.2017

10. امریکہ ڈرون میزائل نے پاک افغان سرحد کے قریب حملہ کیا جس کے نتیجے میں تین لوگ ہلاک ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق جو کہ 30 نومبر 2017 کو شائع ہوئی کہ جمعرات کو 4 بج کر 30 منٹ پر ڈرون میزائل حملہ ہوا۔ حملے میں مبینہ طور پر طالبان کمانڈر رشید خان کا مکان نشانہ بنایا گیا۔[1]

11. 3 دسمبر 2017 کو کرم ایجنسی میں پاک افغان سرحد کے قریب ایک ڈرون حملہ ہوا جس کے نتیجے میں 4 افراد ہلاک ہوئے جبکہ زخمی نہیں بتائے گئے ہیں۔[2]

اب تک فاٹا کے اندر کل 328 ڈرون حملے ہوئے ہیں۔ ان میں سے 11 معلوم حملے کرم ایجنسی کے اندر ہوئے ہیں۔ ان حملوں میں کل 2845 لوگ ہلاک اور 354 زخمی ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان ابھی تک ان حملوں سے لا تعلّقی کا اظہار کرتی ہے۔ مگر یہاں پر ریاست کی خود مختاری پر ایک سوال اٹھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حملے امریکہ کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ برطانوی سامراج کے بعد امریکہ نے فاٹا کو اتنا تباہ و برباد کر دیا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان ڈرون حملوں میں سے زیادہ تر شمالی اور جنوبی وزیرستان میں ہوئے اور شاید وزیرستان کا کوئی گاؤں، پہاڑ اور وادی ایسا نہ ہو جہاں پر امریکہ ڈرون حملہ نہ ہوا ہو۔ بلکہ اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ تفصیل دیکھ کر انسان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں ضرب غضب کے بعد اب وہاں کے عوام کے پاس چاقو تک نہیں تو پھر ان ڈرون حملوں کا کیا جواز بنتا ہے۔ ڈرون کے یہ حملے اب کرم کے اندر بڑھ رہے ہیں جس سے خدشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ رہی سہی کسر یہاں پر پورا کیا جائے گا۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ دن رات یہ ڈرون گررش کر رہے ہیں۔ معصول لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ ان سے لوگ نفسیاتی مریض بن گئے ہیں۔ یہ ڈرون کبھی اتنے نیچے اتے ہیں اور

---

[1] Availableonhttps://www.geo.tv/latest/170034-three-reported-dead-in-drone-strike-in-kurram.accessedon.08.12.2017
[2] availableonhttp://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/database/Droneattack.htm.accessed on08.12.2017

مسلسل نگرانی کر کے لوگ ڈر محسوس کرتے ہیں۔ فاٹا کے قبائلی عوام نڈر ہیں ورنہ یہاں پر ایک رات ٹھہرنا دشوار ہے۔ ان حالات میں انسانی حقوق کے علمبردار اواز اُٹھائے۔ اگر ضرب غضب کے بعد بھی کوئی دہشت گرد موجود ہے تو ان کو ختم کر کے فاٹا کے عوام کو امن سے رہنے کا حق دیا جائے۔

ڈیمو گرافکس

پاکستان میں چھ بار مردم شماری ہوئی۔ 1951ء میں فاٹا کی ابادی کو 1332005، 1961ء میں 1847195، 1972ء میں 2491320، 1981ء میں 2198547، 1998ء میں 2746490 اور اب 2017ء میں 5001676 ظاہر کیا گیا ہے۔ ان اعداد وشمار سے لگتا ہے کہ فاٹا کی ابادی اس سے زیادہ ہوگی۔ کیونکہ ائی ڈی پیز کی صورت میں اکثریت علاقہ کو چھوڑ گئے ہیں اور اربانائزیشن کی وجہ سے وہ لوگ واپس انا نہیں چاہتے۔ فاٹا کی ابادی کسی 80لاکھ سے کم نہیں ہوگی بلکہ بعض لوگ تو ایک کروڑ سے تجاوز کی دعوی کرتے ہیں۔ فاٹا ریفارمز کمیٹی 2016 نے کرم کی ابادی کو 659،638 بتایا ہے۔

جمہوریت اور فاٹا :

فاٹا کے عوام کو ووٹ کا حق دینا: فاٹا کے عوام کو بالغ رائے دہی کا حق 1996ء میں ایک ایکٹ کے ذریعے دیا گیا۔ جس کو "Extension of the adult franchise Act 1996 to FATA" کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل فاٹا کے عوام کو ووٹ کے حق سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ 1997ء کے عام انتخابات اس بنیاد پر لڑی گئیں۔ اسی طرح مقامی حکومت ارڈیننس 2001 میں ہوئی۔ مگر مقامی حکومتوں کا اب تک کوئی تصور نہیں۔[1] اس سے قبل فاٹا سے صرف ملک (لنگی ہولڈرز) ووٹ کا حق رکھتے

[1]Available on http://www.safron.gov.pk/safron/userfiles1/file/Report%20of%20the%20Committee%20on%20FA, accessed on 8.12.2017

تھے جو کہ پڑیار کی (پدرسری نظام) کی ایک مذموم شکل تھی۔ یہ ملک اپنے ووٹ کو فروخت کرتے تھے۔ اس وقت کُرم سے قومی اسمبلی کی ایک نشست ہوا کرتی تھی۔ ممبر کو منتخب ہونے سے قبل قوموں کے درمیان سمجھوتہ ہوا کرتا تھا اور پھر باری بھی ہوتی تھی۔ اسی طرح ان پڑھ اور جاہل ملک اسمبلی میں جاتے تھے جو پوری ٹینیور میں کبھی اسمبلی میں کھڑے ہونے کی جرات نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں ایسے نااہل ممبر بھی دیکھے گئے ہیں کہ اگر اردو میں تقریر مشکل تھی تو پشتو زبان میں اپنے مطالبات کو پیش نہ کر سکیں۔ اس دور میں فاٹا کے لئے کچھ نہیں کیا گیا تھا کیونکہ ممبر نااہل ہوتے تھے۔[1]

فاٹا تک سیاسی پارٹیوں کی وسعت کا حق :

فاٹا پرلیمنٹرین کی کوششوں کی بدولت اس وقت کے صدر اصف علی زرداری نے ایف۔سی۔ار (2011) میں ترمیم کر کے ایکسٹینشن پولیٹیکل پارٹیز ارڈر 2002 کو قبائلی علاقوں تک وسیع کرنے پر دستخط کر دیا۔ اس کے بعد فاٹا میں سیاسی جماعتوں کو کھلی اجازت ہے کہ وہ وہاں پر سیاسی سرگرمیاں شروع کریں۔ البتہ یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد اتنی دیر تک تاخیر کیوں کی گئی۔[2]

خواتین اور انتخابات :

جس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کُرم تین تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ اپر کرم میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کی پوری ازادی ہے۔ لوئر کرم میں بھی چند مخصوص سٹیریوٹائپ لوگوں کے علاوہ تمام خواتین کو ازادی ہے کہ وہ ووٹ ڈالیں۔ مگر یہاں پر بھی چند مسائل سامنے اتے ہیں کہ یہ خواتین چونکہ انتخابی مہم سے بے خبر ہوتی ہے اور ان کے ساتھ ووٹ دینے اور پارٹی منشور یا اس طرح دیگر باتوں کے لئے کوئی نہیں اتا اور نہ ہی یہ کسی جلسے میں

1 http://int.search.myway.com/search/GGmain.jhtml?searchfor=+1997+reforms+for+FATA+&n=781 accessed on 08.12.2017

2 Aa]vailable on.https://www.dawn.com/news/651369. Accessedon 08.12.2017.

شریک ہوسکتی ہیں لہٰذا یہ اگر کسی کو ووٹ دیتی ہیں تو وہ گھر کے بڑوں کے مشورے یا ہدایات پر دیتی ہیں۔ اسلئے یہ اپنے حق کو استعمال کرنے میں ازاد نہیں ہوتیں۔ یہی مسئلہ تقریباً اپر کرم میں بھی ہے۔ وہاں پر بھی خاندانی پدرسری (پٹریارکی) کا نظام ہے اور وقت کا تقاضہ ہے کہ اس نظام کو چیلنج کر کے خواتین کو اپنا ووٹ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا حق حاصل ہو۔ البتہ خواتین کو ووٹ کاسٹ کرنے سے نہیں روکا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ 2013ء عام انتخابات میں این اے 38 سے الیکشن ملتوی کر دیا گیا جس کی بھرپور مذمت کی جاتی ہے' البتہ الیکشن کی رات ایک امیدوار کی خواتین پولینگ ایجنٹس کی گاڑی کو روک کر توڑا گیا اور خواتین کو ہراساں کیا گیا جس کی بھرپور سرزنش کی جاتی ہے اور الیکشن کمیشن سے خواست کی جاتی ہے کہ ائندہ خواتین کے ساتھ اس طرح برے سلوک سے باز رکھنے کے لئے اقدامات اٹھائیں تاکہ ائندہ ایسے واقعات پیش نہ ہو۔

فاٹا ریفارمز کیمیٹی :

فاٹا کے پارلیمنٹرین کی کوششوں سے وزیراعظم محمد نواز شریف نے سرتاج عزیز کی سرکردگی میں ایک کمیٹی بنائی۔ جس کو فاٹا ریمارمز کیمیٹی 2016 کا نام دیا۔ اس کمیٹی نے فاٹا کے تمام ایجنسیوں کے دورے کئے اور گورنمنٹ اف پاکستان رپورٹ اف دی کمیٹی ان فاٹا ریفارمز 2016 اگست کے نام سے اپنی رپورٹ جمع کرادی۔ اس کمیٹی کے ممبران درج ذیل تھے جن میں ایک ممبر بھی فاٹا سے نہیں تھا۔

1. سرتاج عزیز۔ وزیراعظم کے خارجہ امور کے وزیر۔ چئیرمین
2. ظفر اقبال جھگڑا۔ گورنر خیبر پختونخوا۔ ممبر
3. لیفٹننٹ جنرل (ریٹائرڈ) عبدالقادر بلوچ۔ سیفران وزیر۔ ممبر
4. زاہد حامد۔ وزیر قانون وانصاف۔ ممبر
5. محمد شہزاد ارباب سیکرٹری سیفران۔ سیکرٹری

سردار مہتاب احمد عباسی سابقہ گورنر خیبر پختونخوا فروری 2016 تک کمیٹی کا ممبر تھا۔
اس کمیٹی نے جو رپورٹ شائع کی اس کے پانچ ابواب ہیں۔ یہ کل 71 صفحات پر مشتمل ہے۔

1. ۔تعریف
2. فاٹا کے اندر اصلاحات کی تاریخ
3. فاٹا کے لوگوں سے مشاورت
4. سفارشات
5. نفاذ کا طریقہ کار

ان ابواب میں سے باب نمبر 4 اور 5 کے اندر وہ سب کچھ بتایا گیا ہے جو کہ فاٹا کے لئے کرنا ہوگا۔

باب نمبر 2 میں پانچ نمبر پر ایک رپورٹ سامنے ایا جو نہایت ہی خوش ائند تھا۔ اگر یہ بر وقت ہوتا تو شاید اب فاٹا کے لوگوں کو یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے۔ یہ رپورٹ درج ذیل ہے۔

1976: جنرل (ریٹائرڈ) نصیراللہ بابر رپورٹ:

1976 میں اس وقت کے وزیر اعظم ذولفقار علی بھٹو نے جنرل ریٹائرڈ نصیراللہ بابر کی قیادت میں ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں حفیظ پیرزادہ' رفیع رضا' ڈاکٹر مبشر حسن شامل تھے۔ اس کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ ایک طریقہ وضع کیا جائے تاکہ فاٹا 1977 کے عام انتخابات میں این ڈبلیو ایف پی کا حصہ بنے۔ یہ طریقہ کار ضرور کامیاب ہوتا اگر 1977 میں فوج کشی نہ ہوتی۔[1]

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہر ایجنسی کے دورے کے موقع پر تمام قبائلی عوام کے سامنے درج ذیل نکات رکھتے تھے۔

1. فاٹا کو موجودہ حالت میں رکھا جائے مگر عدالتی نظام کو لایا جائے۔
2. فاٹا کو گلگت بلتستان کی طرح ایک خاص شکل دی جائے۔

1 http://www.safron.gov.pk/safron/userfiles1/file/Report%20of%20the%20Committee%20on%20FATA%2

3. فاٹا کو ایک صوبے کی حیثیت دی جائے۔

4. فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کرکے ہر ایجنسی کو ضلع کا درجہ دیا جائے۔[1]

فاٹا کا خیبر پختونخوا میں انضمام:

مردم شماری رپورٹ 2017ء میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جیسا کہ 24 جولائی 2017ء کو وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کیا جائے جس کے لئے مطلوبہ قانون سازی وفاقی کابینہ کے منظوری کے بعد کی جائے گی۔ وزیر اعظم نواز شریف ائندہ وفاقی کابینہ میٹنگ میں وزراء کو فاٹا کے خیبر پختونخوا میں انضمام بارے اگاہ کرے گا۔ جس کے لئے وفاقی کابینہ تیار کرے گا جس کو پارلیمنٹ میں منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے جمعیت علماء اسلام (جے یو ائی ف) کے چیئرمین مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر حلیف جماعتوں کو فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کرنے بارے اعتماد میں لیا ہے۔ جے یو ائی ف فاٹا کے انضمام کا مختلف سیاسی بنیادوں پر مخالفت کر رہا تھا۔[2]

عوامی حلقوں میں یہ بھی دیکھنے میں ایا کہ مولانا فضل الرحمان کے ساتھ پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے محمود خان اچکزئی بھی ایک پلیٹ فارم پر ہے۔ حالانکہ یہ ان کے نمائندے بھی نہیں ہیں۔ دراصل انضمام سے ان پارٹیوں کا فاٹا میں اثرورسوخ ختم ہو جائے گا۔ ان پارٹیوں کے خلاف قبائلی عوام میں شدید قسم کے غم وغصہ کی لہر اٹھی ہے۔ کیونکہ الگ صوبہ بنانا جغرافیائی اور انتظامی لحاظ سے ناقابل عمل ہے۔ اس سے ایک اور گلگت بلتستان بن جائے گا۔ رپورٹ میں فاٹا کو الگ صوبہ کی صورت میں صوبہ قبائلستان کا نام دیا

[1] http://www.safron.gov.pk/safron/userfiles1/file/Report%20of%20the%20Committee%20on%20FATA%2

[2] Available on: https://en.wikipedia.org/wiki/Federally_Administered_Tribal_Areas accessed on 07.11.2017

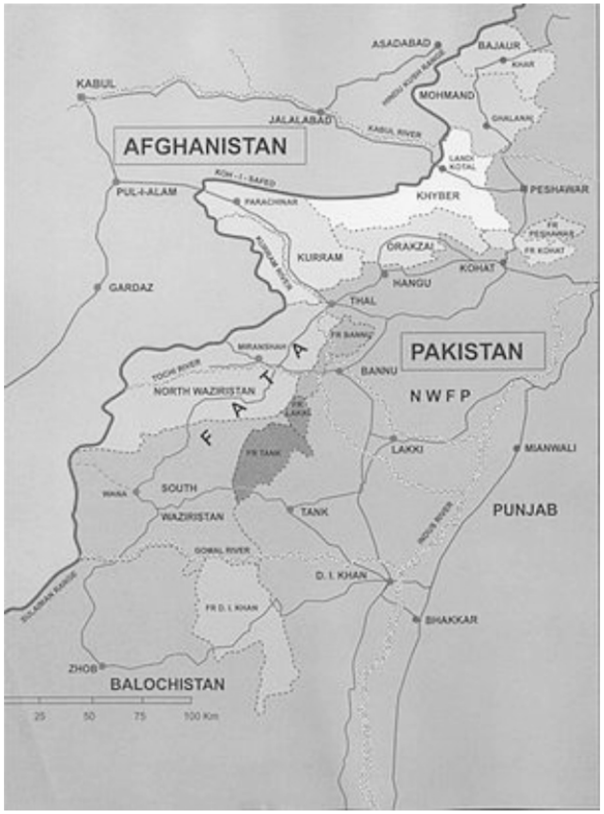
گیا ہے۔

ایف۔سی۔ار میں ترمیم کرکے فاٹا کو صوبائی حکومت کے دائرے میں لایا جائے گا۔ فاٹا کیلئے مجوزہ انضمام کی صورت میں گرانٹ 100 بیلین روپے وفاق سے دیا جائے گا۔ تقریباً تمام سیاسی جماعتیں پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی ائی)، عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی)، پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی)، قومی وطن پارٹی (کیوڈبلیوپی) اور جماعت اسلامی (جے ائی) فاٹا کا خیبر پختونخوا میں انضمام کے حق میں ہیں۔[1]

فاٹا ریفارمز کمیٹی نے بھی سیاسی، عدالتی اور سیکیورٹی اصلاحات پر مبنی ایک متوازی سیٹ تجویز کیا تھا۔ فاٹا کی دوبارہ ابادکاری اور بحالی کے لیے ایک پروگرام بنایا تھا تاکہ فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کریں۔ اس مجوزہ انضمام کو جنوری 2017ء میں صدر مملکت ممنون حسین نے صدارتی محل میں ایک میٹنگ میں ختمی شکل دی تھی۔ وزیراعظم نے اس مسئلے کو فاٹا کو سٹک ہولڈرز کے ساتھ بحث کے بعد منظوری دی تھی۔ جس کے نتیجے میں 3 مارچ، 2017ء کو وفاقی کابینہ نے فاٹا کو خیبر پختونخوا میں دوسرے اصلاحات سمیت منظوری دے دی۔[2]

[1] Ibid.

[2] Ibid.



Federally Administered Tribal Areas (FATA)

مردم شماری رپورٹ 2017ء میں کرُم ایجنسی کے بڑے شہروں کے نام پاڑہ چنار، صدہ اور علی زئی لکھا گیا ہے۔ پاڑہ چنار کو فاٹا کا سب سے بڑا شہر ظاہر کیا ہے۔ کرُم ایجنسی کو تین سب ڈویژن میں تقسیم سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جن میں اپر کرُم تحصیل پاڑہ چنار، لوئر کرُم تحصیل علی زئی اور سنٹرل کرُم صدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ فاٹا پر سیکیورٹی کی ذمہ داری ایف سی کی تھی مگر 2001ء میں افغانستان پر امریکہ کے حملے کے بعد یہ ذمہ داری پاکستان ارمی نے لے لی۔ رپورٹ میں عوام کا پاکستانی ارمی کے ساتھ تعلقات کو تسلی بخش قرار دیا ہے۔ مگر فاٹا کے اندر مسلسل اپریشن سے عوام کو گھر بار

سے محروم کرنے کے بعد پاکستان ارمی کے ساتھ تعلقات پر سوالات ضرورت اٹھائے جاتے ہیں۔ جس کو پاکستان ارمی کولیٹرل ڈمیج (Collateral Damage) کا نام دیتے ہیں۔

فاٹا کی ابادی 2017ء مردم شماری رپورٹ کے مطابق ملک کی ابادی کا 2-4 فی صد ہے۔ فاٹا کے لوگ 2010ء میں ملک کے (فی کس امدنی) یا 663 ڈالر نفع کماتا ہے۔ ان میں سے 34 فی صد لوگ خط غربت کی لکیر سے اوپر انے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر حالات اس کے برعکس ہے۔ یہ تناسب اس سے بھی بدتر ہے۔ کرُم کے اندر ایک گاؤں میں سو گھر ہیں تو ان میں سے بمشکل دس گھرانے خوش ہیں جو کہ 10 فی صد بنتا ہے۔ لوگوں کی معیار زندگی پست ہے۔ زندگی بنیادی ضروریات جس میں روٹی، کپڑہ اور مکان اتا ہے یہ عوام کو میئسر نہیں۔ فاٹا کے لوگ خلیج ممالک سے پاکستان کے لئے کافی زرمبادلہ کماتا ہے۔

کان کنی اور معدنیات:

مردم شماری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ فاٹا کے اندر معدنیات کے وافر مقدار موجود ہے مگر موجودہ معاشی اور سیاسی صورت حال میں ان کے منافع بخش کاروبار ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ یہ بھی ایف۔ سی۔ ار کی وجہ ہے کہ معدنیات کو نکالا نہیں جاسکتا۔ حالانکہ کرم کے اندر معدنیات سے عوام کی معاشی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

صنعت:

کرم کے اندر کوئی کارخانہ نہیں۔ عوام کو روزگار دینے کے لئے کارخانے لگانا ضروری ہے۔ وزیر اعظم ذولفقار بھٹو نے صدہ کے مقام پر کارخانے لگائے تھے مگر وہ بجلی اور دوسرے وسائل کے کی عدم دستیابی کی وجہ بند

ہو گئے۔ مزید کسی بھی حکومت نے کرم کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ کرم کو بجلی کی فراہمی بھی پیپلز پارٹی کے دور میں ہوئی تھی۔ فاٹا عوام کو پاسپورٹ بھی پیپلز پارٹی نے فراہم کئے تھے۔ ورنہ اج غربت کا سطح مزید بلند ہوتا۔

نظام اپاشی :

کُرم ایجنسی بشمول تمام فاٹا میں اپاشی کا مسئلہ ہے۔ کُرم ایجنسی میں دریائے کُرم بہتا ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اس کی بنیادی وجہ مخلص اور ایماندار سرکاری لوگوں کا فقدان ہے۔ اگر دریائے کُرم کا پانی صدہ سے اوپر ایک ہیڈ ورکس کے ذریعے اٹھایا جائے تو وادی کے پہاڑوں کے اُس پار پانی پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس سے زراعت خوب ترقی کر سکتا اور کُرم کے لوگ زیادہ تر زراعت سے وابستہ ہوتے مگر اس کے لئے ابھی تک کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ چھوٹے ندیاں اٹھائی جاتی ہیں مگر زراعت کے اتنی زمین میسر نہیں۔ اسی وجہ سے جو لوگ بیس سال قبل زراعت سے فائدہ مستفید ہوتے تھے اب ابادی کے اضافے سے وہ زمین کم پڑ گئی۔ بنجر زمین کو اباد کرنے کے لئے دریائے کُرم میں بالائی مقام پر ہیڈ ورکس کی تعمیر سے خوشحالی اسکتی ہے۔ اج کل خوردنی اشیاء کی قیمتیں بڑھتی جاتی رہی ہیں اور کُرم کے لوگ بھی قوت خرید کی کمی کا شکار نظراتے ہیں۔

صحت :

2017ء کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق فاٹا میں 2179 لوگوں کے لئے ہسپتال میں صرف ایک بیڈ دستیاب ہیں۔ 7670 لوگوں کے لئے صرف ایک ڈاکٹر ہے۔[1] اس کا اطلاق کُرم ایجنسی پر بھی ہے۔ مریضوں کے تین تحصیل ہیڈ کوارٹر درجے کے تین ہسپتال علی زئی، صدہ اور پاڑہ چنار میں ہیں۔ ایک ٹراما سنٹر کا قیام بھی بگن کے مقام پر عمل

[1] Available on:
https://en.wikipedia.org/wiki/Federally_Administered_Tribal_Areas
accessed on 07.11.2017

میں لایا گیا ہے مگر تاحال غیر فعال ہے۔ کسی بھی ہنگامی صورت میں ان ہسپتال سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر سنگین نوعیت بیماری یا زخمی کی صورت میں مریضوں کو کوہاٹ یا پشاور منتقل کئے جاتے ہیں۔ زچگی کی صورت میں اکثر نومولود کے ساتھ ماں بھی دم توڑ جاتی ہے کیونکہ کُرم سے پشاور تک لانے میں کم ازکم چار گھنٹوں کی مسافت ہے۔ کُرم میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو ویکسنیشن کے خلاف ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ان پڑھ مُلا لوگوں کا پروپیگنڈہ ہے۔

تعلیمی شرح :

کُرم کے اندر 2007ء سروے کے مطابق مردانہ شرح خواندگی 9۔37 فی صد جبکہ زنانہ شرح خواندگی 4۔14 فی صد اور مجموعی تعلیمی شرح 5۔28 فی صد ہے۔ کُرم کا تعلیمی شرح خیبر ایجنسی کے بعد دوم نمبر پر ہے۔ خیبر کا شرح تعلیم 2۔34 فی صد ہے۔ اگر تحصیلوں کے سطح پر دیکھا جائے تو یہ شرح تناسب زیادہ تر اپر کُرم کی وجہ سے بہتر ہے جو کہ خوش ائند بات ہے ورنہ سنٹرل کُرم میں تو زنانہ شرح تعلیم 5 فی صد سے بھی کم ہے۔ سنٹرل کُرم کے اندر گزشتہ صدی کے اخری عشرے میں زنانہ سکول کھولے گئے۔ وہاں پر تھوری بہت تعلیمی سرگرمی نظر ائی۔ مگر 2007 کے طالبانائزیشن میں سکول جلائے گئے۔ علی شیر زئی کی اکثر لوگ ائی ڈی پیز بن گئیں۔ جن کی تعلیم متاثر ہوئی۔

مردم شماری رپورٹ 2017ء کے مطابق ملک میں شرح تعلیم 56 فی صد ہے جبکہ فاٹا میں محض 22 فی صد ہے۔ 22 فی صد شرح میں خواتین کی شرح تعلیم 5۔7 فی صد ہے جو کہ عالمی سطح پر ایک سنگین مسئلہ ہے۔ کیونکہ اس شرح کو ملک کے سطح پر لانے کے لئے لگ بھگ بیس سال درکار ہوں گے۔ وہ بھی اگر ہنگامی سطح پر اقدامات اُٹھائے جائیں۔ ملکی سطح پر خواتین کی شرح تعلیم 44 فی صد ہے۔

لوئر کرم میں تعلیمی اداروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. گورنمنٹ ڈگری کالج بوائز صدہ، بگن : 2
2. گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج علی زئی اور صدہ : 2
3. ویکیشنل کالج صدہ : 1

4. گورنر ماڈل سکول صدہ: 1
5. گورنمنٹ ہائی سکول: 10
6. گورنمنٹ گرلز ہائی سکول علی زئی اور صدہ: 2
7. گورنمنٹ ہائی مڈل سکول بوائز: 4
8. گورنمنٹ مڈل سکولز گرلز: 3
9. گورنمنٹ پرائمری سکول بوائز: 37
10. گورنمنٹ پرائمری سکول گرلز: 30
11. پرئیویٹ پرائمری اور ہائی سکول اینڈ کالج: 29
12. ٹوٹل پرائمری سکول: 67
13. کل مڈل سکول: 7
14. کل ہائی سکول: 12
15. کل کالج: 5
16. گورنر سکول: 1
17. جزوی اور مکمل تباہ شدہ سکولوں کی تعداد: 20
18. بحال شدہ: 1
19. تباہ شدہ کے لئے فنڈ جاری ہوا: 6
20. معلق: 13[1]

سنٹرل کُرم ایجنسی میں تعلیمی ادارے:

1. کالجز: ندارد
2. گورنمنٹ ہائی سکول بوائز: 2
3. گورنمنٹ ہائی سکول گرلز: ندارد

[1] ڈیٹا ایجوکیشن افس صدہ سے لیا گیا۔ 10-12-2015

4. گورنمنٹ مڈل سکول بوائز: 15
5. گورنمنٹ مڈل سکول گرلز: 9
6. گورنمنٹ پرائمری سکول بوائز: 103
7. گورنمنٹ پرائمری سکول گرلز: 25
8. نجی سکول 2
9. کل ہائی سکول: 2
10. کل مڈل سکول: 24
11. کل پرائمری سکول: 128
12. انرولمنٹ شرح: ناگفتہ بہ:

لوئر اور سنٹرل کرم ایجنسی میں پرائمری تا کالج سطح تک برائے تعلیمی سال 2015-16 کل انرولمنٹ کی تعداد 38800 طلباء اور طالبات رہیں۔

سنٹرل کرم میں جزوی اور مکمل تباہ شدہ سکولوں کی تعداد: 64

دوبارہ تعمیر کئے گئے سکولوں کی تعداد: 20

زیر التواء: 44[1]

لوئر اور سنٹرل کرم میں اب بھی ایسے عناصر موجود ہیں جو تعلیم کے حصول میں رکاوٹ ہے۔ یہ عناصر لڑکیوں کی تعلیم کی کھلے عام مخالفت کر رہے ہیں۔ عوام میں آگہی پھیلانے کے لئے وقت کا تقاضہ ہے کہ ان لوگوں کی نشاندہی کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے تاکہ عوام جنس کے بلا تفریق تعلیم حاصل کریں۔ بہتر مستقبل کے لئے لازمی ہے کہ آج کی لڑکی تعلیم یافتہ ہو۔ خوشحال معاشرہ تب وجود میں اتا ہے جب جنس کی تفریق سے ہٹ کر لوگ تعلیم یافتہ ہو۔ تعلیم معاشرے سے جاہلیت کا خاتمہ کرتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگ کسی کے ہاتھوں استعمال بھی نہیں ہوتے۔ بہترین معاشرہ تب وجود میں اتا ہے جب تمام لوگ

[1] ایضا!

علاقے کی ترقی کے لئے خلوص نیت سے کام کریں۔ بندوق کو پھینک کر قلم کو ہاتھ میں لے لیں۔ ہر قسم کی جنگ وجدل سے اجتناب کریں۔ امن کا پیغام پھیلائے۔ تعلیم کے لئے سب سے اولین چیز امن ہے۔ امن کے بغیر تعلیم کا حصول ناممکن ہے۔

اپر کرم ایجنسی کے تعلیمی ادارے :

1. گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بوائز پاڑہ چنار : 1
2. گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج پاڑہ چنار : 2
3. گورنر ماڈل سکول پاڑہ چنار : 1
4. ہائر سکینڈری سکول : 1
5. نجی سکول : تقریباً25

دیگر معلومات پاڑہ چنار ایجوکیشن افس کی عدم تعاون کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔

البتہ اپر کرم ایجنسی میں تعلیمی شرح کافی بہتر ہے جو نہایت خوش ائند بات ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کی کافی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ عوام میں تعلیم کی اہمیت کا شعور موجود ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کرم کے بہتر مستقبل کے لئے مثبت کردار ادا کریں گے۔

کھیلیں :

کُرم میں سپورٹس کمپلکس صرف صدہ اور پاڑہ چنار میں موجود ہیں۔ دیگر علاقوں میں کھیلوں کے لئے میدانیں نہیں ہیں۔ کُرم کے اندر ٹیلنٹس کی کمی نہیں مگر مواقع نہیں ہیں۔ یہاں سے بھی دیگر فاٹا کی طرح جیسے خیبر سے شاہد افریدی اور جنوبی وزیرستان سے ماریہ طورپیکئ جیسے عالمی معیار کے کھیلاڑی پیدا ہو سکتے ہیں۔ بچے کرکٹ' والی بال اور فٹ بال کے دلدادہ ہیں مگر ان کے لئے کھیل کی میدانیں نہیں ہیں۔ جس سے کُرم کے نوجوانوں کا ٹیلنٹس ضائع ہوتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے اس طرح مواقع نہیں ہیں۔ اگر کہیں ہیں بھی تو انڈور گیمز کھیلتی ہیں یا سکولوں کے سطح پر تھوڑی بہت سرگرمی ہوتی ہے۔ البتہ لڑکوں کے لئے سکولوں کے سطح پر مقابلے ہوتے ہیں جن سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں۔ کھیلوں سے جسمانی نشوونما کے ساتھ ذھنی سکون بھی ملتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہیں کہ

ہر گاؤں کے سطح پر ایک کھیل کا میدان ہو تاکہ بچے منشیات اور دیگر معاشرتی خرابیوں سے دور رہے۔

چونکہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے لہٰذا کُرم کے اندر جو معاشی ' معاشرتی اور انتظامی حالات ہیں اُن کو درج ذیل نکات کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ ائندہ کے لئے بطور تاریخ محفوظ رہے۔

انگریز سرکار کے 1901 ء کے ایف سی ار (فرنٹیئر کرار ئمنز ریگولیشن) 2011ء کی ترمیم شکل شدہ شکل کو فاٹالائیرز فورم نے ایک ڈاکومنٹ کی شکل میں شائع کی ہے۔ فاٹالائیز فورم نے اس کے ساتھ ایک پیغام بھی شامل کیا ہے۔ جن کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

فاٹالائرز فورم کا پیغام

فاٹا (قبائلی علاقے) کرہ ارض کے ایک ایسے خطے پر محیط ہے جو وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء دو مختلف دنیاؤں کو آپس میں ملاتی ہیں اور اپنے خاص جغرفیائی حیثیت کی وجہ سے نہ صرف بہت اہمیت کے حامل ہیں بلکہ ہر دور میں دنیا کی نظریں قبائلی علاقوں پر مرکوز رہتی ہیں۔[1]

تاریخی اعتبار سے فاٹا کے غیور قبائل نے آزادی کی تحریکوں سے لیکر انگریز سلطنت کے تار تار ہونے اور آزادی پاکستان تک بے مثال قربانیاں دیکر ایک درخشاں ماضی رقم کئے ہوئے ہیں۔ مگر 1947ء کے بعد جب پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ملک کے طور پر معرض وجود میں آیا اور موجودہ فاٹا کو بھی مملکت خداداد کا حصہ قرار دیا گیا تو یہاں پر ایک بار پھر فاٹا کے عوام کو پاکستان کے مقتدر قوتوں نے آئین پاکستان کے مطابق وہ حقوق نہیں دیئے جو ملک کے دوسرے شہریوں کو حاصل ہیں۔ بلک سامراجی قوتوں کی طرح امتیازی رویہ روا رکھا گیا۔ اس لئے انگریز کا دیا ہوا تحفہ (ایف۔ سی۔ آر 1901ء) آج تک فاٹا میں

[1] ترمیم شدہ ایف سی ار' تالیف وترجمہ : فرہاد اللہ آفریدی ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ پشاور) 'سٹپ ٹوورڈز ایمپاورمنٹ اف پیوپل (سٹپ) 'ہاؤس نمبر 40 'سیکٹر B 'میاں فضل حق روڈ شیخ ملتون روڈ مردان خیبر پختونخوا پاکستان '2014 'ص v

2۔ فاٹا میں عدلیہ اور انتظامیہ کو علیحدہ کیا جائے۔

3۔ آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل "247" کو خذف کر کے پارلیمنٹ سمیت سپریم کورٹ اور صوبائی ہائی کورٹس کا دائرہ اختیار فاٹا تک بڑھایا جائے۔[1]

ایف۔ سی۔ ار کے کل چونساٹھ 64 دفعات ہیں۔ ترمیم شدہ ایف۔ سی۔ ار میں بارہ 12 دفعات کو حذف کیا گیا ہے۔ ان کو اسلئے حذف کیا کہ یہ انسانی حقو کے مترادف تھے۔ کیونکہ ان میں کوڑے لگانے کے دفعات بھی شامل تھیں۔ حالانکہ ایف۔ سی۔ ار کے تمام دفعات غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر انسانی اور غیر اسلامی ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کرنا یہاں پر ممکن نہیں البتہ ان تمام دفعات کو درج ذیل سطور میں نام پیش کئے جاتے ہیں۔

دفعات

1. مختصر عنوان، اغاز اور وسعت۔
2. تعریفات۔
3. ریگولیشن کا دوسرے قوانین سے تعلق۔
4. اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ۔
5. پولیٹیکل ایجنٹ یا ڈسٹرکٹ کوارڈی نیشن افسر کی منتقلی کا اختیار۔
6. "حذف شدہ"۔
7. شریک جرم کی معافی دینا۔
8. عمائدین کونسل کو دیوانی مقدمات کی حوالگی۔
9. کونسل کے فیصلے پر ڈگری کا اثر۔
10. دیوانی عدالتوں کے اختیار پر قطعاً/پابندی۔
11. عمائدین کونسل کو فوجداری مقدمات کی حوالگی۔ (اے) ضمانت۔ (بی) قومی

[1] ترمیم شدہ ایف سی ار، تالیف و ترجمہ: فرہاد اللہ آفریدی ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ پشاور)، سٹپ ٹوورڈز ایمپاور منٹ اف پیوپل (سٹپ)، ہاؤس نمبر 40، سیکٹر B، میاں فضل حق روڈ شیخ ملتون روڈ مردان خیبر پختونخوا پاکستان، 2014، ص vi، v

نافذ ہے جو پوری دنیا میں کالے قانون کے نام سے منسوب ہے۔ جس کے کئی دفعات (باب نمبر 4 اور باب نمبر 5) اسلامی اُصولوں اور آئین پاکستان 1973ء کے منافی ہیں۔[1]

آئین کے آرٹیکل (C)۔1 کے تحت فاٹا کو پاکستان کا حصہ قرار دیا گیا اور آرٹیکل "246" کے تحت فاٹا میں شامل 7 ایجنسیاں اور 6 ایف آرز کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ جبکہ دوسری طرف آرٹیکل "247" میں فاٹا کیلئے نہ صرف پارلیمنٹ میں منتخب نمائندوں کے اختیار قانون سازی پر قطعاً لگایا گیا بلکہ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں (سپری کورٹ وہائی کورٹ) کو بھی فاٹا میں اپنے اختیار سماعت استعمال کرنے سے روکا گیا جو نہ صرف فاٹا کے عوام پر انصاف کے دروازے بند کر دیئے گئے بلکہ اُس کو ان تمام بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973ء کے آرٹیکل 8 سے لیکر 28 تک ملک کے دوسرے شہریوں کو حاصل ہیں۔[2]

تقریباً 2700 مربع کلومیٹر پر محیط اور 76۔ 80 لاکھ کے نفوس پر مشتمل قبائلی علاقہ (فاٹا) کو اسطرح نظر انداز کرنے کے نتیجے میں فاٹا آج دُنیا کی نظروں میں ایک خوفناک حقیقت بنا ہوا ہے۔ فاٹا کے اس حالت زار کو بدلنے کے لئے کئی سیاسی، سماجی اور عوامی تحریکیں چلیں مگر اُن کو ایک منظّم سوچ اور منصوبے کے تحت دبایا گیا۔ اب جبکہ قبائلی وکلاء کی نمائندہ تنظیم "فاٹا لائیرز فورم" نے فاٹا میں قانونی وسیاسی اصلاحات لانے اور وہاں بنیادی انسانی حقوق بحال کرنے کے لئے "Rule of Law" یا "قانون کی بالادستی" کے نام سے جو تحریک شروع کی ہے یہ نہ صرف ایک محفوظ اور خوشحال فاٹا کا خواب ہے بلکہ پُرامن مستحکم اور خوشحال پاکستان کی ضمانت بھی ثابت ہو گی۔ جس کا بنیادی ایجنڈا یہ ہے۔

1۔ فاٹا کے عوام کو ملک کے دوسرے شہریوں کے برابر بنیادی انسانی حقوق دیئے جائیں۔

[1] ایضاً

[2] ایضاً

جرگہ کی طرف سے غیر معمولی مقدمات میں ریفرنس۔

12. کونسل کی تجاویز پر ملزم ٹھرائے جانے پر سزا۔

13. سزائیں نافذ کرنے کا طریقہ

14. حذف شدہ۔

15. حذف شدہ۔

16. حذف شدہ۔

17. حذف شدہ۔

18. حذف شدہ۔

19. پولیٹیکل ایجنٹ یا ڈسٹرکٹ کوارڈی نیشن کا ریکارڈ۔

20. پولیٹیکل ایجنٹ یا عمائدین کونسل کے سامنے فریقین اور گواہوں کی حاضری۔

21. دُشمن یا مخالف قبیلے کا محاصرہ۔

22. جرم میں معاون ابادیوں پر جرمانے۔

23. پولیٹیکل ایجنٹ یا عمائدین کونسل کے سامنے فریقین اور گواہوں کی حاضری۔

24. جرمانے کی وصولی۔

25. برادری یا اشخاص کے جرم سے وابستہ ہونے کی صورت میں مالیہ وغیرہ پر چھوٹ ضبط کرنا۔

26. سنگین جرائم یا جرم پر چشم پوشی کے مرتکب افراد کی سرکاری امدنی ضبط کرنا۔

27. ضبطگی کا حکم دینے کے اختیارات۔

28. گورنر کے محفوظ اختیارات۔

29. بعض جرائم کرنے کی تیاری۔

30. حرام کاری (زنا)۔

31. سرحد پر گاؤں یا برج تعمیر کرنے کی ممانعت۔

32. دیہات کو ہٹانے کا اختیار۔

33. حذف شدہ۔

34. ڈاکوؤں وغیرہ کے زیر استعمال عمارتوں کو ضبط یا فروخت کرنا۔

35. حذف شدہ۔

36. بعض معاملات میں افراد کو بے دخل کرنے کا اختیار۔

37. بعض احکامات کی خلاف ورزی پر سزاء۔

38. گرفتاری کے اختیارات۔

39. تعزیرات پاکستان کے دفعہ (اے۔ 496) کے تحت مقدمات میں بغیر وارنٹ کی گرفتاری۔

40. امن برقرار رکھنے کیلئے ضمانت۔ (اے) پولیٹیکل ایجنٹ کے علاوہ دوسرے حکام کی جانب سے گرفتاری۔

41. خونی عداوت کے معاملے میں خاندانوں یا دھڑوں سے ضمانت۔

42. انکوائری کا طریقہ کار۔

43. ضمانت کی خلاف ورزی۔

44. ضمانت نہ دینے پر قید۔

45. قید کی طوالت (میعاد)۔

46. حذف شدہ۔

47. ض۔ف مجریہ۔ V-1898 کے باب VIII اور XLII کا تبدیل شدہ اطلاق۔

48. اپیل۔

49. حذف شدہ۔

50. فوجداری اپیل (اپیلٹ) کے اختیار سماعت میں اختیارات۔

51. سزائیں جو اپیل پر نہیں دی جاسکتی۔

52. دیوانی اپیل کے اختیار سماعت میں اختیارات۔

53. وجوہات کا اندراج کرنا۔

54. اپیلٹ اتھارٹی۔ پولیٹیکل ایجنٹ یا ڈسٹرکٹ کوارڈی نیشن افسر کی جاری کردہ حکم پر نظر ثانی کی بندش (ممانعت)۔

55. اپیل پر دیئے گئے احکامات کا نفاذ۔ اے: نگرانی۔ اے اے: جھوٹے مقدمات۔

56. تحفظ حقوق جائیداد۔

57. پولیٹیکل ایجنٹ یا ڈسٹرکٹ کوارڈی نیشن افسر کے تعین کردہ جرمانوں کے نمٹانے کے اختیارات۔

58. رجسٹر قائم رکھنا۔ اے: جیل کا معائنہ۔

59. حذف شدہ۔

60. اس ریگولیشن کے تحت کاروائی کی اختتام۔

61. قانون معیاد، مجریہ 1908ء کے دفعات کا اطلاق۔

62. قواعد بنانے کے اختیارات۔ اے: بندوق و اسلحہ کے اجراء اور جرمانوں کے نفاذ اور وصولی سے متعلق قواعد (رولز) مرتب کرنے کے اختیارات۔

63. استثناء۔

64. حذف شدہ۔[1]

حالات حاضرہ: ڈکلیریشن

1. تاریخی اوراق ائینے کی طرح ہوتے ہیں تاکہ ائندہ ان سے عوام سبق سیکھ لیں۔ یہ قوم کا حافظہ بھی ہوتا ہے۔ کُرم کے اندر کوئی عوامی نظام ہے اور نہ ہی جمہوری رویئے ہیں۔ ایف سی ار کے تحت بشمول تمام فاٹا تمام انسانی حقوق سلب ہیں۔

2. کُرم کے اندر انتظامی لحاظ سے ایک الگ ماحول ہے۔ آئین پاکستان 1973ء کے ارٹیکل 247 کے تحت یہاں پر پولیٹیکل ایجنٹ کے نام سے ایک سربراہ کی حکمرانی ہے جو کہ ایجنسی کا بے تاج بادشاہ ہوتا ہے اور تمام تر عدالتی اور انتظامی امور سرانجام

[1] ترمیم شدہ ایف سی ار، تالیف و ترجمہ: فرہاداللہ آفریدی ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ پشاور)، سٹپ ٹوورڈز ایمپاورمنٹ اف پیوپل (سٹپ)، ہاؤس نمبر 40، سیکٹر B، میاں فضل حق روڈ شیخ ملتون روڈ مردان خیبر پختونخوا پاکستان، 2014، ص viii.xii

دیتا ہے۔

3. ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ کے نام سے ایک اور معاون ہوتا ہے مگر اس کے اختیارات برائے نام ہوتے ہیں اور وہ زیادہ تر ترقیاتی کاموں کے لئے ایک غیر ضروری افسر ہوتا ہے۔

4. تحصیل کے سطح پر ایک اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ اور ایک تحصیل دار ہوتا ہے۔ کُرم ایجنسی کے اندر تین تحصیل ہیں اور ہر تحصیل سطح پر ایک اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ اور ایک تحصیل دار ہوتا ہے۔ اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ دونوں عدالتی اور انتظامی امور نمٹاتا ہے۔ جس کی دنیا میں مثال نہیں۔ تحصیل دار اپنے امور سے ہٹ کر اختیارات استعمال کرتا ہے۔

5. عدالتی اور انتظامی امور نمٹانے کے لئے کوئی عدالت نہیں بلکہ 1901ء انگریز کے نوآبادیاتی نظام کے ایف سی ار (فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن) یا متبال قانون رواج کُرم جس کو 1944ء میں اُس وقت کے اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر عبدالرشید خان نے مرتب کیا تھا جو کہ مضحکہ خیز ہے وہی کام میں لائے جاتے ہیں۔ پولیٹکل ایجنٹ چاہے تو ان کتابوں میں کسی ایک کے کی قانون کی لاگو کرتا ہے۔

6. کُرم کے لوگ تین قسم کے جبری استحصالی نظام ریاستی جبر، انتظامی جبر اور خان ازم اور ملک ازم کے تحت نہایت ہی ذلیل زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کُرم کا ایک قبائلی تین طرح کی غلامی کے زنجیروں میں مقید ہے۔ فرد کی ازادی اس مثلث کے رحم و کرم پر ہے۔

7. اس مثلث کے ساتھ متوازی طور پر مُلاازم بھی عامل ہے۔ کُرم کے اندر جاسوس اور غدار کے ٹپے لگائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آج کل ملحد اور مرتد کے فتوے بھی جاری ہوتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے لئے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت پیش اتی ہے۔ جس سے بندہ ایک سند یافتہ مسلمان کہلایا جاتا ہے۔

8. کسی طرح کوئی عدالتی نظام نہیں ہے۔ پاکستان کے کسی کورٹ میں اپیل کا حق حاصل

نہیں۔

9. عورت ابادی کا نصف حصہ ہوتا ہے۔ کُرم کے اندر عورت ایک کموڈیٹی یعنی ایک چیز کی طرح بک جاتی ہے اور یہاں تک کہ بعض قبیلوں میں قیمت بھی مقرر ہے۔ عورت کو جائیداد میں حصہ چند مخصوص لوگ دیتے ہیں۔ عورت کو جائیداد سے محروم رکھنا غیر آئینی اور غیر اسلامی طریقہ ہے اور ان کے لئے اواز اُٹھانے والا کوئی نہیں۔ کُرم کے اندر کوئی عدالتی نظام بھی نہیں تاکہ اس تک رسائی ہو۔ ان کی اکثریت کو تعلیم سے بھی محروم رکھا گیا ہے۔ ان کی صحت کی حالت بھی دگرگوں ہے۔ ان سے بہت زیادہ بے گار بھی لیا جاتا ہے۔ میلوں دور سے پانی لانا' آگ جلانے کے واسطے لکڑی لانا' مال مویشیوں کے لئے چارہ لانا' مار پیٹ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ساتھ جنسی زیادتی بھی ہوتی ہے مگر رپورٹ نہیں ہوتی۔

10. فرد سے لے کر پورے قبیلے یا پورے کُرم کے باشندوں کی تمام انسانی حقوق غیر محفوظ ہیں۔ کسی فرد' خاندان' قبیلے اور فرقے کو کوئی ازادی نہیں۔

11. کرپشن' اقربہ پروری اور فیورٹ ازم کا دور دورہ ہے۔ کرپشن پولیٹیکل ایجنٹ کی نگرانی میں ہورہی ہے۔ اس کرپشن کے ڈورے فاٹا سیکرٹریٹ پشاور تک ہیں جو کہ کرپشن کا اڈہ ہے۔ کُرم اور خیبر کے لئے پولیٹیکل ایجنٹ اور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کی تعیناتیاں اثر ورسوخ کے ذریعے ہوتی ہیں ۔ یہاں تک کہ بولیاں لگتی ہیں۔ افغان ٹرانزٹ روٹ کا پیسہ یہاں سے ایک منظّم طریقے سے گردش کرتا ہے۔ کُرم کے اندر ٹرانزٹ روٹ کا پیسہ پولیٹکل محرر یا سولجر کلرکس (بروکرز) کے ذریعے اکٹھا کیا جاتا ہے ۔ اس میں پولیٹکل ایجنٹ اور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کا اپنا اپنا حصہ ہوتا ہے۔ ہر چیک پوسٹ کی مقررہ آمدنی ہوتی ہے ۔ کُرم کے اندر صرف چھپّری چیک پوسٹ سے ہفتہ وار وصولی پچاس لاکھ سے تجاوز کرتی ہے۔ جس سے ایک پرائمری سکول بنایا جاسکتا ہے۔ انتظامیہ کے تمام چیک پوسٹوں پر یہی کام زور و شور سے جاری ہے۔

12. چیک پوسٹوں اور دیگر ذرائع سے جتنی حصولی ہوتی ہے وہ پولیٹکل ایجنٹ کے

اکاؤنٹ میں جمع ہوتا ہے اور جب پولیٹیکل ایجنٹ کا تبادلہ ہوتا ہے تو اکاؤنٹ کو خالی کیا جاتا ہے۔

13. پولیٹکل ایجنٹ علاقے کے برائے نام خان اور ملک کو ملاقات کے لئے بلاتا ہے۔ سٹینو گرافر کے ذریعے ان کو ایک ایک لفافہ تھمادیا جاتا ہے جس میں ملک (خان) کی شہرت کو مد نظر رکھ چند صد روپے تا تین ہزار روپے تک ہوتے ہیں۔ سٹینو گرافر لسٹ میں دس ہزار لکھتا ہے جبکہ ملک یا خان کو تین ہزار دیتا ہے۔ جس کا کوئی باقاعدہ اڈٹ نہیں ہوتا۔ ملاقات میں کوئی اہم بات نہیں ہوتی چند روایتی جملوں کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ خود کو مصروف ظاہر کر کے دعائیہ کلمات کے بعد محفل کو برخاست کرتا ہے۔ خان اور ملک یہی رقم ٹیکسی والا کو دیتا ہے اور جب گھر واپس اتا ہے تو حساب برابر ہوتا ہے۔ البتہ ملاقات کا شرف ضرور حاصل ہوتا ہے۔

14. ایک عام شہری کو شناختی کارڈ بنانے میں ملک' پٹواری اور کلرک لوٹتا ہے۔ پٹواری کے ہر ڈومیسائل اور شناختی کارڈ دستخط میں اپنی مقررہ فیس ہوتی ہے۔ حالانکہ اس تصدیق کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ نادرا ایک خود مختار ادارہ ہے۔ جہاں تک غیر ملکیوں اور خصوصاً افغان شہریت والوں کے لئے شناختی کارڈ بنائے گئے ہیں تو ان میں بھی یہی لوگ ملوث ہیں۔ یہ تصدیق گھر کے افراد کے ذریعے نادرا سے کرایا جائے۔ وہی ذمہ دار بھی ہوں گے۔ اسی طرح سرکاری دفاتر سے رش بھی ختم ہو جائے گا اور عوام کا پیسہ اور وقت بھی بچ جائے گا۔

15. پروٹیکشنزم کے ذریعے ایک دوسرے کی کرتوتوں کو چپاکر کے حفاظت دلانے کے طریقہ کار نے ایجنسی کے حالات کو نہایت گھمبیر بنادیا ہے۔ اسی طرح نقصان کُرم کے عوام کا ہوتا ہے اور اسی طرح فرسودہ نظام مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر بااثر شخص کمزور کو تباہ کرتا رہا ہے۔ بااثر لوگ ہر حال میں بچ نکلتے ہیں۔

16. عوام کو پسماندہ رکھنے کے لئے ان کے درمیان تقسیم ایک کامیاب ترین فارمولہ ہے۔ جس کو انگریز نے ہر جگہ استعمال کیا اور ہر جگہ پزیرائی اور کامیابی ہوئی۔ عوام کو

تقسیم کرنے کے لئے نسلی ، لسانی اور فرقہ بندی کا طریقہ نہایت ہی کامیاب ترین طریقہ ہے۔ کُرم کے لوگوں کے درمیان بھی یہی طریقہ استعمال کیا گیا اور خوب کامیاب رہا۔

17. عوام سے اختیار لینے کے لئے ان کے لئے دشمن پیدا کرنا نہایت اسان طریقہ ہے۔ یہی کچھ ہمارے ساتھ بھی ہورہا ہے۔

18. سنٹرل کُرم کے عوام زیادہ سادہ لوح روایتی پشتون ہیں۔ ان کی جائیدادوں کا بندوبست موجود نہیں۔ یہ خاندانی اور دیوانی مسائل کو کچہری لاتے ہیں اور کچہری میں ایک خاندان دوسرے خاندان کے ضد کھڑا ہوتا ہے۔ نتیجتاً دونوں خاندانوں کو لوٹا جاتا ہے۔ اب سننے میں ایا ہے کہ سادہ لوح لوگ گاؤں میں جائیداد بیچ کر مقابلہ کرتا ہے اور اپنے مخالف (تربور) سے اسی طرح لڑ رہا ہے۔ اسی طرح لوئر کُرم کے دو خاندانوں کے درمیان دشمنی کے نتیجے میں ہر فریق کو کچہری کے اندر بے دردی سے لوٹا گیا۔ ایک فائل کو چھپانے اور دوسرے فائل کو اگے بھیجوانے میں ان کو کنگال کر دیا۔ ایک کو جیل کے اندر اور دوسرے کو باہر کرنے میں کروڑوں لے ڈوبے۔ یہ لوگ کسی وقت کُرم کے مالدار ترین لوگ ہوا کرتے تھے۔ اخر کار سرکار سے مایوس ہو کر خود اپس میں دشمنی ختم کی۔ جس سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

19. کچہری کے اندر کچھ اس طرح ٹاؤٹ بھی بیٹھے ہیں جن کو ہر پیسے والے فائل کا پتہ ہوتا ہے۔ جب کبھی کسی کو اپنے خلاف دیکھتا ہے یا مال کمانے کا ارادہ رکھتا ہے تو ان کے خلاف اسی فائل کو نکالتا ہے اور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کے سامنے پیش کرتا ہے اور اسی شخص کے پیچھے سمن بھیجواتا ہے۔ جس سے دونوں مستفید ہوتے ہیں۔ یہ ٹاؤٹ اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ مقامی ہوتے ہوئے یہ تمام معاملات سے باخبر ہوتے ہیں اور ہر شخص کو جانتے ہیں۔ ان لوگوں نے کرم کے اکثر لوگوں کو اپس میں لڑایا۔ اگر کوئی پڑھا لکھا سی ایس ایس افسر بھی ہو تو چند مہینوں کے اند اس کا ذہن بھی گندہ ہو جاتا ہے اور پیسے کے پیچھے لگ جاتا

ہے۔ وہ بھی ان کے رنگ میں رنگ ہو جاتا ہے۔

20. کچہری ایک خود دار اور عزت دار شخص کے لئے ایک ایسی جگہ ہے جہاں بندہ گھٹن محسوس کرتا ہے۔ خود دار شخص بغیر کسی ضرورت کے کچہری کا رُخ نہیں کرتا۔ یہ ان بروکرز محرر اور سولجر کلرکس کے ناروا رویے کی وجہ سے وہاں جانے سے کتراتا ہے جہاں بغیر پہچان کے کسی کا جائز کام بھی نہیں ہوتا۔ اس کے پیچھے بھی یہی لوگ ہیں جو کہ عام شخص کو افسر تک رسائی ناممکن بناتا ہے۔

21. عام شہری کے لئے افسر سے جائز کام کی غرض سے ملنا دشوار ہوتا ہے کیونکہ مخصوص چہرے روزانہ کی بنیاد پر اتے ہیں اور دیگر ضرورت مند لوگوں کا وقت لیتے ہیں۔ اگر شناختی کارڈ، ڈومیسائل اور سفارشی خان اور ملک کو نکالا جائے تو کچہری کے اندر بمشکل پانچ فی صد لوگ نظر ائیں گے۔

22. اکثر دیکھا گیا ہے کہ بااثر شخص باہر پھرتا ہے اور معصوم شخص جیل کے اندر ہوتا ہے۔ پولیٹیکل ایجنٹ کو چاہیئے کہ وہ جیل کے دورے کر کے بے گناہ لوگوں کو انصاف فراہم کرانا یقینی بنائے۔

23. کُرم نتظامیہ میں پٹواری، گرداور، قانون گو اور کلرکس کی اکثریت جاہل لوگوں کی ہے۔ ان میں سے اکثریت نے یونیورسٹی تک نہیں دیکھی ہے۔ یہ ریاستی نظام سے نابلد ہوتے ہیں۔ یہ جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام، کمیونزم، سوشل ازم، کالونیالزم، پوسٹ کالونیئل ازم، مونارکی، فاشزم اور ہیومن رائٹس (انسانی حقوق) میں سے صنفی امتیاز، ہومیونزم اور فیمینزم جیسے اصلاحات کے ساتھ رویوں اور جنسی زیادتی میں زیر جنسی وغیرہ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کی اکثریت سفارش پر بھرتی ہوئی ہے۔ ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ مطالعہ کر کے دنیا کی سطح پر معیاری طرز حکومت کی مثالیں دیکھ لیں۔ بعض تو رپورٹ تک لکھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

24. کُرم اگرچہ ایک ایجنسی ہے جو ایک ضلع کی حیثیت رکھتا ہے مگر یہاں پر معاملات دیگر پاکستان سے یکسر مختلف ہے۔ یہاں پر تمام امور پیسہ سے چلتا ہے۔

25. مذکورہ گزیٹیئر پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ گذشتہ ایک سو نو سالوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے بلکہ انتظامی لحاظ سے وہی انگریز کا کالا قانون جاری ہے۔ وہی اجتماعی ذمہ داری جو کہ مہذب دنیا میں ایک سوالیہ نشان ہے۔مزید یہ کہ سیکیورٹی کا کام عوام کا نہیں ہے۔ البتہ بیرونی جارحیت کی صورت میں سب کا فریضہ ہے مگر اندرونی طور پر جو کچھ ہوتا ہے اس کی ذمہ داری سرکار کی ہوتی ہے۔ جس میں حالیہ فسادات میں ان کی بری طرح ناکامی ہوئی۔

26. اگر ہم کُرم کے حالات کا تجزیہ عالمی حالات سے کرتے ہیں تو کُرم کے حالات افغانستان سے نتھی کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا کُرم کے عوام کسی طرح بھی دراندازی کی بھر پور مخالفت کرتے ہیں اور کسی بھی ایک ملک کی زمین دوسرے کے خلاف استعمال ہونے کے خلاف ہیں۔ افغانستان سے بھی اگر کوئی دراندازی کرتا ہے تو اس کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ مزید کُرم کے لوگ افغانستان کے لوگوں کے ساتھ قریبی تعلقات اور رشتہ داریاں رکھتے ہیں۔ دونوں اطراف سے امن کا پیغام دینا وقت کا تقاضہ ہے۔

27. کرُم کے اندر عرصہ دراز سے اقلیت رہ رہے ہیں اور امن سے رہ رہے ہیں۔ حالیہ فسادات میں زیادہ تر کُرم کو خیر باد کہہ چکے ہیں اور یہاں تک سنا گیا ہے کہ پاکستان کو بھی چھوڑ کر گئے ہیں۔ مگر جو لوگ ان حالات کے بعد یہاں پر رہائش پذیر ہیں۔ ان کی بھرپور دادرسی کی جائے اور ان کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ کاروبار کرتے ہیں اور کاروبار سے عوام کے اندر پیسہ گردش کرتا ہے۔ جس سے معیشت مستحکم ہو جاتی ہے۔ ان کے عبادت گاہوں کو محفوظ بنایا جائے۔ ان کو ہر طرح سے کُرم کے معاملات میں شریک کیا جائے۔

28. سوشل میڈیا پر پابندی لوگوں سے اواز اُٹھانے کا حق چھیننے کے مترادف ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے لوگ انٹرنیٹ کی سہولت سے محروم ہے۔ ان کے لئے سوشل میڈیا ایک اہم فورم ہے۔ جس کے ذریعے یہ لوگ اپنے مسائل اُٹھاسکتے ہیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے اور اس میں عوام کو دبایا نہیں جاسکتا۔ یہ لوگ کسی نا کسی طرح اپنی

اواز کو اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اگر ان کو مزید ان اندھیروں میں رکھا جاتا ہے تو یہ سب کچھ ان کے اندر ذھنی اذیت کی طرح لاشعور میں راسخ ہوتا ہے اور پھر وہ دیگر ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ جس سے ملک کے اندر افراتفری کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

29. کُرم کے اندر گزشتہ انتخابات 2013 سے اب تک این اے 38 کی سیٹ خالی ہے۔ اس سے کُرم کے عوام کو کافی نقصان اُٹھانا پڑا۔ ان کے ترقیاتی کام رک گئے۔ ان کے لئے فیڈرل سطح پر کوئی اواز اُٹھانے والا نہ رہا۔ حالانکہ اس وقت حالات اتنے برے بھی نہ تھے کہ این اے 38 پر انتخابات کو روک لیتے۔ کیونکہ یہ بھی ایک تاریخ کا حصہ رہے گا کہ انتخابات کے لئے تمام تر تیاریاں ہوئی تھیں اور یہاں تک کہ پولنگ اسٹیشنز تک عملہ وغیرہ بھی روانہ ہوا تھا مگر رات کو کوئی 8 تا 10 بجے انتخابات کو ملتوی کرانا اور پھر پورے ٹینیور کے لئے عوام کو نمائندگی سے محرورم رکھنا یہ اتنا غیر جمہوری طریقہ تھا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملے گی۔ یہ صرف ایک شخص یا امیدوار کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پورے حلقے کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے اور عوام ہر سطح پر اپنی اواز اُٹھانے سے باز نہیں رہتے۔ کُرم کی تاریخ میں یہ ایک سیاہ ترین دور رہا۔ جس میں پورے حلقہ کے عوام کو نمائندگی سے محروم رکھا۔ حالانکہ صوبوں کی سطح پر کسی کی فوتگی کی صورت میں بہت جلد الیکشن کمیشن دوبارہ ضمنی انتخابات کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کُرم اور فاٹا کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ فاٹا کے عوام ہر لحاظ سے ملک کے دوسرے شہریوں سے کم تر سمجھے جاتے ہیں۔ جن میں ہماری بے اتفاقی اور غیر سیاسی ہونا ہے۔ کُرم کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ مثبت سیاست کر کے ضرور اپنے معمولات میں سے کوئی 25 فی صد حصہ نکالیں اور پارٹی سیاست کو اپنائیں ورنہ ہم پر نااہل اور جاہل لوگ حکمرانی کریں گے اور ریاستی جبر اور ظلم کا نشانہ بنے رہیں گے۔

30. کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ یا پولیٹیکل ایجنٹ ایک جرگہ تشکیل دیتا ہے۔ اس میں عام طور پر چار ملکان یا مشران ہوتے ہیں۔ جس میں

دو ملکان (مشران) سرکار کی جانب سے ہوتے ہیں اور دو مشران ہر مخالف فریق ایک ملک یا مشر کو نامزد کرتا ہے۔ یہ مشران یا ملکان فریقین کے ہاں اتے ہیں اور دنوں پر محیط جرگے کا انعقاد کرتے ہیں۔ یہ مشران اپنے ہاں مزید لوگ لاتے ہیں۔ جرگہ شروع ہوتے ہی پیشگی رقم (خالات) کا مطالبہ کرتے ہیں۔ معاملے کی نوعیت کو دیکھ کر یہ رقم ہزاروں سے لے کر لاکھوں میں ہوتی ہیں۔ اکثر جرگوں میں یہ رقم جرگہ والے اپس میں بانٹتے ہیں۔ ان مخالف فریقین سے اچھے کھانوں کی فرمائش کرتے ہیں۔ اکثر جرگے مخالفین کو لوٹ کر ناکام ہو جاتے ہیں اور فریقین کو اپس میں لڑاتے ہیں۔ ان جرگوں کے لئے صدہ' پاراچنار اور بگن کے مقامات پر خاص قسم کے ٹولے ہوتے ہیں۔ ان کا یہی روزگار ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی اپنی فیس بھی ہوتی ہے۔ اس طرح برائے نام مشران بھی ہے جو کہ ایک فریق سے معاملہ ٹھیکے پر لیتا ہے۔ یہ عمل تاریخ میں کُرم کی خوبصورت چہرے پر ایک کلنک اور بدنما داغ رہے گا۔ کیا مہذب دنیا میں اس طرح ہوتا ہے کہ مجبور لوگوں کو لوٹا جائے۔ یہ جرگے اکثر دیوانی قسم کے یا خاندانی تنازعات پر مشتمل ہوتے ہیں جو کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ ان جرگوں کے اندر کبھی کسی کو انصاف نہیں ملا ہے۔

31. جرگے نے اپنا اثر کھویا ہے۔ ان جرگوں میں انصاف نہیں ملتا۔ ان کے منتخب کردہ مشران پہلے سے بیچ چکے ہوتے ہیں۔ ان مشران کا انتظامیہ کے ساتھ ساز باز ہوتا ہے اور کمزور فریق کو تباہ کرتا ہے۔ جرگے کی پشتون روایت کی شکل اس کے اندر نہیں ہوتا۔ کسی عمل کا نتیجہ بہترین ثبوت اور دلیل ہوتی ہے۔ اگر جگہ کامیاب ہوتا تو پھر کُرم کے اندر ہمیں یہ حالات دیکھنے کو نہ ملتے جہاں آج کُرم کے لوگ کھڑے ہیں۔

32. ایک پولیٹیکل محرر صرف دو سو روپے میں بھی فروخت ہو کر دیکھا گیا ہے۔ جس سے بڑی گوشت کا ایک کلو بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح ایک مشر ایک کلو سیب میں بھی بیچا جاتا ہے۔ ایک جرگہ مار مشر کی قیمت پانچ ہزار روپے ہوتا ہے۔ یہ مشران اگر اس قبیح عمل سے نہیں روکتے تو ان کا اثر انے والے نسلوں پر پڑے گا۔ ائندہ نسل کو محفوظ

کرنے کے واسطے ان خبیث اعمال سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے۔ عوام اگر اپنے تئیں کوئی مقامی جرگہ تشکیل دیتا ہے جس میں ایماندار لوگ ہو اور پیشہ ور نہ ہو تو اس کی حمایت کرنی چاہئیے۔

33. انگریزی کا ایک اصطلاح بٹرنگ یعنی کسی کی چاپلوسی کرنا کُرم کے اندر اتنا عام ہے کہ وہ لوگ جو ان دفاتر کے چکر کاٹتے ہیں اُن ملک یا مشر کو ریڈی میڈ یعنی پہلے سے تیار کردہ چند الفاظ ازبر ہوتے ہیں۔ جن سے وہ پولیٹیکل ایجنٹ یا اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ کو تعریفانہ کلمات پیش کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک تھیوری ہے کہ ہر شخص اپنی تعریف سُن کر ضرور متاثر ہوتا ہے اور ملک یا مشر کا کام ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ جس میں بڑے سے بڑے لوگ اثر لیتے ہیں۔

34. یہ بھی دیکھنے میں ایا ہے کہ ایف سی ار سے چھٹکارا حاصل کرنے سے خیبر پختونخوا میں ضم ہونے سے ایک ازاد فرد ریاستی جبر کے تحت ائے گا۔ جس کی ایک قسم ریاستی دہشت گردی ہے جس کو منظر عام پر لانے میں امریکہ کے معروف سکالر نوام چومسکی کو جیل بھی جانا پڑا تھا۔ مگر اس کو زیادہ لوگوں کی غلامی سے نجات حاصل ہوگا۔

35. تعلیمی لحاظ سے کُرم کی صورت حال حوصلہ افزا نہیں ہے۔ معیار کے ساتھ مقدار پر بھی سوالیہ نشان اٹھتا ہے۔ گریجویشن کی سطح پر کُرم ایجنسی یونیورسٹی اف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی جورسڈکشن میں اتی ہے۔ یعنی کُرم کے تمام کالجز کا جن میں تین لڑکوں کے کالجز (بگن' صدہ اور پاڑہ چنار) اور چار لڑکیوں کے کالجز (علی زئی' صدہ اور دو کالجز پاڑہ چنار) شامل ہیں' یہ کوہاٹ یونیوسٹی کے ساتھ منسلک ہیں۔ گزشتہ 2017ء کے سالانہ امتحانات میں 1820 امیدوار وں گریجویشن (بی اے اور بی ایس سی) کے امتحانات دیئے تو اُن میں سے محض 54 لوگ امیدوار کامیاب ہوئے۔ مزید سب کے سب فیل ہوئے۔ نتیجہ 3 فی صد سے بھی کم رہا۔ یہی حال سکولوں اور کالجوں کا بھی ہے۔ نقل اور سفارش پر بچے پاس ہوتے ہیں۔ امیر اور صاحب استطاعت لوگ اپنے بچوں کو لے کر دیگر شہروں میں منتقل ہوتے ہیں۔ پوری ایجنسی کی سطح پر کوئی معیاری

سکول یا کالج نہیں ہے۔ البتہ بعض نجی سکول قدرے بہتر ہیں۔ یہ حالت 2007 کے فسادات سے قبل کافی بہتر تھے۔

36. محکمہ تعلیم میں انتظامی اور تدریسی کیڈر کا مسئلہ سنگین ہے۔ ایک استاد بیک وقت کبھی سکول کا استاد ہوتا ہے اور کبھی ایجو کیشن افسر ہوتا ہے جو کہ مضحکہ خیز ہے۔ ایجو کیشن افسر کے لئے انتظامی امور نمٹانے کا ماہر ہونا چاہیئے۔ ان کی اکثریت ہے جو اساتذہ کو تحفظ دیتا ہے۔ اسلئے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک استاد باہر ملک میں کاروبار یا مزدوری کرتا ہے اور یہاں پر بھی تنخواہ وصول کرتا ہے جو کہ مہذب دنیا کے اکیسویں صدی میں ناممکنات میں سے ہے۔ ان کا نیب کے ذریعے احتساب ہونا چاہئیے۔

37. چونکہ نصاب قطعاً ذہن سازی کے لئے موزوں نہیں اسلئے اساتذہ کا علمی سطح بہت ہی کم ہے۔ ٹیچرز عالمی معیار کے کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔ استاد اور استانی، بچوں اور بچیوں کے لئے رول ماڈل ہوتے ہیں۔ ان کا اثر ان پر ہوتا ہے۔ مگر موجودہ نصاب تعلیم محض ہدایات (انسٹرکشنز) ہیں۔ بچے اور بچیاں محض پڑھے لکھے ہوتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے۔ ان کے اندر ہنر بھی نہیں ہوتا کیونکہ سکولوں کے اندر نہ دست کاری اور نہ ہنر دیا جاتا ہے اور نہ ہی لیبارٹری کے اندر انکو کچھ پڑھایا جاتا ہے۔ میٹرک پاس بچہ بمشکل پڑھ اور لکھ سکتا ہے۔ یہ مسئلہ پورے ملک کا بھی ہے۔ مگر فاٹا میں بدترین ہے۔

38. کُرم کے اندر مُلا، پیر، سید اور میاں جو کہ روحانی لوگ کہلائے جاتے ہیں، ان لوگوں نے ایک ازاد فرد کو مختلف قسم کے حیلوں اور بہانوں سے جکڑ کر رکھا ہے۔ ازاد فرد کو غلامی کے زنجیروں میں بند رکھا ہوا ہے۔ یہ لوگ روحانی پاکیزگی کی بجائے معاشرے میں امن، محبت، بھائی چارہ، رواداری، انصاف، صبر، استقامت اور برداشت کی بجائے کچھ اور پھیلانے میں مصروف ہیں اور معاشرے میں بردباری کی بجائے اختلافی جذبات اُکساتے ہیں۔ جس سے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہے۔ عوام کے اندر فاصلے پیدا ہوتے ہیں جس سے عداوت جنم لیتی ہے۔ کیونکہ بندہ اور خدا کے درمیان رشتہ بندہ کا کام

ہوتا ہے۔ بندہ اور خدا کا رشتہ بہت مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔

39. عوام کے اندر اجتماعی قوت ارادی نے دم توڑا ہے۔ اسلئے مرکزیت کی بجائے انتشار پسندی نے جنم لیا ہے۔ اس کے لئے بہترین طریقہ کار سیاسی عمل ہے جس کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کے قریب اتے ہیں۔ کُرم کے اندر پارٹی سسٹم کو مضبوط بنانے کے لئے کوششیں کرنی چاہیئے۔ امن لانے کے لئے ہر قسم کی تشدد کا راستہ روکنا چاہئیے۔ کسی بھی غیر جمہوری رویہ کے خلاف پرامن احتجاج کا راستہ اختیار کرنا چاہئیے۔

40. ائندہ کوئی باشندہ کسی بھی نام پر کسی طرح بھی کسی کے ہاتھوں الہ کار نہ بنے۔ کوئی بھی بندہ کسی نام پر دہشت گرد کاروائیوں میں استعمال نہ ہو۔ بلکہ علاقے کی ترقی کے لئے مثبت سرگرمیو ں میں حصہ لیں۔ ہر پارٹی کو اجازت ہو کہ وہ سیاسی سرگرمیاں ازادانہ سرانجام دیں۔ پارٹی سیاست میں فرقہ وریت کا مسئلہ خود بخود دم توڑتا ہے۔

41. ایجنسی کے اندر منشیات کا مسئلہ گھمبیر ہے اور نئی نسل کو چاٹتا رہتا ہے۔ منشیات کی روک تھام کے لئے اس کا جڑ سے خاتمہ کیا جائے۔ کیونکہ اب بھی سننے میں ایا ہے کہ دور دراز علاقوں میں پوست کی کاشت وغیرہ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو متبادل روزگار دیا جائے۔ ان کے لئے گلہ بانی کا پیشہ نہایت ہی موزوں ہے۔ سرکار ان لوگوں کو قرضہ فراہم کریں تاکہ اس لعنت سے چھٹکارا حاصل ہو۔

42. غیرت کے نام پر قتل جاری ہے۔ انتظامیہ اس طرح معاملات کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ عمل خاندان کا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عورت کا مقام متزلزل ہے۔ یہ پورے کُرم کا المیہ ہے مگر سنٹرل کُرم میں حقوق نسواں پائمال ہورہے ہیں۔ اب ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے جس میں جوان لڑکیاں زہر کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات کے لئے کوئی عملی اقدامات نہیں اور ائندہ ایسے واقعات کو روکنے کے لئے کوئی سرگرمی نظر نہیں اتی۔ اس کے پیچھے

وجوہات میں سے ایک وجہ لڑکی چار دیواری کے اندر مقفس ہونا اور ہر ظلم کو برداشت کرنا ہے۔ جس کے نتیجے میں نفسیاتی عمل سے گزر کر خودکشی کرلیتی ہے۔ عورتوں کے لئے ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جس میں وہ اپنے مسائل کو بیان کرسکیں۔ اس عمل کے لئے پڑھی لکھی خواتین تنظیموں کی شکل میں آگہی کی نشستیں لگائی جاسکتی ہیں۔ تاکہ عورتیں خود اپنے مسائل اپس میں بیان کرسکیں اور زندگی اسان بنائیں۔

43. گذشتہ حالات کے تناظر میں معاشرہ عدم برداشت کا شکار ہے۔ سیاسی حالات کو مذہب کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ معاشرہ ایک خاص مکتب فکر نے یرغمال بنا رکھا ہے۔

44. انتظامی سطح پر فلاح عامہ کے لئے کچھ نہیں ہورہا ہے۔ جبکہ لوگوں کو ملک اور خان کے ذریعے باہمی مسائل میں جکڑ کر رکھا ہے۔ ڈومیسائل، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی تصدیق (جوکہ گھر کا ایک فرد کرسکتا ہے) جیسے کاموں کو مشکل بنا کر لوگوں کو پھنسا کر رکھا ہے۔ جس کی بدولت دیگر معاشی سرگرمیوں کے لئے اُن کے پاس وقت نہیں ہوتا۔

45. انگریز کا کالا قانون ایف سی ار کے ذریعے معاشرے کا استحصال بالجبر ہورہا ہے۔ اس خاص کام کے لئے سرکاری کارندے لگائے ہوئے ہیں جو مقامی ہوتے ہوئے بھی اپنے لوگوں کے لئے خوف اور نحوست کے علامات ہیں۔

46. کرپشن، اقربہ پروری اور جانب داری عروج پر ہیں۔ کرپشن سرکار کی نگرانی میں ہورہی ہے۔ خصوصاً ٹرانزٹ روٹ پر پیسہ ایک بلیک روٹ کے ذریعے تقسیم ہورہا ہے۔ انتظامیہ میں تمار تعیناتیاں فیورٹ ازم پر ہورہی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک خاص طبقے کی اجارہ داری قائم ہے۔ جن کے مفادات محفوظ ہوتے ہیں۔ میرٹ کا جنازہ نکالا گیا ہے۔ ٹیلنٹس کا نام اور نشان نہیں ہے۔

47. باثر لوگ مراعات یافتہ ہیں جبکہ غریب لوگ محرومی کے دور سے گذر رہے ہیں۔

48. ووٹ کھلے عام بیچا جارہا ہے۔ گزشتہ انتخابات میں فی ووٹ کی قیمت پندرہ سو تا دو

ہزار روپے تھی۔ خاندان سربراہ گھر کے تمام افراد کے ووٹ لاکر بیک وقت امیدوار کو بیچتا تھا۔ جس سے بالغ رائے دہی کا حق پامال ہوتا رہا۔ حصوصاً عورتوں کے ووٹ کا حق بھی گھر کے سربراہ کو حاصل تھا۔ عورتوں میں تعلیم کا شرح نہایت ہی کم اور ووٹ کے استعمال سے بے خبر ہے۔ عورتوں کے ساتھ نوجوانوں کو بھی پندرہ سو روپے میں بھکتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

49. غربت اور لالچ کی وجہ سے لوگ پسماندگی کا شکار ہے۔ اجتماعی قوت ارادی نے دم توڑا ہے۔ لوگ پیسے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ہر گاؤں میں درجنوں نوجوان بے روزگار پھرتے ہیں۔ ان کے پاس وقت گزارنے کے لئے کوئی سرگرمی نہیں۔

سفارشات:

1. پاکستان کی ائین کے نفاذ کے لئے فاٹا کو صوبہ پختونخوا میں ضم کیا جائے۔ اسی طرح ایجنسی کے اندر ہر فرد ازاد ہوجائے گا۔ ہر فرد کو شخصی ازادی ہوگی۔ انصاف کے حصول کے لئے عدالت تک رسائی حاصل ہوگی۔ پاکستان کی شہری ہونے کے ناطے اپیل کا حق ہوگا۔

2. انتظامی اور عدالتی امور ایک ساتھ نمٹانے سے انصاف کا خون ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان ایک موٹی خط کھینچنے کے لئے ضروری ہے کہ بغیر کسی لیت و لعل کے جلد ہی اقدامات اٹھائے جائیں۔ کیونکہ اکیسویں صدی کے اس مہذب دنیا میں مزید یہ سسٹم نہیں چل سکتا۔

3. میرٹ کو عام کیا جائے اور اقربہ پروری اور فیورٹ ازم کا خاتمہ کیا جائے۔

4. عوام کے مال اور جان کی حفاظت یقینی بنایا جائے۔ امن برقرار رکھنے پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے عوام کا سرکار پر اعتماد بحال ہو۔

5. موجودہ نظام سے عوام نالاں ہے۔ صرف پانچ فی صد لوگ مراعات یافتہ ہیں اور عام شہری کا جینا حرام ہے۔ اکیسویں صدی میں موجوہ نظام سے عوام کو چھٹکارا دلایا جائے۔

6. تقریباً صوبے کے بیوروکریٹس کی اکثریت نے کُرم کے اندر ڈیوٹیاں سرانجام دی ہیں۔

جن میں سے اکثریت نے کرپشن کی ہے ان کا احتساب ہو جائے اور نیب کے ذریعے اُن سے پیسہ واپس لیا جائے اور اس پیسے کو کُرم کی ترقی پر خرچ کیا جائے۔ مزید کرپشن سے ان افسروں کو روکا جائے۔

7. بعض ملک اور خان روزانہ کی بنیاد پر کچہری کے چکر کاٹتے ہیں۔ ان کا یہی کاروبار بنا ہوا ہے۔ یہی ملک پٹواری، تحصیلدار اور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کے لئے بروکرر کا کام کرتے ہیں۔ اِن کو اس عمل سے روکنا چاہیئے۔ اسی طرح دیگر ضرورت مند لوگوں کو دفتری اوقات میں موقع ملے گا۔

8. دفتر تک ہر ضرورت مند شہری کی رسائی ممکن بنایا جائے۔

9. شناختی کارڈ کو ون ونڈو اپریشن کے ذریعے فراہمی یقینی بنایا جائے۔ دیگر شہریوں کی طرح گھر کے قریبی رشتہ دار کی تصدیق کے ذریعے ممکن بنایا جائے۔ نادرا ایک خود مختار ادارہ ہے۔ یہ کام احسن طریقے سے کر سکتا ہے۔ نادرا پر بھی بوجھ کم ہو جائے گا۔ اسی طرح شہری کو ملک، پٹواری، تحصیل دار اور اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ کے چکر کاٹنے کے ساتھ وقت اور پیسے کی بھی بچت ہو گی۔

10. ائندہ انتخابات نظریہ کی بنیاد پر ہو تاکہ عوام کو اس نظام سے نجات دلائیں۔ عوام ان نمائندوں کو منتخب کریں جو ان کو ایف سی ار کی لعنت سے چھٹکارا دلائیں۔ سیاسی نظام کو مستحکم بنا کر پارٹی سسٹم کو متعارف کرایا جائے۔

11. کُرم کے اندر 2007ء تا 2013ء بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی۔ لوئر کُرم اور سنٹرل کُرم سے انتظامیہ بالکل غائب پایا گیا۔ اس کی تحقیقات ہونی چاہیئے۔ جن لوگوں نے اس دوران قربانیاں دی ہیں وہ لائق تحسین ہیں۔ ان کی دادرسی کی جائے۔

12. کُرم کے اندر پلورالسٹ یعنی مقبول عام گریٹی فیکیشن عام ہے۔ یعنی سچ پر جھوٹ حاوی کر کے جھوٹ کو حقیقت اور مقبول عام کرنا کافی عرصے سے جاری ہے۔ ہمیشہ کے لئے حقیقت کو کسی اور شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔

13. عوام کو رائٹ ٹو انفارمیشن کا حق دیا جائے۔ کسی سے کچھ نہ چھپایا جائے۔

14. کُرم کے اندر پائیدار امن کے لئے اقدامات اٹھانے چاہیئے۔ کُرم کے اندر نقصانات کا ازالہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مالی نقصانات کے ساتھ کافی جانی نقصان ہوا ہے۔ یہ لوگ قابل رحم ہے۔ ائندہ ایسے حالات پیدا نہ ہو کہ عوام دربدر ہو۔

15. بنیادی طور پر کرمُ کے اندر مسئلہ جائیداد کے تنازعات کا ہے جو کہ دونوں فریقوں کے مابین عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اس کو مزید نسلی اور مذہبی رنگ نہ دیا جائے۔

16. تمام ائی ڈی پیز کی اباد کاری جلد از جلد ممکن بنایا جائے کیونکہ اب بھی زیادہ تر دیہات کھنڈرات کی شکل میں ہیں۔ ان کی اباد کاری کا کام جلد شروع کیا جائے۔

17. گورنر دورے کے موقع پر روایتی اعلانات سے اجتناب کریں۔ جو وعدے کئے گئے ہیں ان میں سے 5 فی صد پر بھی عمل نہیں ہوا ہے۔

18. سنٹرل کُرم کے لئے ڈوگر کے مقام پر کچہری بنایا جائے اور تحصیل کو اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ سمیت وہاں شفٹ کیا جائے۔ ان کے لئے الگ نادرا دفتر کا بندوبست کیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت ہی قابل رحم ہے۔ ان کے معاش کا مسئلہ نہایت سنگین ہے۔ ان کی اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔

19. سنٹرل کُرم کے لئے ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کا انتظام بھی ڈوگر کے مقام پر کیا جائے۔ اسی طرح ان کو صدہ انے کی ضرورت نہیں ہو گی اور گھر کے دہلیز پر ان کے لئے سہولیات مہیا ہوں گے۔

20. اپر کُرم کے تمام ائی ڈی پیز کو پاڑہ چنار سمیت دوبارہ اباد کیا جائے۔ جس سے کُرم کے اندر باہمی اعتماد کا فضا بن جائے گا۔

21. پولیٹیکل ایجنٹ کو چاہیئے کہ خود کو چند ملک لوگوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ کُرم کے دیہاتوں کی خبر گیری کے لئے دورے کریں۔

22. کُرم کے اندر دریائے کُرم کے باوجود پانی کا مسئلہ نہایت ہی گھمبیر ہے۔ عوام کو پینے کے پانی کی عدم دستیابی کا سامنا ہے۔ اپر کُرم میں بغدئی اور للمئی کے علاقے اور لوئر کُرم کے اکثر دیہاتوں میں یہی مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو ہنگامی بنیادوں پر حل کیا جائے۔

23. جن پولیٹیکل محرر یا سولجر کلرکس نے بڑے چیک پوسٹوں ڈیوٹیاں سرانجام دیئے ہیں یا خصوصاً چھپّری پھاٹک اور خرلاچی پر ڈیوٹیاں سرانجام دیئے ہیں۔ ان کا نیب کے ذریعے احتساب ہوجائے۔ کیونکہ اس امدنی سے کُرم کے اندر بڑے بڑے سکول اور کالجز بن سکتے تھے مگر یہ پیسہ بلیک روٹ کے ذریعے تقسیم ہوتا رہا۔ ان سے پائی پائی کا حساب لیا جائے اور ائندہ کے لئے ان چیک پوسٹوں پر ان کی تعیناتی پر تا حیات پابندی لگا یا جائے۔ ان کے بارے میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ انہوں نے باہر ممالک میں گراج کھول رکھے ہیں اور یہاں پر بڑے بڑے گھر بنائے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مزید پیسہ دے کر ان پھاٹک کو ٹھیکے پر لیتے ہیں اور اسی طرح کرُم کے لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ چیک اینڈ بیلنس کا نظام لاگو کیا جائے۔ اسی طرح کوئی بھی محرر ان چیک پوسٹوں پر ڈیوٹی سرانجام نہیں دے گا۔ ان کا پورا سسٹم کمپیوٹرائز بنایا جائے اور تمام رقم کی کمپیوٹرائزڈ نادرا کی طرح ان لائن رسید کے ذریعے ہونا چاہیئے۔۔ کیونکہ صوبائی خود مختاری کے بعد ہر علاقے کے لوگوں کا اپنی آمدنی کو خرچ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ان پیسوں سے ابھی تک سینکڑوں سکول اور کالج بنے ہوتے۔ مگر ان پر حیات اباد اور دیگر شہروں میں لوگوں نے بنگلے خرید رکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں ایا ہے کہ یہ لوگ گروہوں میں تقسیم ہیں اور ہر گروپ دوسرے گروپ پر زیادہ بولی دیتا ہے اور پشاور سول سیکرٹریت یا فاٹا سیکرٹریٹ سے کسی سکرٹری وغیرہ کی سفارش لاتے ہیں اور پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعے تعیناتی کراتے ہیں۔ احتساب سب کا ہونا چاہئے۔ اگر ان پیسوں سے ابھی تک کوئی ایک پرائمری سکول تک بنایا گیا ہو تو اس کی نشاندہی ہوجائے۔ لہٰذا ان سب کرپٹ کارندوں کو اس ذلیل کام سے روکنا چاہیئے جو کہ کُرم کے پیسے کو بیرونی افسروں کے لئے اکٹھا کرتے ہیں۔

24. چونکہ کُرم کی امدنی کافی ہے مگر روڈ پر عوام کے بیٹھنے کے لئے کوئی سرکاری انتظار گاہ تک نہیں۔ اکثر بارش یا گرمی میں لوگ گاڑی کے انتظار میں سڑک کے کنارے خوار ذلیل ہوتے ہیں۔ ہر گاؤں اور دیہات میں سرکاری انتظارہ گاہ کا بندوبست

کیا جائے۔ تاکہ عوام کو سہولت ہو۔

25. صنفی، نسلی اور مذہبی تقسیم کا خاتمہ وقت کی اہم ضرورت ہے ورنہ کُرم کے لوگ اکیسویں صدی میں رہنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اس کے لئے دور رس اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہ کام صرف سرکار کا نہیں ہے۔ اس کے لیے معاشرے کے ہر شخص کردار ادا کرنا چاہیے۔ تفریق کا نظام فطری نہیں ہے بلکہ یہ بنایا گیا ہے۔ انسان ہونے کے ناتے انسانی ضروریات کو مدنظر رکھ بہتر زندگی گزارنے کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔

26. لاشوں کی اقتصاد کی بجائے کارخانے لگانا اور کُرم کے اندر موجود معدنیات کو ذرائع روزگار بنایا جائے۔ کُرم کے اندر کوئلہ اور پاڑہ چمکنی میں موجود سوفٹ سٹون جس کا سروے انگریز سرکار کے دور میں بھی ہوا تھا۔ ان کو نکالا جائے اور لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کئے جائیں۔ لوگ سونے کے پہاڑوں پر بیٹھ کر بھی غربت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان معدنیات کو نکال کر منڈی تک پہنچانے کے اقدامات کئے جائیں۔

27. کُرم عوام کی اکثریت بیرون ملک روزگار ہے۔ جس کے لئے پہلی بار پیپلز پارٹی کی جانب سے پاسپورٹ کا اجراء تھا جس سے لوگ غیر قانونی طریقے کے بجائے قانونی طریقوں سے خلیج ممالک میں روزگار کے لئے راستہ ہموار ہوا۔ اب بھی بیرون ملک سے زرمبادلہ کی شکل میں خاطر خواہ پیسہ کُرم کو اتا ہے۔ جس کی وجہ سے عوام کی زندگی کچھ بہتر ہے۔ روزگار کے لئے بہترین ذرائع کارخانے ہیں جن میں لوگوں کو روزگار کی فراہمی ممکن ہوسکتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے کُرم کے اندر ایک بھی کارخانہ موجود نہیں۔ اسلئے بے روزگار نوجوان طبقہ جو غیر پڑھا لکھا ہوتا ہے ان کے لئے کوئی متبادل روزگار نہیں۔ اسی طرح وہ اکثر راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ بھوک سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس بھوک کو مٹانے کے واسطے کُرم کے اندر کسی ایک دور دراز گاؤں میں کوئی طریقہ کار نہیں۔ سرکار کارخانے لگانے کے لئے

اقدامات کریں۔

28. جو لوگ سرحد پر رہتے ہیں ان کی حالت نہایت دگرگوں ہے۔ ان کو تعلیم، صحت اور روزگار کی سہولیات فراہم کیا جائے اسی طرح اربانائزیشن کا مسئلہ بھی رک جائے گا۔

29. جہاد کو پرائیوٹائز نہ ہونے دیں۔ اسی طرح لوگوں کی خرید و فروخت کا خاتمہ بھی ہو جائے گا اور لاشوں کی اقتصاد کا مسئلہ بھی رک جائے گا۔

30. ضرب غضب کے بعد سیکیورٹی فورسز غیر ضروری چھاپوں سے اجتناب کریں۔ عوام کو جینے کا حق دیا جائے۔ غیر ضروری چیک پوسٹوں کا خاتمہ کیا جائے۔

31. انتظامیہ عوام کی مال اور جان کی حفاظت یقینی بنائے۔ موجودہ حالت میں عوام خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ سرکار اور عوام کے درمیان اعتماد بحال کیا جائے۔

32. جنگلات کی بے دریغ کٹائی ہو رہی ہے ۔ چیڑھ اور دیوار کے درخت معدوم ہو رہے ہیں ۔ جنگلات کی کٹائی کو روکا جائے۔ متبادل ذریعہ گیس کا کُرم تک فراہمی یقینی بنایا جائے۔

33. کُرم کے اندر صدہ کے گرد ونواح میں ایک یونیورسٹی کا قیام یقینی بنایا جائے۔ ساتھ ہی ایک میڈیکل کالج کا بندوبست کیا جائے۔ تاکہ عوام کو گھر کی دہلیز پر تعلیمی سہولیات فراہم ہو۔

34. ریاست کی پالیسی ملک کے ہر علاقے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا ریاست کی ذمہ داری ہے کہ سرحد کے قریب عوام کا خیال رکھ کر ان کی حفاظت یقینی بنائے۔

35. کُرم پرمٹ کا پیسہ کُرم کی ترقیاتی کاموں پر خرچ کیا جائے یا کُرم پرمٹ کو ختم کیا جائے تاکہ عوام کو گھریلوں ضروریات کی چیزیں سستی ملیں۔

36. جو لوگ ایف۔ سی ۔ار کے حامی ہیں ان کی نشاندہی کر کے عوام کو جواب بنایا جائے۔ مفاد پرستوں کی سرزنش کی جائے۔

37. دیہات کی سطح پر سپورٹس کمپلکس بنایا جائے۔تاکہ نئی نسل دہشت گردی سے

دور رہے۔

38. افغانستان کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے کی کوشش کر کے کُرم کے اندر معاشی سرگرمیاں بڑھائی جائیں۔

39. فاٹا سیکرٹریٹ جو کہ کرپشن کا اڈہ ہے اس کو ختم کر کے سول سیکرٹریٹ کے ذریعے امور کو نمٹایا جائے۔ کرم کے عوام کو فاٹا سیکرٹریٹ سے نجات دلایا جائے۔ کیونکہ باہر ممالک کے تمام فنڈز یہاں پر ہڑپ ہوتے ہیں۔

40. کرم کے اندر ایسے پراجیکٹس بھی ہوئے ہیں جس کا وجود تک نہیں لیکن متعلقہ محکمے نے بل منظور کر کے پیسہ ہڑپ کیا ہے۔ تمام سکیموں کا اڈٹ ہو جائے اور ذمہ داروں سے عوام کا پیسہ واپس لیا جائے۔

41. محکمہ تعلیم میں تعلیمی اور انتظامی کیڈر کو علیحدہ کیا جائے۔

42. تعلیمی اداروں میں کو کریکولر سرگرمیوں کو عام کیا جائے۔ ہنر اور کرافٹ کو عام کیا جائے۔

43. ہنر مند لوگوں کی حوصلہ فنزائی کی جائے اور ان کے ساتھ مالی مدد کی جائے کیونکہ یہ لوگ دہشت گردی میں کافی متاثر ہوئے اور ان کا روزگار ختم کیا گیا تھا۔

44. ابپاشی کے نظام کے لئے ہیڈ ورکس کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ زراعت سے وابستہ ہو اور عوام مصروف ہو۔

45. یہ گزارشات /سفارشات کرم عوام کی اواز ہے۔ یہ گزارشات/سفارشات صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، وزیر اعظم، گورنر خیبر پختونخوا، چیف سیکرٹری خیبر پختونخوا، چیف جسٹس اف سپریم کورٹ پاکستان کے پیش خدمت ہیں۔

46. مصنف نے تحقیقی بنیادوں پر عوام کے مسائل کو اجاگر کر کے سٹیٹس کو (Status Queue) کو چیلنج کر کے اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کر دی۔ کرم کے عوام سے اپیل ہے کہ وہ امن کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے کسی طرح بھی کوئی سمجھوتہ نہ کریں۔ کرم کو امن کا گہوارہ بنائے۔ محبت، دوستی،

رواداری، خلوص، صبر، برداشت اور بردباری کا ثبوت دیں۔ جنگ کا ہر حال میں راستہ روکیں۔ تعلیم اور کاروبار کے ساتھ ساتھ پارٹی سیاست کو اپنا کر سیاسی جدوجہد کر کے کرم کا مستقبل تابناک بنائیں۔

کُرم گزیٹئر بحیثیت مترجم میں نے بجز وہی کچھ ترجمہ کیا ہے جو انگریز سرکار نے لکھا ہے۔ میں نے حتیٰ الوسع کوشش کی کہ کسی بھی لفظ یا جملے کا مفہوم غلط یا مبہم نہ ہو۔ صرف وہی کچھ لکھا ہے جو کتاب کی اندر تھا۔ انشاء اللہ اِس میں ارادتاً کسی قسم کی کوتاہی نظر نہیں ائے گی۔ اپنی طرف سے کسی بھی چیز کا اضافہ اور نہ ہی کمی کی گئی ہے۔ ترجمے کا مقصد بھی واضح ہے کہ جِس طرح دیگر لکھاریوں یا مصنفوں نے انگریزی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں، اسی طرح میرے مقاصد بھی واضح اور مدلل ہیں تاکہ تمام مکاتب فکر کے لوگوں کے لئے پڑھنے میں سہل اور عام فہم ہو۔ اگر ساتھ ساتھ دیکھا جائے تو کُرم کے باشندوں کے لئے ایک ائینہ بھی ہے کہ اگر کُرم کے اندر رہنے والے لوگ کسی بھی قسم کے ذہنی خلفشار احساس برتری یا کمتری میں مبتلا ہو تو وہ گریبان میں جھانک کر غور کر سکتے ہیں اور ائندہ کے لئے کسی بھی قسم کی مزید آگ بھڑکانے کا حصہ نہ بنے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل بلوچستان گزیٹئر ضلع کوئٹہ پشین کا ترجمہ فاروق سائلزئی نے کیا ہے اور کتاب کی اشاعت یکم اگست 1997ء کو سپنزر پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کواری روڈ کوئٹہ نے چھاپ کر کے پشتو اکیڈمی کوئٹہ کی جانب سے ہوئی تھی۔

بحیثیت تاریخ کا ایک ادنیٰ درجے کا طالب علم میری یہ ایک قسم کی کاوش ہے کہ کُرم کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے۔ اس واسطے ہر قسم کی تحقیق کا خیال رکھا گیا ہے۔ انگریز کے کُرم سے متعلق تمام قسم کے دستاویزات کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ دانستہ طور پر کوئی چیز غلط اور مبہم نہ ہو۔ انگریز سے متعلق تمام مواد کو ریکارڈ اور حوالہ جات سے لکھا گیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے، انگریز کے بعد کُرم کے بارے میں کسی نے بھی کوئی خاص مستند اور قابل غور تاریخ لکھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ انگریز اپنی نوابادیاتی نظام کی وسعت کے لئے پھر بھی لکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ میری یہ کوشش اُن لوگوں کے لئے ایک مشعل راہ ثابت ہوگا

جو کُرم کی تاریخ کو بلا تفریق کسی نسل، گروہ یا مذہب کے مرتب کریں۔ شاید کوئی ایسا بندہ مل جائے کہ وہ اس کام کے لئے تیار ہو جائے یا اگر اللہ نے بندہ عاجز کو زندگی دی تو مناسب وقت پر کُرم کی تاریخ پر غیر جانبداری سے اور تحقیقی بنیادوں پر لکھنے کی کوشش کرے گا۔

آخر میں ڈاکٹر ظاہر شاہ بنگش کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے میرے اس کام کے لئے راہ ہموار کی۔ میرے اندر اس کام کے لئے حرکت پیدا کی۔ ڈاکٹر الطاف قادر شعبہ تاریخ پشاور یونیورسٹی نے ہر لحاظ سے میری رہنمائی کی۔ چونکہ اس تاریخی دستاویز کا ڈاکٹر صاحب سے براہِ راست تعلق تھا لہٰذا انہوں نے مجھے تاریخی نکات، مزید تحقیق، طباعت اور اشاعت کے تمام پیچیدہ امور سمجھائے۔ ہر وقت میری درخواست پر میری ہر مشکل اسان کر دی۔ پروفیسر سلیم خان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پروف ریڈنگ کے لئے وقت نکالا اور سب سے بڑھ کر محترمہ ڈاکٹر بشریٰ خاتون ریسرچ افیسر پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے میرے تمام سکرپٹ کا از سر نو جائزہ لے کر میرے کام کو سراہا۔ میرا حوصلہ بڑھایا۔ تمام باریک نکات سمجھائے اور اشاعت کے لئے میری رہنمائی فرمائی۔ تحقیق کے لئے مجھے ہر اس جگہ بھیج دیا جہاں سے اس سکرپٹ کا واسطہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ خود بھی میرے لئے ہر طرح معلومات حاصل کرتی رہی تاکہ بعد میں اس تاریخ کام میں کوئی نقص باقی نہ رہے۔ اگر میں یہ لکھوں تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ میرے ساتھ اس کام میں برابر کی شریک رہی۔ اس کی اشاعت کے پیچھے تمام تر مفید اراء اور مشورے ان ہی کے ہیں۔ اگر داکٹر بشریٰ خاتون میری رہنمائی نہ فرماتی تو شاید میری اس تاریخی دستاویز کی چھپائی میرے لئے ایک خواب رہ جاتا۔

پروفیسر سمیع الدین ارمان نے معاصر تنقیدی تھیوریز کی مدد سے کئی سو سالوں کی تاریخ کو اسطرح سمیٹا گویا میرے سکرپٹ کی قضایا کو منطقی بنیادیں فراہم کیں۔ میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

باچاخان ریسرچ سنٹر کے ڈائیریکٹر محترم فیصل فاران کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے باچاخان ریسرچ سنٹر جیسے تاریخی ادارے کی پلیٹ فارم مہیا کیں۔

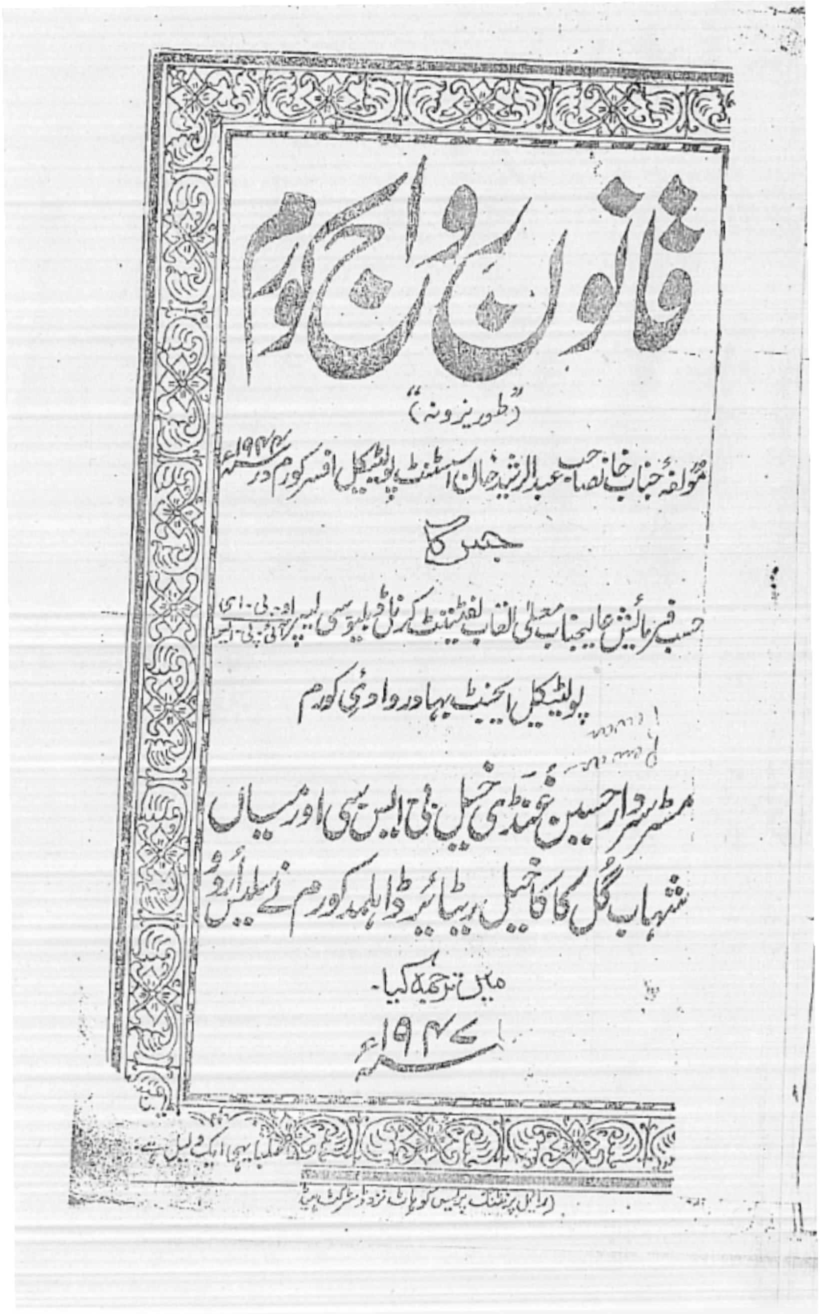
حیات روغانی کے مثبت اراء اور کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری نے میری مشکل اسان کردی۔ میرے لئے قابل احترام ہیں۔

انور علی خان اورکزئ
پی ایچ ڈی سکالر پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی
علامہ اقبال ہاسٹل 9 پشاور یونیورسٹی
8دسمبر2017









قانون رواج کرم

("طور یزونہ")

مؤلفہ جناب خانصاحب عبدالرشید خان اسسٹنٹ پولٹیکل افسر کورم در سنہ ۱۹۴۴ء

جس کا

حسب فرمائش عالیجناب معلی القاب لفٹیننٹ کرنل ڈبلیو سی لیبر او۔ بی۔ ای، آئی۔ پی۔ ایس

پولٹیکل ایجنٹ بہادر وادئ کورم

مسٹر سردار حسین غنڈی خیل پی ایس سی اور میاں

شہاب گل کاکا خیل ریٹائرڈ اہلمد کورم نے سلیس اردو

میں ترجمہ کیا۔

سنہ ۱۹۴۷ء

(اسماعیل پرنٹنگ پریس کوہاٹ نزد ڈسٹرکٹ ہیڈ)

باب نمبرا

جغرافیائی بیان

جغرافیائی بیان

کرُم ایجنسی ،اگر ہم اس اِصطلاح میں سرکار کے زیرِ انتظام علاقہ اور وہ قبیلے جو پولیٹیکل دائرہ اختیار کے اندر آتے ہیں، شامل کریں تو یہ کچھ غیر ہموار متوازی الاضلاع خط کی شکل کی مانند ہے۔ جس کے دو اطراف شرقاً اور غرباً پھیلی ہوئی ہیں اور اس کے دو اور اطراف جو کہ لمبائی میں دوسرے اطراف سے دُگنے سے زیادہ ہیں، شمال وشمال مغرب کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ شمال اور مغرب کی جانب یہ افغانستان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ مشرق میں آفریدی اور اورکزئی علاقے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جبکہ جنوب میں یہ ضلع کوہاٹ اور وزیر علاقے کی جانب پھیلتے ہیں۔ اگر غیر انتظامی قبائلی علاقے کو خارج کیا جائے تو شمالی اور مغرِبی سرحدیں پہلے افغانستان دور کی طرح رِہ جاتی ہیں۔ جبکہ مشرقی سرحد مغرب کی جانب کچھ اس طرح غیر ہموار مُنتقل کیا جاتا ہے کہ اس متوازی لاضلاع خط کو دو حصوں میں تقسیم کریں، اور دریائے کُرم کے بائیں جانب سے ایک تا دو میل مختلف فاصلے کے ساتھ پینتیس 35 میل تک جاتی ہے جہاں دریا مُڑ جاتا ہے اور سرحد اس کو افغانستان کی پہاڑوں کی سمت میں چھوڑ دیتا ہے۔ ایجنسی کا پورا علاقہ 20' 33° اور 10' 34° اور 50' 69° اور 50' 70° درجوں کے متوازی خطوط کے درمیان پڑتا ہے۔

پھر بھی یہ ایک خالصتاً جغرفیائی بیان ہے۔ ایک اجنبی شخص ٹل سے اس ایجنسی میں داخل

ہوتا ہے تو یہ علاقہ اُسے پہلے پینتالیس 45 میل دریائے کُرم کے دونوں اطراف، شاذونادر کسی بھی جگہ پر ایک میل سے تھوڑے اضافے کی چوڑائی کے ساتھ زرخیز زمین کی تنگ پٹی کے سوا کچھ نہیں لگتا ہے۔ اس زرخیز پٹی کے دونوں جانب کم بلند پہاڑوں کا ایک مکمل باقاعدہ دیوار اُٹھ کھڑی ہوتی ہے جو کہ دونوں اطراف سے اس علاقے کو مکمل طور پر باندھ کر رکھتی ہے۔ درحقیقت وہ پہاڑ جو کہ دریائے کُرم کے بائیں جانب واقع ہیں جو کہ قبائیلی علاقے کی سرحد کی نشاندہی کرتے ہیں وہ جسامت میں بلند ہونا شروع کرتے ہیں اور آفریدی اور کزئی علاقے کے پہاڑی حصے پر اِختتام پذیر ہوجاتے ہیں۔ پھر بھی دریائے کُرم کے دائیں جانب یہ پہاڑ ایک بار سر کر کے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حصہ مختلف جسامت میں گھٹتا ہوا غیر ہموار زمین کے سوا کچھ نہیں جو کہ بتدریج ہموار ہوتا ہوا جارہا ہے یہاں تک کہ یہ پہاڑ جاجی کے ہموار میدان پر اِختتام پذیر ہوجاتے ہیں۔ پینتالیس میل مسافت طے کرنے کے بعد سطح مُرتفع پاڑاچنار کا گوشہ پہنچ آتا ہے۔ یہاں پر دریائے کُرم اپنا رُخ بدل لیتا ہے اور ابھی قریباً عین مغرب کی جانب بہہ رہا ہے اور یہ علاقہ ہر دونوں جانب پھیلتا جاتا ہے۔ اس کے اوپر ڈھلوانوں سے دیکھ کر یہ سطح مُرتفع پاڑاچنار بیضوی شکل کا نظر آتا ہے۔ بالائی شمال کی جانب کوہِ سفید کا سلسلہ مشرق اور مغرب کی جانب کوئی بارہ ہزار 12,000 فٹ کی بلندی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا پورے سال کے چند مہینوں کے سوا برف سے لدا رہتا ہے اور افغانستان کے ساتھ چند ایک گذرگاہوں کے سوا لمبے عرصے تک ہر قسم کے آر پار میل جول کے لئے ناقابل گذر رُکاوٹ بن کر تھوڑا ہی کھلتا ہے۔ مغرب کی جانب سیکارام کی چوٹی جس کی بلندی پندرہ ہزار چھ سو بیس 15,620 فٹ ہے، ڈھلوان کی صورت میں پیواڑ کوتل کی جانب اُترتی ہے۔ اس گذرگاہ سے منڈائر سلسلے کے پہاڑ بتدریج بلند ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوبارہ خرلاچی کے مقام پر سطح مُرتفع پاڑاچنار کے جنوب مغرب کے کونے کے چھوٹے پہاڑوں میں گر پڑتے ہیں۔ جہاں سے دریائے کُرم افغانستان چھوڑ جاتا ہے۔ اِس مقام سے وہ پہاڑیں جو جنوب کی جانب واقع ہیں وہ خواجہ خیدر کی چوٹیوں میں ڈھلوان کی شکل میں بلند ہوجاتے ہیں۔ دوبارہ گھٹتے ہوئے درواز گئی کے نشیبی علاقوں میں ضم ہوجاتے ہیں۔

مشرق کی جانب یہ سطح مرتفع پاڑاچنار کوہِ سفید کے سلسلے کے کے پھیلنے والے چھوٹے پہاڑوں کے ذریعے بند دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں یہ کئی میلوں تک زرخیز تنگ گھاٹیوں کے ایک تسلسل کی صورت میں پھیلتا جاتا ہے۔ یہ سطح مُرتفع پاڑاچنار لمبائی میں کوئی آٹھ میل اور چوڑائی میں کوئی پندرہ میل ہے اور ڈھلوان کی صورت میں کچھ میدان کا سا نظارہ پیش کرتا ہے۔

شمال کی جانب کوہِ سفید کے دامن کے ساتھ ساتھ وافر مقدار میں پانی کی دستیابی کے ساتھ کافی زیادہ زمینوں پر مشتمل بڑے بڑے گاؤں ہیں جو کہ پہاڑوں کے برف پگھلنے اور چشموں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اِن کے بالائی جانب، پہاڑوں کے زیریں ڈھلوانوں میں خود کھیتی باڑی کرنے والوں یا مویشی چرانے والوں کے چھوٹے گاؤں ہیں جو کہ ان چھوٹی گھاٹیوں میں جو زمین ہے اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اِن چھوٹے پہاڑوں والے گاؤں سے آگے جو کہ ''دامن'' کہلائے جاتے ہیں، دریائے کُرم کی جانب، یہ سطح مُرتفع پاڑاچنار زیادہ تر پتھریلی مواد پر مشتمل ہوتا ہے۔ سوائے اُن چند گاؤں کے جن کو پہاڑوں سے وافر مقدار میں پانی کی فراہمی ہوتا ہے۔ اِس مقام سے نیچے دوبارہ خرلاچی کے زیریں جانب زرخیز رود غاڑہ یا دریائے کُرم کے کنارے کی پٹی آتی ہے۔

دریائے کُرم کا اپنا منبع کئی تعداد میں چھوٹی ندیوں کے ملنے سے شروع ہوتا ہے جو کہ خرلاچی سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ خرلاچی سے نیچے بارہ میل کے فاصلے پر دریائے کڑمان کے شامل ہونے کے، علاوہ ماسوائے کوہ سفید سے انے والی اتفاقی سیلابی ندیوں کے، دریائے کُرم مزید کوئی پانی حاصل نہیں کرتا ہے، اگرچہ پہاڑی نالوں کے بے شمار سلسلے سطح مرتفع میں داخل ہوتے ہیں۔ دریائے کڑمان کے پانی چمکنی پہاڑوں تک جا اُٹھتا ہے جو کہ کوہ سفید کے نوکیلے پہاڑ ہیں۔ کڑمان کا پانی اس کے کنارے آباد دیہات کے، آبپاشی کے لئے اسی دریا پر انحصار کرتے ہیں جو کہ دریائے کُرم سے مختلف چھوٹے پیمانے پر نہیں ہیں۔ مزید سولہ میل تک دریائے کُرم میں اضافہ صرف پہاڑوں سے بارش کی ندی نالوں سے ہوتا ہے۔ لیکن صدہ کے مقام پر اس میں خورمانہ شامل ہوتا ہے۔ یہ دریا عملاً اِس کی کُل لمبائی سرحد پار پہاڑی علاقے پر سے بہہ کر آتا ہے اور خورمانہ کی تنگ وادی سے

ہوکر رواں دواں ہونے کے بعد یہ دریائے کُرم کے اندر صرف چند میل ہی پر مشتمل ہے۔ اِس کی دونوں جانب ڈھلواں پہاڑ اس کو کسی بھی بلند زمین کو آبپاشی کے لئے عملی طور پر بے کار بنا لیتا ہے۔ جہاں دریائے کُرم نہیں پہنچ سکتا ہے۔ سات میل نیچے تنگی کے مقام پر دریائے کُرم دو ندیوں کے ملاپ سے تھوڑا پانی حاصل کر لیتا ہے جن کا منبع جاجی میدان تک جا نکلتا ہے۔

ایجنسی کے پہاڑوں کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے۔ اِن تمام میں سے کوہِ سفید واحد نمایاں اُبھر کر نکلتا ہے۔ سیکارام کی چوٹی سے لے کر جس کی اونچائی **15,620** فٹ ہے۔ پہاڑوں کا یہ سلسلہ تقریباً ایک قطار کی شکل میں مشرق کی جانب تھوڑے کم بلندی کی چوٹیوں کے تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ کچھ دیر بعد یہ اپنی پُر اثر اونچائی کھو بیٹھتا ہے اور آخر کار بازار کی وادی کا احاطہ کرتے ہوئے یہ دو سلسلوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس کی بلند ترین نشیبی ڈھلوانوں میں یہ عمودی اور سنگلاخ ہے، اور سبزے سے محروم ہے۔ لیکن اس کے نیچے تمام اقسام کے چیڑ کے درختوں سے مالا مال ہے۔ ایجنسی کے اندر یہ صرف ایک ہی راستے سے عبور کیا جاسکتا ہے جو کہ اَگام ہے جس کی اونچائی 11,730 فٹ ہے۔ ایجنسی کے اندر دوسرے پہاڑ کم ہی بیان کرنے کے لائق ہیں۔ سلسلہ منڈاتر کا وہ قطعہ جو کہ پیواڑ کوتل اور خرلاچی کے درمیان ہے مختلف بلندی کا ہے۔ لیکن 8000 آٹھ ہزار فُٹ سے کم ہی تجاوز کر جاتا ہے۔ یہ بھی مجموعی طور پر لکڑیوں سے بھر پور ہے۔ دیگر پہاڑ سوائے تھوڑے بہت جھاڑ پھونس رکھنے کے علاوہ زیادہ تر بنجر ہیں۔ اِن میں سے بلند ترین خوش خورم سلسلے کے خواجہ خیدر کے پہاڑ ہیں۔ زیمُشت کے علاقے میں صدہ کی پُشت پر ڈینگ سر ہے۔ اس باب میں دوسرے موضوعات جو رسمی طور پر علاقے سے تعلق کی بنا پر زیر بحث لائے گئے۔ جیسا کہ جیولوجی (ارضیات)، فلورا (نباتات) اور فانا (جانور)، یہ غیر ممکن ہے کہ اس محدود گنجائش کے کام میں کسی ایسی چیز کی طرف توجہ دی جائے جو عملی استعمال کی ہوگی۔ وہ لوگ جو اس موضوع پر کام کرنے کے خواہش مند ہوں، اُن کیلئے کُرم کا اَیچیسن فلورا اور اس جیسے دوسرے کاموں کی تجویز دی جاتی ہے۔

کہنے کو یہ کافی ہے کہ کُرم کے اندر کوئی قابل قدر یا اتنی مقدار میں معدنی ذخائر دریافت نہیں ہوئے ہیں جو کہ چھوٹے مقامی تجارت کو سہارا دیں۔ بے شک جنگلی جانور ہیں لیکن یہ بھی زیادہ تعداد میں وجود نہیں رکھتے یا آبادی کیساتھ اتنی قربت میں نہیں ہوتے جو کہ لوگوں کے لئے کسی قسم کا خطرہ پیدا کریں۔ کھیل کے زُمرے میں، جنگلی بکرے، مارخور، چینکارہ اور اسی طرح دوسرے پائے جاتے ہیں لیکن یہ بھی کچھ زیادہ تعداد میں نہیں اور عمومی طور پر پہاڑوں کے اونچے سر قابلِ قدر نہیں ہیں۔ چکور، سیسی اور چہا کا شکار کرنا نہایت ہی دلکش ہوتا ہے اور دریائے کُرم اگرچہ وافر مقدار میں مہاشیر کا ایک اچھا خاصا شکار فراہم کرتا ہے مگر غالباً چند سال پہلے شدید سردی کی بناء پر بڑی جسامت کی مچھلیاں دریا چھوڑ کر گئے ہیں۔

آب و ہوا کی صورت حال ہر لحاظ سے موافق ہی ہے۔ جنوری اور فروری کے مہینوں میں برف باری، بارش اور شدید سردی سے بے چینی کا سامنا ہونا پڑتا ہے جبکہ ماہِ جون کے وسط سے لے کر ماہِ اگست کے وسط تک گرمی میں، اگر چہ پنکھے کے استعمال کی اتنی خاص ضرورت نہیں ہوتی، پھر بھی گرمی بے چینی کا احساس کافی حد تک دلاتی ہے۔ باقی تمام سال آب و ہوا ہر لحاظ سے نہایت خوشگوار ہے اور در حقیقت اس کے شیدائی اسے خیالی تصور کرتے ہیں۔ موسم سرما سرد، صاف اور شدید ہوتا ہے، جبکہ موسم گرما میں اگر چہ بارشیں کافی زیادہ پڑتی ہیں، مگر موسم سرما کے اُس دائمی بارش اور دُھند سے خالی ہوتا ہے جو کہ ہمیں کئی پہاڑی مقامات کی سیر کرنے کی خوشی سے کچھ زیادہ ہی الگ کر دیتے ہیں۔

مواصلات کے شعبے میں کُرم ایجنسی کچھ زیادہ ہی ناقابلِ رسائی ہے۔ ٹل سے جہاں ریل کی تنگ پٹڑی ختم ہو جاتی ہے یہاں سے پاڑاچنار تک چھپن (56) میل لمبی کچی سڑک ہے۔ یہ سڑک زیادہ تر پتھر اور مٹی سے بنا کر اکثر مقامات پر اچھی حالت میں ہے۔ لیکن جہاں یہ نرم زمین سڑا ٹایا زرعی زمین کو عبور کر جاتی ہے جو کہ شدید بارش کے بعد لازمی ہوتا ہے تو یہ سڑک عملی طور پر یہاں تک کہ چھوٹی گاڑیوں کے لئے جو دراصل اس سڑک کو استعمال کرتی ہیں، ناقابل گذر بن جاتی ہے۔ اگر کسی

بھی درجے کی بڑی گاڑیاں اسی حالت میں استعمال کی گئی تو یہ سڑک شکستہ حال ہو جائیگی۔ پاڑا چنار سے یا بڑی سڑک سے مضافات کے علاقوں پیواڑ، خرلاچی، احمد زئی، کڑمان اور دوسری مقامی اہمیت کی جگہوں کو سڑکوں کی کئی شاخیں نکلتی ہیں۔ یہ سڑکیں، پھر بھی کسی جدید طریقے سے نہیں بنائی گئی ہیں بلکہ بڑے پتھروں کی صفائی کرتے ہوئے بنائی گئی ہیں اور ہر چند سو گز کے فاصلے پر غیر ہموار پہاڑی نالوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ سڑکیں گاڑیوں کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں اور گاڑیوں کے گزرنے کے بالکل قابل نہیں ہیں۔

ذرائع مواصلات میں عام طور پر نہایت ہی مشہور سڑک وہ ہے جو پیواڑ کوتل کے راستے شُتر باغ پر سے کابل کو جاتی ہے۔ ایک اور متبادِل راستہ میرزا کئی کا ہے۔ میرزا کئی کوتل پر سے اور پھر براستہ خوست کابل کو جاتا ہے۔ اگر چہ خرلاچی اور پیواڑ سطح مُرتفع پاڑا چنار سے بارہ میل سے کم فاصلے پر پڑتے ہیں۔ یہ جُڑواں راستے جو کہ دروازے کی حیثیت رکھتے ہیں، منڈا ئر سلسلے کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کئے جاتے ہیں جو کہ کوہِ سفید کے پہاڑوں کے ساتھ قائمہ زاویوں کا ایک تسلسُل بنا تا ہے: جس کے نتیجے میں یہ راستے اس طرح الگ اور اکھٹے اگے بڑھتے ہیں تا کہ کابل سے دور نہ ہو۔ پیواڑ کوتل کے راستے سے پاڑا چنار سے کابل تقریباً اسی 80 میل کے فاصلے پر ہے اور خرلاچی سے تقریباً پچاسی 85 میل کے فاصلے پر ہے۔ لیکن تاجر حضرات خرلاچی کے راستے کو اس کے زیریں اور زیادہ ہموار سطح کی بدولت کافی زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ خواجہ خیدر کے نیچے سرحدی لکیر کی پوری لمبائی کے ساتھ ساتھ یہ سڑک خوست کے لئے لاتعداد مقامات پر کُھلی ہے۔ اِن میں سے سب سے مشہور غالباً خڈ نڈ (مقامی طور پر خڑ ڈنڈ کہلایا جاتا ہے) کا راستہ ہے جو کہ علی زئی سے ہو کر نکلتا ہے۔ دریائے کُرم کے بائیں جانب جتنے راستے قبائلی علاقے میں جاتے ہیں اُن میں سے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل راستے کڑمان، خورمانہ اور علی زئی دوآبہ راستہ جو کہ چنارک پر سے گذرتا ہے۔

اگر چہ عام مقاصد کے لئے جو سڑک ٹل کو استعمال ہوتی ہے وہ براستہ صدہ ہے۔ ایک دوسرا

راستہ جاجی میدان کے سرحدوں کے ساتھ احمد زئی تا لکہ تیگہ کا راستہ ہے اور اُس کے بعد طوری میدان اور چھوٹے مُتصل پہاڑوں پر سے علی زئی تک ہے۔ یہ راستہ خانہ بدوش طوری نا معلوم وقت سے اُن کے موسمِ گرما اور موسمِ خزان میں اُن کی ہجرت کے موقعوں پر استعمال کرتے رہے ہیں اور اب بھی اسی طرح استعمال کرتے ہیں۔ نقشے پر ایک نظر پڑنے سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ راستہ مکمل طور پر صدہ کے اِرد گِرد کے علاقے کے قطعہ سے پہاڑوں کے سخت ڈھیر کے ذریعے الگ کیا جاتا ہے جسے چرموغر کہتے ہیں اور جیسا کہ بعد میں بتایا جائیگا کہ طوری کے اس راستے کے اِنتخاب کا صدہ کے قریب زمینوں کی ملکیت کی دعویداری کا ایک اہم نتیجہ نکلا تھا۔

باب نمبر2
تاریخی بیان

تاریخی بیان

وادی کُرم کی ابتدائی تاریخ سے عملی طور پر اس کے بنگش لوگوں کے قبضے سے پہلے کے کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اِس بارے جب لوگوں سے استفسار کیا جاتا ہے تو وہ صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اُنہوں نے سُنا ہے کہ اِس کے اصل باشندے ''شادانی بادانی'' تھے، غالباً ایک داستانوی نام جس کو ''غیر معتقدین اقسام کے لوگوں'' کا ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلے معتبر معلومات جو حاصل کئے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ پندرھویں صدی کے شروع میں بنگش جو کہ وہ اپنے حسب ونسب کا کھوج عرب کے قریش قبیلہ سے نکالتے ہیں، اُن کے فارس سے نکالے جانے پر دوصدیوں تک ملتان ''دیراجت'' اور خوست پر سے مارے مارے پھرنے کے بعد، آخر کار اِس وادی میں شمال کی جانب سے اُترائے اور یہاں پر قیام پذیر ہوئے۔ یہاں پر وہ ایک وقت تک قیام سے خوش دکھائے دیتے تھے، کیونکہ وہ بتدریج اپنا قبضہ بڑھاتے گئے اور کوہاٹ کے میرانزئی وادی تک اپنا دائرہ وسیع کرتے گئے۔ یہ قریباً پندرھویں صدی کا اِختتام تھا کہ طوری قبیلہ پہلی بار منظر عام پر آیا۔ بعض مُستند ذرائع اپنے خیالات کچھ اِس طرح دیتے ہیں کہ اِس قبیلے کا حسب ونسب پنجابی ہے اوردریائے سندھ کے کنارے اپنے اصل مقام ''نیلاب'' سے اِس قبیلے نے بتدریج شمال کی جانب اپنا قدم بڑھایا۔ یہ نظریہ پھر بھی اِس وجہ سے قابل اعتراض ہے کہ یہ بحیثیت مجموعی تمام افغان گذرگاہوں کی تاریخ کے ساتھ متصادم ہے جہاں دباؤ

لازماً شمال ہی سے اتا ہے اور افغان حملہ آوروں کا ہر کامیاب حملہ اصلی مقیم لوگوں کو مزید جنوب کی جانب کھینچنے پر مُنتج ہوا ہے۔ طوری خود کہتے ہیں کہ وہ دراصل فارس سے ائے ہیں اور یہ کہ وہاں سے نکالے جانے پر وہ خانہ بدوشوں کے لباس میں مارے پھرتے تھے یہاں تک کہ وہ آریوب اور اِس سے مُتصل وادی ئے کُرم کے بالائی علاقے تک پہنچائے۔

یہاں پر انہوں نے اپنے موسم گرما کے صدر مقامات بنائے اور موسم سرما میں اپنے جُھنڈ اور گلّے زیریں علاقے یہاں تک کہ دور دریائے سندھ تک لے جاتے تھے۔ یہ دراصل طوری شیعہ مذہب اور اُن کے وادی ئے کُرم پر قبضے کی کامیابی کی زیادہ معقول وضاحت طلب بیان ہے۔

پوری سترھویں صدی بنگش کا کُرم پر قبضہ رہا۔ جبکہ طوری بالائی علاقے سے وادی میں اوپر اور نیچے بطور خانہ بدوش پھرنے میں لگے رہے۔ اسی اثناء میں طوری طاقت اور تعداد میں بڑھتے دکھائے دیئے۔ جبکہ بنگش نہ صرف اندرونی دُشمنی بلکہ میرانزئی درہ کے نوآبادکاری کی بدولت وسائل کی ضیاع اور اورکزئی کے ساتھ وادی پر قبضہ جمانے کی جنگوں سے کمزور ہوگئے تھے۔ آخر کار ایک کہانی کے مطابق، قریباً آٹھارویں صدی کے شروع پر ایک طوری خاتون کی بےعزتی پر معاملہ جنگ کی حالت تک پہنچ گیا۔ طوری نے خانہ بدوش خادموں ''ہمسایوں'' کا لباس پھینک دیا اور حملہ کردیا اور بوڑکی کو فتح کرلیا جو کہ خرلاچی کے اوپر بلند زمین پر واقع ہے۔ پھر خود کو مضبوط کرنے کے لئے کچھ وقت ترقی کرتے گئے۔ جس کے بعد اِن لوگوں نے پیواڑ پر قبضہ کرلیا۔ پھر اِن لوگوں نے افغانستان سے آنے والے دونوں راستوں کا قبضہ حاصل کرلیا۔ مزید ترقی میں عظیم خطرہ شلوزان اور زیڑان پر قبضہ ہے جو کہ اس وادی کے سب سے بڑے گاؤں ہیں۔ ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ کچھ انتظام بنایا گیا تھا اور شلوزان پر سے ہوتے ہوئے طوری نے ملانہ پر قبضہ کرلیا۔ پیواڑ کو چار دائی سیکشن میں اور ملانہ کو سرہ گلہ سیکشن میں تقسیم کرلیا گیا۔ ایک بار جب طوری اِن بالائی دیہات پر قابض تھے تو فتح کا یہ سلسلہ بغیر کسی مُداخلت کے آگے بڑھتا گیا۔ شلوزان اور زیڑان کے بنگش معاملات کی تبدیلی کی سمجھ بوجھ

سے زیادہ دور نہ تھے اور اُن کے شیعہ عقائد کو قبول کرتے ہوئے پوری طرح بھائی چارے اور طوری کے ساتھ برابر حقوق میں داخل ہوئے تھے۔ بقیہ بنگش جو کہ بالائی علاقے سے دباؤ کا شکار تھے اور غالباً زیریں علاقے سے اورکزئی کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونے کے لئے مدعو کئے جاتے تھے۔ سو بنگش تھوڑی ہی مزاحمت دکھاتے نظر ائے اور طوری لوگوں نے خود کو وادی کُرم پر قابض پایا۔

پھر بھی یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اُس وقت کا قبیلہ اب بھی اپنی خانہ بدوشوں کی عادات رکھتے تھے اور کسی مخصوص رہائش گاہوں سے محروم تھے۔ ماسوائے کوہِ سفید کے تحت اُن جگہوں کے جو کہ اُنہوں نے بنگش لوگوں سے زبردستی چھین لئے تھے اور بالخصوص موسمِ گرما میں بطور صدر مقامات استعمال کرتے تھے۔ موسمِ گرما میں سطحِ مُرتفع پاڑہ چنار میں اُن کی موجودگی اور اُن کا شلوزان اور زیڑان کے بنگش لوگوں کے ساتھ اتحاد نے اُن کو اِس قابل بنایا کہ وہ اِس سطحِ مُرتفع پاڑہ چنار پر ایک مئوثر گرفت رکھیں۔ یہ صحیح ہے کہ مشرق کی جانب سے چمکنی لوگوں نے اُن کو آنکھیں دکھائی تھیں لیکن اُس قبیلے کی ذیلی شاخوں کی زمینوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے خلاف مسلسل جنگیں بڈاخیل میں اِختتام پذیر ہوئیں جنہوں نے تقریباً بوغاکی اور جالندھر کے پہاڑوں کے دامن میں علاقوں پر قبضہ حاصل کر لیا اور شرغاخیل کے لوگ جنہوں نے دریائے کُرم پانی کے کنارے تک پہنچنے پہاڑوں کو عبور کر گئے تھے۔ ان لوگوں نے شیعہ مذہب کو قبول کرتے ہوئے اور طوری لوگوں سے رشتہ داریاں اُستوار کرتے ہوئے جالندھر اور شکردرہ میں قیام پذیر ہوئے۔ لوئر کُرم ایجنسی میں معاملہ اس کے برعکس تھا اور طوری لوگوں نے عملی طور پر اپنے ساتھ اِس علاقے کا صرف وہ حصہ شامل کر لیا جو کہ موسمِ سرما کے گلوں کے چرانے کے میدانوں تک کوچ کر جانے کی لکیر میں پڑتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ کوچ کر جانے کی یہ لکیر چرموغر کی مغربی طرف پر پڑتی ہے اور نتیجے کے طور پر دریائے کُرم کے کنارے علاقے کا یہ حصہ اڑاولی سے اوپر پاڑہ چنار کے پلیٹو کے دہانے تک ہاتھ لگائے بغیر چھوڑا گیا۔ اِس مقام پر یہ دہانہ کشادہ ہے اور علاقہ مقابلتاً ہموار اور کھلا ہے

اور اوپر سے دباؤ کے قبضے کا یہ سلسلہ نیچے بڑھتا ہوا صدہ کے ساتھ ساتھ چند میل پر مُنتج ہوا جہاں پر پہاڑ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اور یہ معاملہ بالکل ہی مختلف ہے کیونکہ وادی کی کشادگی تیراہ کے پہاڑوں کی سمت میں ہے۔

ظاہری طور پر پھر طوری لوگ صدہ پر قبضہ جماتے ہوئے بیرونی قبیلے کے پاڑہ چنار پلیٹو کے دہانے پر سلطان پر قبضہ کرنے سے اُن کے ساتھ کچھ ایک جیسی حالت میں ہوں گے۔ سرحد پار قبیلے کسی بھی لمحے اُن کے اپنے علاقے میں جمع ہو سکتے تھے اور صدہ پر باآسانی مضبوط حملہ آور گروہ لا سکتے تھے۔ جبکہ طوری لوگوں کے لئے اِس سے نبرد آزما ہونے کے لئے کچھ دُشوار علاقے پر سے لمبا سفر طے کرنا پڑتا تھا۔ نتیجے کے طور پر جیسا کہ یہ علاقہ اِن کی سالانہ ہجرت کے خط میں نہیں تھا۔ طوری لوگوں نے صدہ اور اِس کے اردگرد علاقے کو دانشمندی سے تنہا چھوڑ دیا۔ اصل بنگش باشندوں نے اپنا سُنی مذہب برقرار رکھا اور یہ خطہ اب بنگش کے ساتھ علی شیرزئی، غربینہ، زیمُشت اور دیگر پہاڑی قبیلوں کے باہمی ملاپ سے آباد ہوا ہے۔ جِن میں سے چند بغیر شک کے بنگش کی مدد کے لئے بُلائے گئے تھے جبکہ بعض قبائل بِن بُلائے بزور طاقت اپنے لئے راستہ ہموار کرتے گئے۔ طوری لوگوں کے کوچ کا خط اڑاولی کے قریب دریائے کُرم سے ملتا ہے اور یہاں پر ایک بار پھر طوری لوگوں کی طاقت نمایاں رہی۔ دریائے کُرم کے مغرب کی جانب جو بنگش اباد تھے وہ اپنا سُنی مذہب برقرار رکھنے میں آزاد تھے اور اُن کے دیہاتوں کے اندر جو تھوڑی بہت دراندازی طوری لوگوں کی تھی وہ اِس طرح تھی کہ طوری لوگ چاہتے تھے کہ موسم سرما کے مہینوں میں وہ یہ علاقہ اپنے گلوں کے لئے بطور چراگاہ استعمال کریں نہ کہ زمین کھیتی باڑی کے لئے تھی۔ بنگش لوگوں پر ایک طرح کی ہمسایہ شکل کی طاقت بنائی گئی تھی لیکن جیسا کہ موسم گرما میں اِن کو مکمل طور پر تنہا چھوڑ دیا جاتا تھا اور صرف موسم سرما میں اُن کو اپنی تابعداری کی حیثیت یاد دلاتے تھے جب اُن کے آقا اُتراتے تھے۔ یہ بندھن کچھ ہلکے قسم کی تھی اور باوجود پے در پے لڑنے کے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ زیریں علاقوں میں اسی طرح خانہ بدوش طوری لوگ خانہ

بدوش وزیر لوگوں سے گنڑوبہ کے مقام پر ملتے تھے اور یہاں پر ایک متنازعہ سرحد پر حملوں اور جوابی حملوں نے موسم سرما کی چراگاہ پر برابری کی حیثیت کو تبدیل کر دیا۔

دریائے کُرم کے مشرق کی جانب کوئی آبادی نظر نہیں آتی تھی۔ قبائلی آبادی کے قیام سے سرہ گلہ طوری مغربی طرف اور چاردئی طوری مشرقی طرف رکھتے تھے۔ چاردئی طوری زیمُشت کے لوگوں کے ساتھ بالکل اسی طرح اپنی مشکلات رکھتے تھے جس طرح سرہ گلہ طوری بنگش، وزیر اور خوست کے لوگوں کے ساتھ رکھتے تھے۔ اِس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ چاردئی طوری اپنے گلے نہ صرف زیمُشت کے پانی سے بھرے پہاڑوں کے سروں تک چراتے تھے بلکہ اِن کے اُس پار سنگڑوبہ اور حد میلہ تک چراتے تھے۔ اُن کے غلجزئی (غلجی یا خلجی) قوم کے ساتھ رشتوں کی بدولت وہ اتنے کافی زیادہ مضبوط تھے کہ اپنی زمین کے ساتھ ساتھ مزید بھی قبضہ کریں۔ یہاں تک کہ زیمُشت کے لوگوں کو کسی قسم کے دیہات تعمیر کرنے سے روک کے رکھیں۔ لیکن ایک بار جب طوری لوگوں کو موسم گرما میں نکالا گیا تھا تو اس کے بعد زیمُشت کے لوگ اتنے کافی مضبوط تھے کہ وہ کسی غیر قبیلے کی آبادی کو منع کر کے رکھیں۔

بہر کیف معاملات کی یہ حالت زیادہ دیر تک نہیں رہ سکی۔ جس طرح فطری طور پر ممکن لگتا تھا زمین کی زرخیزی نے طوری لوگوں کو بتدریج اُن کی خانہ بدوشی کی مشکل زندگی سے آزاد کرادیا۔ بڑے خاندانوں نے گاؤں بنالئے اور مستقل طور پر آباد ہوئے۔ وہ مزید ''کوچی''، نہیں رہے بلکہ ''کوٹھی'' بن گئے۔ اِس قبیلے کی اکثریت کی خانہ بدوش عادتوں کی ممانعت جو کہ لازمی تھا۔ اِس خطے پر مئوثر قبضے کا نتیجہ نکلا۔ بالائی کرم کا میدان اُن کے صدر مقام کی بدولت محفوظ تھا لیکن کوہِ سفید اور منڈائر سلسلے کے نیچے پہاڑ اور ڈھلوانیں جن پر اُن کے گلہ بان ایک مئوثر نظر جمائے رکھے تھے۔ اب اِن کو ایک خطرے کا سامنا ہوا کہ جیسے اِس جگہ پر ایک دراندازی کرنے والا قبیلہ خود کو آباد نہ کر سکے۔ اِس کے خلاف بطور حفاظت منگل اور مقبل لوگوں کو آدھ بُلائے اور آدھ اجازت دیئے کی بنیاد پر آباد کرایا تا کہ وہ

خود کو ہمسایہ کی شرائط پر رکھیں۔ اِس وعدے پر کہ وہ کسی بھی سُنی حملے کے خلاف ایک پُشتے کا کردار ادا کریں۔ لوئر کُرم میں جہاں پر آب وہوا کی وجوہات کی بناء پر آبادکاری کے لئے لوگ چنداں ہی تھے تو یہ مسئلہ اتنا آسانی سے حل ہونے والا نہ تھا۔ چاردئی طوری پہلے ہی دکھائے دیتے ہیں جنہوں نے خانہ بدوشی کی زندگی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ ہر سال زیریں علاقوں میں جاتے گلے چرانے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی گئی۔ اِن کے زیر قبضہ خطہ سُکڑتا گیا۔ سنگڑوبہ اور حد میلہ کب کا چھوڑ دیا گیا تھا اور جیسے ہی وتی زئی زیمُشت نے طوری لوگوں کو پسپا کر دیا تو اُن کو بتدریج آگے دھکیل دیا گیا حتیٰ کہ تمام جو کچھ بچا تھا وہ علی زئی اور اس کے ارد گرد کی آبادکاری تھی۔

مغربی جانب سرہ گلہ کے لوگوں نے اپنی پُرانی عادات کو برقرار رکھا اور اب بھی آبادی کی بڑی تعداد اپنی پُرانی عادات کو برقرار رکھتے ہیں۔ وہ بھی بیلیامین کے گردونواح میں آباد ہوئے اور بہت جنگ وجدل کے بعد آخر کار بنگش لوگوں کو بھائیوں کی طرح نہ کہ ہمسائیوں کی طرح تسلیم کر لیا۔ لیکن دریا کے مغربی کنارے پر باقی حقوق ویسے ہی محفوظ برقرار رکھے جو کہ اُنھوں نے فتح کے موقع پر حاصل کئے تھے۔ چاردئی طوری لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ کچھ اس کے برعکس ہی تھا۔ اُن کی مدد سے کوچی لوگوں کے ہاتھ کھینچنے سے علی زئی کے مقام پر اُن کی بقاء کو خطرناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر یہاں تک کہ اُنھوں نے اپنی بالائی زمین کا 3/5 یعنی (پانچ تہائی) حصہ زیمُشت وتی زئی کو دینا پڑا تھا تا کہ بدلے میں بیلیامین کے ساتھ دشمنی میں وہ اُن کے ساتھ مدد کریں۔ نتیجے میں پہاڑیں اور چراگاہیں طوری زون سے زیمُشت زون کو مُنتقل ہو گئے اور جیسا کہ زیمُشت کے دوسرے چھوٹے قبیلے اِس لڑائی میں مخالف نہیں رہے وہ صدہ کے نیچے دریائے کُرم کے بائیں کنارے آباد ہو گئے تھے۔ اب صدہ سے لے کر ٹل تک دریائے کُرم کا پورا بایاں کنارہ زیمُشت زون تسلیم کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ابھی طوری قبضے کا ایک مجموعی تاریخ بیان کیا گیا ہے یہ مزید اسان ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اُس وقت کے مخصوص حالات اور واقعات پر نظر ثانی کریں کہ کس طرح کسی قبیلے نے ایک علاقے

کا قبضہ حاصل کرلیا۔ طوری قبیلہ مزید دو چھوٹے قبیلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ چاردئی اور سرہ گلہ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ چاردئی قبیلہ مزید علی زئی، غونڈی خیل اور دوپرزئی میں تقسیم ہوتا ہے۔ سرہ گلہ قبیلہ مستوخیل اور حمزہ خیل میں تقسیم ہوتا ہے۔ حمزہ خیل کے ساتھ مالی خیل بھی اتے ہیں جو کہ حقیقت میں اصل طوری نہیں ہیں بلکہ غالب امکان ہے کہ غلجے لوگوں نے طوری زون مذہب کو اختیار کر گئے ہیں۔ چاردئی قبیلے کے لوگوں کا صدر مقام پیواڑ جبکہ سرہ گلہ لوگوں کا ملانہ ہے۔

تقسیم کا صحیح طریقہ ملانہ کی مغربی سرحد سے جنوب میں دریا کی جانب ایک غیر واضح کھینچا گیا خط لگتا ہے۔ چاردئی لوگوں نے اِس خط سے مغرب کی جانب ساری زمین لے لی جبکہ سرہ گلہ لوگوں نے وہ تمام زمین حاصل کرلی جو کہ اِس خط اور دریائے کڑمان کے درمیان واقع ہے۔ لوئر کُرم میں چاردئی لوگوں نے دریائے کُرم کا بایاں کنارہ لے لیا جبکہ سرہ گلہ لوگوں نے دایاں کنارہ حاصل کرلیا۔ دریائے کڑمان کے مشرق اور جنوب میں چاردئی لوگوں نے جتنا وہ کر سکتے تھے، مزید زمین حاصل کر لی۔ سرہ گلہ لوگوں کے درمیان اِس طرح ایک خاص ترکیب کا بٹوارہ تھوڑا ہی رہا ہے۔ دوپرزئی کے لوگ خرلاچی کے اردگرد تمام زمین پر قبضہ رکھتے ہیں۔ مزید نیچے اکر دریا کے کنارے ہر قبیلہ اپنی زمین رکھتا ہے۔ اگرہ کے مقام پر علی زئی کا علاقہ ختم ہوتا ہے اور عالمشیر اور سلطان پر دوبارہ دوپرزئی کے لوگ قبضہ جمائے نظر اتے ہیں۔ اِس کے بعد صدہ کے قریب سنڈہ کوٹ کی طرف نشیبی زمین کا تعلق غونڈی خیل قبیلے سے ہے۔ لوئر کُرم میں دریائے کُرم کے بائیں جانب علی زئی کے مقام پر صرف چاردئی لوگوں کی آبادکاری ہے جو کہ مکمل طور پر علی زئی نے اپنایا ہے۔ لیکن دریائے کُرم کے دائیں جانب بمقام ٹنگئی اور اس کے مضافات پر دوپرزئی لوگوں کی آبادیاں ہیں۔ وادی کی دفاع کی خاطر قبائلی انتظام کچھ درج ذیل قسم کا تھا۔

پیواڑ میں منگل کے لوگ معمولی جرائم کے لئے ذمہ دار تھے لیکن دُشمن کے حملوں کو پسپا کرنے کے لئے پیواڑ کے چاردئی لوگ پہلا خط تھا۔ خرلاچی راستے کا دفاع دوپرزئی لوگوں کے ذمے تھا۔

جن کو بالائی چاردئی دریا کے دیہاتوں اور شلوزان کی مدد حاصل تھی۔ حاجی میدان سے درواز گئی کے راستے پر مالی خیل کے لوگوں کا قبضہ تھا جن کو احمد زئی، توتکی اور ملانہ کی مدد حاصل تھی۔ زیڑان نے آگام کا راستہ قبضہ کر رکھا تھا اور کڑمان کی مدد کیلئے لشکر بھیجتے تھے۔ جن کو عالم شیر کی مدد بھی حاصل تھی۔ بوغاکی کے بوڑا خیل اور قریبی تنگ دروں کے لوگوں نے شمال کی طرف چمکنی اور ننگرہار کی گذرگاہوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ جالندھر اور شکردرہ نے چمکنی کے علاقے میں جو راستے جاتے تھے اُن پر قبضہ کرلیا۔ اِن لوگوں کو سلطان اور زیریں دریا کے کنارے کی دیہاتوں کی مدد حاصل تھی۔ فطری طور پر اگر کسی ایک جگہ ایک بڑا حملہ ہو جاتا تو یہی لشکر وہاں جمع ہو جاتی۔ لیکن یہ بات ہر ایک راستے کی دفاع کرنے والوں کے لئے باعث فخر تھی کہ وہ جہاں تک ممکن ہو کسی بیرونی مدد کے بغیر مقابلہ کریں۔ یہ نظام آج تک رائج رہتا ہے اور ہر گاؤں جانتا ہے کہ بوقت ضرورت کس جگہ اپنی لشکر کو بھیجنا چاہئے۔ خرلاچی کے مقام پر حالیہ فسادات کے دوران لڑنے والوں کے حملے کی پوری شدت دوپرزئی کے لوگوں پر گر پڑی۔ اُنھوں نے شلوزان کے لوگوں کو نہ بُلا کر اپنے لئے باعث فخر سمجھا اور صرف ایک موقع پر جب اِن کے خلاف لشکر کی تعداد تقریباً پانچ ہزار آدمیوں تک بڑھی تو اُنھوں نے چاردئی کے دیگر قبیلوں کو اجازت دی کہ اُن کے ساتھ دریا کے مقام پر شامل ہو جائیں۔

پھر بھی اپنے اصل عنوان کی جانب لوٹ کر آتے ہیں کہ طوری لوگوں کی آبادکاری کی عمومی صورت حال کچھ اس طرح تھی کہ چرموغر کے شمال پر وادی کُرم کا مکمل حصہ طوری زون کے اندر شیعہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ صدہ کے گرد ونواح میں خود ملی جلی سُنی آبادی تھی۔ صدہ کے نیچے دریا کے بائیں کنارے سوائے علی زئی اور مرو خیل کی دیہاتوں کے یہ علاقہ مکمل طور پر زیمشت کا تھا۔ دریا کے دائیں کنارے زمین مکمل طور پر شیعہ لوگوں کے زیر اثر تھی۔ لیکن یہاں پر سُنی بنگش لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد تھی جو کہ طوری لوگوں کی سرداری کے دعوے کے نیچے مل جاتے تھے اور ہمیشہ کوششیں کرتے رہے تھے کہ غلامی کا یہ طوق کس طرح اُتار پھینکے۔

ایک بار جب طوری لوگ آباد ہوئے تھے تو سید لوگ اُن کی روحانی مذہبی خدمت کر کے مالی فوائد حاصل کرنے کی سمجھ بوجھ کے مزید قابل نہ تھے۔ طوری لوگ تمام باتوں سے بالاتر ہو کر ان مقدس شخصیتوں کی تعظیم کرنے والے ہیں اور اس تعظیم نے ہر قبیلے کی آبادی میں سخاوت میں زمین دینے کی شکل اختیار کرلی۔ 1820ء تک وادی کی مذہبی پالیسی تین بڑے سید گھرانوں کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ آحمد زئی، کڑمان اور ماحورہ ہیں۔ یہ اور ان کے ماننے والوں نے زیریں علاقوں میں آباد ہو کر دیہات بنائے تھے اور ماسوائے اُن کے تقدس کے وہ زیادہ تر طوری لوگوں کی طرح رہتے۔ کھیتی باڑی کرتے اور لڑتے تھے۔ 1820ء میں ایک طوری مشر محمد نور خان نے اپنے روحانی صلاح کاروں ''سیدوں'' سے لڑائی کی اور کُرم کو تیراہ سے چند سیدوں کو دعوت دی۔ یہ پہلے پہل ہر لحاظ سے روحانی طرف نہ کہ مادی طرف مائل تھے اور اُن کے تبلیغی مہم اور پروپیگنڈہ کی طاقت نے جو کہ وہ ہر گاؤں میں اپنے مُرید بھیجتے تھے۔ اس سے ایک گروہ بن گیا جو کہ بعدازاں میاں مرید کے نام سے مشہور ہوا۔ جس کے بعد اگرچہ یہ پُرانے مسلک کے مقابلے میں تناسب میں کم تھے لیکن پھر بھی زیادہ متحد اور بہتر منظّم تھے۔

درے ونڈی جو کہ تین اصل سید گھرانوں کے پیروکار ہیں اُنکی اکثر عددی برتری رہی ہے۔ ان کی تعداد پورے قبیلے کا شاید کوئی پچھتر فی صد ہے لیکن ان کے مشران آپس میں دشمنیاں رکھتے ہیں اور ان کی تعداد کے فائدے نے ہمیشہ انکے اتفاق کی چاہت کو مسترد کیا ہے۔

اب جبکہ اِس گروہ کی خواہش کے مطابق اس کی ترقی خوب زور وشور سے جاری تھی کہ حالات کچھ اس طرح بنے کہ 1848ء میں افغان سرکار نے پہلی بار ایک نمائشی علامت کے طور کُرم تک اپنے سرکار کا دائرہ ایک مقامی گورنر کی تعیناتی کے ذریعے وسیع کرتا گیا۔ سابقہ ادوار میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کُرم افغان علاقہ رہ چکا تھا۔ لیکن اُس وقت کے حکمران اپنے معاملات میں کچھ اس قدر اُلجھے ہوئے تھے کہ اُن کو کُرم کی فکر نہ تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ وقتاً فوقتاً آمدنی کے حصول کے لئے

اپنے چارہ کار بھیجتے رہتے اُس سے زیادہ آمدنی وہ ایک مختصر مخالف قبضے سے چھین کر لے جاسکتے تھے۔

پہلے باقاعدہ گورنر سردار محمد اعظم خان، امیر شیر علی خان کے بھائی نے اپنے صدر مقام آحمد زئی میں 1864ء تک تقریباً سولہ سال تک حکمرانی کی۔ وہ عوام میں پسند کئے جاتے تھے۔ لیکن جیسے ہی وقت گذرتا گیا، بالکل ٹھیک اور ایمانداری سے، اگرچہ اس کی حکمرانی کی اہلیت نے طوری لوگوں کو کوہاٹ پر حملوں سے نہ روکا۔ اس قدر کہ بار ہا تنبیہ کے بعد 1856ء میں کُرم کے اندر ایک سبق سکھانے والی فوجی مہم داخل ہوئی اور آحمد زئی سے آگے بڑھتی گئی۔ اُس کے بعد طوری لوگوں کے انڈیا سرکار سے تعلقات اطمینان بخش تبدیلی میں بدل گئیں۔ یہ قبیلہ تمام مواقع پر مدد کرنے کے لئے تیار تھا اور اس قبیلے کو افغانستان پر حملہ اور اس کے گورنروں سے مقابلہ کرنا جیسے بے قاعدگیوں سے روکنے کا پابند بنایا گیا۔ صاف بتاتے ہوئے کہ 1864ء میں محمد اعظم خان کی رُخصتی کے بعد آٹھ گورنر ہر ایک دوسرے سے بدتر اور زیادہ نااہل تھا۔ جس کے بعد اگلے چودہ سالہ طرز حکمرانی کم وبیش برائے نام ہی تھی۔

1878ء میں دوسری افغان لڑائی ہوئی اور لارڈ رابرٹ کا وادی کُرم میں داخلہ ہوا۔ 1880ء میں اس جنگ کے خاتمے پر اس کے تمام باشندوں کے متفقہ رائے کے نتیجے میں وادی کُرم کو افغانستان سے آزادی کا اعلان ہوا تھا۔ ایک حکومت بنائی گئی تھی جس میں محمد نور خان میاں مُرید اور سید گل بادشاہ درے ونڈئی شامل تھے اور وادی کے لوگوں کو از خود انتظامی تعین کرنے کی غرض سے چھوڑا تھا۔ جیسا کہ محض امکان تھا کہ جو اختیار یہ لوگ استعمال کرسکتے تھے وہ یہ تھے کہ ہر ایک طبقہ دوسرے پر اپنا تاثر اُبھارتا تھا۔ نتیجے میں ایک مکمل لاقانونیت کا نظام رائج ہوا اور طوری لوگ جب وہ آپس میں نہیں لڑ رہے تھے تو وہ یا تو حاجی لوگوں پر حملہ آور ہونے لگے یا حاجی لوگوں کے حملوں کو پسپا کرنے میں مصروف رہے۔ 1885ء سے لے کر 1887ء تک برطانوی سرکار کے افسروں کو کُرم میں بھیجے گئے۔ مگر یہ افسر حکمرانوں کے بجائے کمشنر قسم کے لگ رہے تھے اور جلدی واپس بُلائے گئے تھے۔

اِس کے بعد سچ مچ طوری لوگوں کی مشکلات بڑھنا شروع ہوئیں۔ شیعہ لوگ جو کہ ہر طرف سے سُنی لوگوں کے حصار میں تھے، تھوڑی سی دوستی اور مدد کی تلاش میں تھے۔ لیکن اس کے متنازعہ اور فرقہ ورانہ احساس کے باوجود طوری نہایت ہی خوب لڑنے والے لوگ ہیں جن کو نہ تو جان دینے کی پروہ ہے اور نہ ہی ان کے اندر جذبے کی کمی ہے۔ جتنے زیادہ سرحدی قبائل نے پے در پے حملے کئے، طوری لوگ بالکل اس قابل تھے کہ وہ اپنے علاقے کا قبضہ سنبھال کر رکھیں اور سرحدی گروہ کے غیر منظّم بندوبست نے ہر قسم کے باقاعدہ حملوں سے بے نتیجے رکھا۔ اگر اس طرح کے حملے آفریدی یا اورکزئی قبائل کی جانب سے ہو جاتے تو بغیر کسی شک کے وادی کُرم کو نہایت ہی مختصر وقت میں ہڑپ کر جاتے۔ یہ اُس دور کی بات تھی کہ سرور خان منظر عام پر آیا۔ سرور خان زیمُشت کے ذیلی شاخ منتوال کے اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو کہ ''ورک'' یعنی کھویا ہوا خاندان کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ شاخ اتنا چھوٹا رہ گیا تھا کہ وہ اپنے قبیلے میں اپنی زمین اور جگہ کھو بیٹھے تھے۔ حالانکہ سرور خان نے اپنی زندگی نہایت ہی غربت میں شروع کی اور اپنی بھوک کو مٹانے کے لئے رات کو کھیتوں سے مکئی کی کانوں کو توڑتا ہوا ''چکئی'' کا عرف پا لیا۔ جس نام سے وہ ہمیشہ جانا جاتا رہا۔ دراصل اس نے یہ موقع اپنے اُجرتی قاتل کے کردار کی یقینی قابلیت کی بنیاد پر پا لیا۔ پٹھان روایت کے ساتھ اگر زیادہ غلط نہ ہو جو کہ مبینہ بھڑکانے والے کو بڑے مجرم کی طرح دیکھتے ہیں اور انسانی ایجنٹ پر اس سے زیادہ اتنا ہی الزام لگاتے ہیں کہ وہ چاقو یا بندوق رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں ذمہ دار شخص کے ساتھ نہ ختم ہونے والی دشمنی شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح چکئی کی اُجرت نے خوب کردار نبھایا۔ اسی طرح مختصر عرصے میں چکئی کا کاروبار اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ وہ اپنے لئے معاونوں کی ایک خاص تعداد بھرتی کر رہا تھا۔ جیسا کہ ان جرائم کا وہ خود مرکز تھا۔ پس وہ اس قابل تھا کہ اس اصل پیشے کو ختم کر دے۔ کیوں کہ ایک حملہ آور کی حیثیت سے یہ کام اُس کے لئے نفرت انگیز کم ہی تھا۔ وادی کُرم میں اس کے حملے اتنے ولولے اور کامیابی کے ساتھ ہوئے تھے کہ اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے لشکر میں کُرم سرحد کے تمام سُنی قبیلوں کی نمائندگی کرنے والے لا سکتا تھا۔ اس فوج کے ساتھ اس نے لوئر کُرم

کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس مختصر منظر نامے کے ساتھ موجودہ وقت تک طوری لوگوں کے لئے باعث بربادی ہی ہے۔ ایک فرقہ دھیان نہ دیتے ہوئے کہ کیا ہوا ہے۔ ساز باز کر کے بچا رہتا۔ جبکہ دوسرا فرقہ تب تک تباہ ہو جاتا۔ میاں مُرید کھڑے کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ جبکہ چکئی نے لوئر کُرم کے درے وِنڈی لوگوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ پھر ان کی حالت زار کو دیکھیں جب وہ درے وِنڈی لوگوں کو باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا تو چکئی میاں مُریدوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کو لوئر کُرم سے بے دخل کر دیا۔ پس اپر کُرم کے طوری لوگوں نے ایک مشترکہ حکمت عملی بنا لی۔ اوپر سے اتر آئے اور سُنی لوگوں کے ساتھ پوری تیاری کے ساتھ لڑائی لڑی۔ وہ فاتح رہے اور ان کو لوئر کُرم سے نکال دیا۔ لیکن ان کی بے اتفاقی کی وجہ سے اُنھوں نے اپنی فتح سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ سُنی لوگوں نے لوئر کُرم پر جلد ہی دوبارہ قبضہ کر لیا۔ پورے موسم گرما میں بالائی کُرم پر مضبوط حملے کئے گئے جن کو طوری لوگوں نے بمشکل پسپا کر دیئے۔ پھر انھوں نے اپنی نا اہلی کو محسوس کیا کہ زیادہ لمبے عرصے تک جنگ جاری رکھیں اور یہ دیکھا گیا کہ ان کی بقا کے لئے متبادل کسی مضبوط طاقت یا تو انگریز یا افغان کی مدد کو طلب کرنا تھا۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ انگریز سرکار کی جانب ہاتھ بڑھایا جائے۔ اس ضمن میں ایک باقاعدہ درخواست پیش کی گئی تھی اور آخر کار ستمبر 1892ء میں مسٹر مرک فوجی دستوں سمیت بطور پہلے انگریز گورنر وادی میں داخل ہوا۔ اُس کی آمد پر چکئی اور اس کا سُنی اتحاد لوئر کُرم سے نکل گیا اور اس کے اصل مقامی لوگ جو کہ اُس اتحاد کے ذریعے نکالے گئے تھے دوبارہ بحال کر دیئے گئے تھے۔ اُس کے بعد وادی کسی بھی پیمانے پر مخالف حملوں سے امن میں رہا۔ یقیناً سرحد پار قبائل کے درمیان سرحدی پٹی پر حادثات میں حملے اور قتل وقتال ہوتا رہتا جبکہ یہ کبھی ممکن نہ ہوگا کہ طوری اور جاجی کے درمیان دشمنی کو مکمل طور پر روک کے رکھیں۔ یہ دشمنی کبھی تو سلگتی رہتی اور کبھی ایک دوسرے کے مویشیوں کو اُٹھانے پر یہ لڑائی بھڑک جاتی۔ لیکن مقابلتاً کم ہی خونریزی ہوتی۔

طوری لوگ بحیثیت ایک قبیلہ مشرق کی جانب سرحد پار قبائل سے کم ہی تعلقات رکھتے ہیں۔ کوئی بھی حملہ آور گروہ پاڑہ چنار پلیٹو پر اسانی سے پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور قبائلی سرحدی زمین

کے شیعہ دیہات اس قابل ہیں کہ وہ اپنا قبضہ جمائے رکھیں۔ مزید برآں حملوں کیلئے سب سے اسان جگہیں صدہ کے قریب پڑتی ہیں اور جیسا کہ پہلے بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ وہاں پر کوئی طوری لوگ نہیں ہیں۔

طوری لوگوں کے سب سے قریب ترین تعلقات، خواہ وہ دوستی یا دشمنی کے ہو، وہ افغانستان کے لوگوں کے ساتھ ہیں۔ کُرم کی سرحد افغانستان سرکار کے زیر انتظام تین سب ڈویژن کے ساتھ ملتی ہے۔ ان میں سے پہلا ننگرہار ہے جو کہ کوہِ سفید سلسلے کے ذریعے الگ کیا جاتا ہے۔ یہاں پر گذر گاہیں نہایت ہی مشکل گذار ہیں اور سال کے بیشتر حصے میں برف کی وجہ بند رہتے ہیں۔ ان گذر گاہوں کے کھلنے کے دوران وقفے وقفے سے دونوں لوگوں کے بیچ اتفاقی حملوں اور جوابی حملوں کے ذریعے دشمنی شروع ہوجاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں بھیڑ بکریوں کو اُٹھانا اور چند ایک قتل مقاتلہ ہوجاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر سال کے اختتام پر حساب برابر رہتا ہے۔ ننگرہار حاکموں کے ساتھ یہ ایجنسی تھوڑے بہت لین دین رکھتے ہیں۔ سرحد کے قریب ایک نائب حاکم بیٹھتا ہے لیکن وہ کچھ زیادہ ہی مشکوک لگتا ہے کہ ایا وہ کچھ اختیارات بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔

افغان سرکار کے زیر انتظام دوسرے جو دو ڈویژن ہیں وہ شمال کی جانب آریوب اور چمکنی جبکہ جنوب کی جانب خوست ہیں۔ ہر ایک ڈویژن ایک گورنر کے ذریعے چلایا جاتا ہے جبکہ فوج کا کمان بریگیڈئیر کے تحت ہوتا ہے۔ اِن دونوں افسروں کے درمیان فرائض کی تقسیم غیر واضح نظر آتی ہے۔ جیسا کہ بریگیڈئیر عام طور پر سیدھا سادہ سول کاموں میں مداخلت کرتے ہوئے پایا جاتا ہے اور گورنر کے ساتھ اُن معاملات پر بحث کر رہا ہوتا ہے جو کہ بظاہر اُن معاملات کے ساتھ اس کا تعلق ہی نہ ہو۔ جہاں تک کوئی مشاہدہ کر سکتا ہے افغان سرکار کا انتظامی ڈھانچہ نہایت ہی مرکزیت کی جانب گامزن ہے۔ احکامات کے لئے عملاً ہر چیز کو کابل جانا پڑتا ہے اور موقع پر موجود گورنر معاملات کو حل کرنے کے لئے اپنی طرف سے پیشرفت کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ گورنر اگر ایک مضبوط ادمی ہو تو بے شک کافی زیادہ اختیارات رکھتا ہے۔ لیکن شاید اُس کی حیثیت کو پولیس کے ایک سب انسپکٹر کے

ساتھ موازنہ کر کے بہتر طور پر واضح ہوسکتا ہے۔ بریگیڈئیر اعلیٰ اتھارٹی کو رپورٹ پیش کرنے کے سوا کچھ زیادہ اختیارات نہیں رکھتا یا کسی شخص کو پکڑ کر قانونی چارہ جوئی کے لئے اوپر بھیجنا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بے کار ہی ہے کہ اس طرح کے افسروں کے حقیقی اختیارات پر بحث کریں۔

آریوب اور چمکنی کا ڈویژن کُرم کے ساتھ دو مقامات پیواڑ اور خرلاچی پر ملتا ہے۔ پیواڑ کی سرحد پر جاجی لوگ اور خرلاچی کی سرحد پر جاجی لوگ اور مقبل لوگ آباد ہیں۔ عملی مقاصد کے لئے یہ دو نمایاں گروہ ہیں جیسا کہ یہ اپس میں اچھے تعلقات رکھتے ہیں اور اپس کی تعلقات سے بالکل قطع نظر کُرم کے ساتھ دشمنیاں جاری رکھتے ہیں۔ اِن لوگوں کے ایک دوسرے کے علاقے میں تجارت کی غرض سے داخلے کی ضروریات نے ایک معاہدے کی شکل اختیار کی ہے جو کہ لیوانئے جاجی لوگوں اور پیواڑی لوگوں کے درمیان کئی سالوں سے جاری رہا ہے۔ یہ دونوں قبیلے بڑی تعداد میں خچر رکھتے ہیں۔ خرلاچی کی مقام پر بھی تعلقات عموماً حوصلہ آفزا ہی ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہر ایک گروہ اِس کوشش میں دکھائی دیتا ہے کہ وہ دوسرے گروہ کے کاموں میں مشکلات پیدا کریں۔ وہ دشمنی جو کہ 1908ء میں کافی شدت سے جاری تھی وہ بغیر شک کے اس وقت کے بر سرِ پیکار متعصّبانہ اثرات کی وجہ سے تھی۔

خوست ڈویژن سادہ طریقے سے دو الگ حصوں جاجی میدان اور خوست خاص میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جاجی میدان کے ساتھ ماضی میں سب سے بڑی مشکل پیش آئی تھی۔ یہ علاقہ کُرم سرحد کی پُشت پر خرلاچی کے قریب سے لے کر علی زئی کے قریب پہاڑوں تک پھیلا ہے۔ میدان جاجی تعداد میں زیادہ نہیں ہیں لیکن تمام کا تعلق ایک ہی قبیلہ سے ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں اور اس قابل ہیں کہ جلدی حملہ آور ہو اور زیادہ تر دریا کے کنارے دیہات ان کے حملے کی ضد میں ہیں۔ ان کی طوری لوگوں کے ساتھ سالوں تک ایک مستقل دشمنی جاری تھی۔ لیکن 1907ء کے بہار میں دونوں اطراف کے مشران ملے اور دو سالہ امن معاہدہ طے پا گیا۔ جس کا دونوں اطراف سے دیانتداری سے پاس رکھا گیا ہے۔ میدان جاجی ان کے ساتھ کئی ہزار افغانی روپے بطور ضمانت

جرمانے رکھتے ہیں۔ جب کبھی افغان فورس اُن کے حدود میں داخل ہوتی ہے تو وہ اس امن معاہدے کو زیادہ کارآمد پاتے ہیں تاکہ وہ کُرم کے اندر داخل ہوں۔ افغان سرکاری حکام اس امن معاہدے کو کئی وجوہات کی بناء پر تکلیف دہ پاتے ہیں اور ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ جاجی لوگوں کو آمادہ کر کے اس امن معاہدے کو توڑ وا ڈالیں۔ جاجی لوگ پھر بھی سمجھ گئے ہیں کہ اُن کے گورنر کے مقاصد اتنے بے غرض نہیں ہیں اور اس امن معاہدے کی تجدید جس طرح ممکن ہو، خوامخوا حاصل کر لیں۔

خوست میں ریاست کے معاملات کچھ لاقانونیت قسم کے ہیں اور اب جبکہ لوگوں کو آزادانہ طور پر اسلحہ خریدنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ غالباً مزید بھی اسی طرح ہی ہوگا۔خوست کے لوگ مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور کُرم میں مجموعی اصطلاح ''خوستوال'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ داڑی، صباری، تاریزی، لاکنڑ، توروبہ غلجے اور دیگر قبیلے اتنے زیادہ ہیں کہ یہاں پر بیان نہیں کر سکتے۔

خوست کے کُرم کے ساتھ تعلقات وقتاً فوقتاً دوستانہ اور مخالفانہ تھے۔ لیکن ستمبر 1907ء میں بلیامین کے مویشیوں پر حملہ کرنے سے ان کے درمیان عداوت شروع ہوگئی جو کہ ابھی تک جاری ہے۔ تاہم خوست کے ساتھ دشمنی صرف لوئر کُرم ہی کو متاثر کرتی ہے جبکہ اپر کُرم کے لئے تمام راستے میدان جاجی لوگوں کے قبضے میں ہوتے ہیں۔

نقل مکانی نہ کرنے والے غلجے لوگوں کے ساتھ طوری لوگ طویل گہرے تعلقات رکھتے ہیں ۔غلجزئی (غلجی یا خلجی) کی کئی شاخیں ایسی ہیں جو کہ کئی نسلوں سے سرمائی عادت لئے کُرم کے اندر طوری لوگوں کے پاس بطور ہمسایہ آتے رہے ہیں۔ یہ غلزئی لوگ طوری لوگوں کے لئے چند خدمات سرانجام دیتے ہیں جن کے بدلے میں وہ ان کو کچھ معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ یہ غلجزئی لوگ طوری لوگوں کے ساتھ مشترکہ طور پر خوست کے ساتھ اور کہیں اور دشمنیاں رکھتے ہیں اور بغیر شک کے اُن کے موسم سرما کی نقل مکانی پر ان کی تعداد میں بڑے پیمانے پر اضافے کا باعث بنے ہیں۔

باب نمبر 3

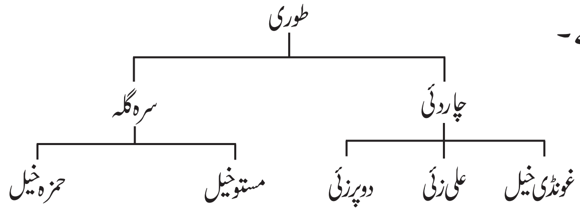
ایجنسی کے لوگ اور قبیلے

ایجنسی کے لوگ اور قبیلے

1901ء کی مردم شماری کے جدول 15 کے اعداد و شمار ایجنسی کے صرف صحیح بندوبستی حصے کا حوالہ دیتا ہے۔ لیکن یہ غالباً آسان ہوگا کہ اس باب میں سرحد پار اُن قبیلوں کا بھی مختصر تفصیل پیش کریں جو کہ کُرم پولیٹیکل کے دائرہ اختیار کے اندر آتے ہیں۔

اِس وادی کی آبادی گذشتہ مردم شماری پر 54,244 تھی۔ اِس تعداد کا اگر ہم صاف صاف ہزار کے ہندسوں میں حساب لگائیں تو بارہ ہزار متزلزل سرمائی آبادی نو آبادیاتی غلجے لوگوں اور وادی میں روزگار اور اسی طرح دوسری مفادات کی تلاش میں سرحد پار لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مزید ہزار یا اس وقت جب مردم شماری کے دوران انگریز سرکار کی فوجوں نے پاڑہ چنار پر قبضہ حاصل کر لیا تو ہم وادی کی عام آبادی ہندسوں میں تقریباً چالیس ہزار حاصل کرتے ہیں۔ اِس آبادی میں سے شیعہ قبیلوں کی آبادی جو کہ طوری زونہ کے مجموعی اصطلاح کے تحت آتے ہیں یعنی وہ لوگ جن پر اُس قانون کی حکمرانی ہے جس کے تحت اُن کو برابر حقوق حاصل ہیں، اُن کی تعداد پچیس ہزار ہیں۔ یہ قبیلے طوری ،سید، شیعہ بنگش اور شیعہ چمکنی، بڈا خیل، جالندھری اور شرغہ خیل ہیں۔ منگل اور مقبل نو آبادیاتی باشندوں کی تعداد مزید چار ہزار بنتی ہے اور اسی طرح ہندووں، محمڈن دیہات کے نوکر جیسا کہ بنیاس، ترکھان، لوہار اور اسی طرح اور شامل ہیں۔ بقیہ سات ہزار سُنی بنگش، مستقل آباد زیمُشت لوگ اور مزید مختلف قبیلوں کے لوگ جن کو یا تو مالکانہ حقوق حاصل کرنے کی بنیاد پر اجازت دی گئی ہے یا انھوں

نے کم وبیش جا گیرداروں کے لئے خدمات کے صلے میں مستقل طور پرخود کو باندھ کر رکھے ہیں۔ پس یہ دیکھا جائیگا کہ طوری زونہ قبیلوں کو اب بھی زیادہ مضبوط عددی برتری حاصل ہے۔ آبادی کی تعداد میں وہ ساٹھ فی صد سے تجاوز کر جاتے ہیں جبکہ قبضے میں وہ ستر فی صد سے زیادہ زیرکاشت علاقے پر قابض ہیں۔ طوری لوگ پانچ بڑے شاخوں میں تقسیم کیئے جاتے ہیں جس کی مثال درج ذیل شجرہ نسب جدول سے دی جاتی ہے۔



مجموعی طور پر لنڈی زئی کہلاتے ہیں۔

مزید ذیلی شاخوں میں تقسیم ماسوائے مقامی افسروں کی اسانی کے لئے عملی دلچسپی کے حامل نہیں ہے۔ میں نے اِن کو اور اُن دوسروں قبیلوں کو اس باس باب کے اخر میں اکٹھے رکھے ہیں۔ طوری لوگوں کے درمیان قبائلی قبضے کی تقسیم پانچ حصوں پر ہے۔ ہر شاخ برابر حصہ لیتا ہے۔ چاردئی شاخ یقیناً لوئر وادی میں قبضہ رکھتے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ اہم سمیر علی زئی اور مخی زئی ہیں۔ لیکن بڑے پیمانے پر اپر کُرم میں آباد ہوئے ہیں اور مکمل طور پر خانہ بدوشی کی زندگی کو خیر باد کہہ گئے ہیں۔ سرہ گلہ قبیلے کی بڑی تعداد میں لوگ جن میں سے سب سے اہم مالی خیل شاخ ہے، اب بھی خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے ہیں۔ موسم سرما میں اپنے بھیڑ بکریوں کے گلے شا بک اور اس کے قرب وجوار کے علاقے میں لے جاتے ہیں جو کہ دریائے کُرم کے دائیں طرف واقع ہے اور ٹل سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے اور جیسے ہی موسم گرما قریب آتا ہے تو وہ اپنے گلوں کو آہستہ آہستہ افغان سرحد کے ساتھ ساتھ بالائی علاقوں میں بلندی پر چرانے لے جاتے ہیں۔ آخر کار پاڑہ چنار کے میدان میں خاص طور پر ملانہ، کڑمان اور احمد زئی کے علاقوں میں خیمہ زن ہو جاتے ہیں۔

سید لوگوں کے بارے میں جو کچھ پچھلے باب میں دیا ہوا ہے اس کے ساتھ تھوڑا بہت اضافہ ضروری ہے۔ اِن کی تین سرکردہ شاخیں ہیں۔ جن کے پیروکار درے ونڈی کے نام سے قیام پذیر

ہیں۔ وہ احمد زئی کے میر ابراہیم کاوَل (خاندان)، ماحورہ کے سید اسحاق کاوَل اور خرلاچی کے لالاگل کاوَل کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ میاں مُرید لوگوں کی رہنمائی تیراہ سید لوگ کرتے ہیں۔ کڑمان کے فخرِ عالم کاوَل دونوں شاخوں میں اپنے پیروکار رکھتے ہیں۔ پھر بھی یہ تقسیم معمولی ہی عملی اہمیت کی حامل ہے۔ تیراہ سید لوگوں کے پاس جو اصول ہیں، وہ ہر ایک کے خود اپنے لئے ہیں اور اِن میں سے کوئی بھی اپنی مدد کے لئے پکارنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ تمام روحانی طاقتیں اسی کے حکم میں ہوتی ہیں تاکہ وہ اس قابل بنادیں کہ وہ اپنے مُریدوں سے زمین حاصل کریں۔ بہرحال تمام تر روحانی باتوں کو لے کر اِن کی موجودگی وادی کے لوگوں کے لئے بہت کم فائدے میں ہے۔

شیعہ بنگش لوگ بڑی دیہاتوں شلوزان اور زیڑان میں رہتے ہیں۔ یہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح وادی کی پہلی فتح کے موقع پر اِن کے گاؤں نے طوری لوگوں کے ساتھ امن بنایا اور بالاخر شیعہ بننے پر خود کو ہڑپ کرنے سے بچائے رکھا۔ یہ بنگش لوگ سوائے شاید خاندانی فخر کے کسی طرح بھی طوری لوگوں سے عملاً مختلف نہیں ہیں۔ اِن کو یونہی ڈھیلے انداز سے ،طوری یا طوری بنگش کہتے ہیں اور برابری کے ہر حق سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہ لوگ انہی مذہبی رہنماؤں کی پیروی کرتے ہیں اور درے ونڈی میاں مُرید فرقہ میں مساوی بنیاد پر شامل ہوتے ہیں اور طوری لوگوں کے عین مطابق اپنی بہترین زمین کے بڑے حصے کو سید لوگوں کو دیتے ہیں۔

چمکنی کی چھوٹے شاخوں جالندھری اور شرغہ خیل کو نکال کر جن کا معاملہ برابر ہے، طوری زونہ قبیلوں کا آخری قبیلہ بڑا خیل ہے۔ یہ قبیلہ دراصل پاڑہ چمکنی شاخوں کی ایک بڑی شاخ تھی لیکن ایسا لگتا ہے کہ گذشتہ زمانے میں یہ قبیلہ مکمل طور پر پہاڑوں سے ہجرت کر گیا ہے اور وادی کڑمان کی بالائی زمینوں میں بوغاکی کے اردگرد آباد ہو گئے ہیں۔ یہ پھر اپنے سُنی عقائد سے دست بردار ہو گئے اور شیعہ اصولوں کو قبول کر کے بنگش لوگوں کی طرح برابری کے حقوق میں داخل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اب چمکنی قبیلے سے قطعی طور کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔

کُرم کے مقبل اور منگل لوگوں کا تعارف پچھلے باب میں بھی کیا گیا ہے۔ کُرم کے اندر مقبل تھوڑی تعداد میں ہے اور دریائے کُرم کے بائیں کنارے کم بلند پہاڑوں کے دامن میں خرلاچی کے قریب دریا اور افغان سرحد کے درمیان غوز گڑھی اور متا سنگر کی دیہاتوں تک محدود ہیں۔ یہ دیہات اپنے معاہدے کی رو سے اُن کے پہاڑوں کے اُس پار افغانستان سے آتے ہوئے حملہ آور گروہوں کی طرف سے طوری کی دریا کے کنارے دیہاتوں کو نقصان پہنچنے کے ذمہ دار ہیں۔ خود افغان ہوتے ہوئے افغانستان میں کافی تعلقات کے ساتھ یہ مقبل لوگ افغان سرحد کے اُس پار براہ راست اپنے اثرات بہت محسوس کرواسکتے ہیں اور اس طرح کرنے کی خواہش رکھتے ہوئے اس کھلی پٹی پر سے حملے کو آسانی سے روک سکتے ہیں۔

منگل لوگ بنیادی طور پر افغانستان کے علاقے گابر سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی آبادکاری کا معاملہ اتنا واضح نہیں ہے۔ مقبل لوگوں کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا اور دو دیہاتوں میں ایک خطرناک اور کھلی پٹی پر آباد کئے گئے تھے۔ منگل لوگ پیواڑ کوتل سے لے کر شلوزان تک زیریں پہاڑوں اور بلند وادیوں میں پیواڑ اور شلوزان دیہاتوں کے عقب میں منتشر آبادیوں میں آباد ہوئے ہیں۔ یہ پیواڑ کوتل کے تحت دیہاتوں کا براہِ راست قبضہ بھی رکھتے ہیں۔ طوری لوگ کہتے ہیں کہ منگل لوگوں کو کُرم کے اندر اس لئے لایا گیا تھا تاکہ اُن کو پیواڑ کوتل اور سپین گوی کے راستوں مخالفانہ حملوں سے محفوظ رکھیں۔ یہ اغلباً صحیح ہے لیکن یہ ممکنہ طور پر مساوی صحیح ہے کہ منگل لوگ اپنی پسند کی جگہ پاتے ہوئے اس بلاوے سے کافی زیادہ فائدہ اُٹھانے لگے۔ پھر بھی یہاں کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ منگل لوگ ایک ہمسایہ قبیلے کے لوگ ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ چیڑ کے جنگلات سے متصل علاقوں میں رہائش پذیر ہیں لیکن پھر بھی اِن کو لکڑی کاٹنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تری اور کوتری اور شاید چند ایک دیگر آبادیوں کے علاوہ جہاں اگر طوری نائیک لوگوں کو کچھ تھوڑی رقم کی ادائیگی ہوجاتی ہے۔ مزید منگل لوگ خوب واضح محکوم حالت میں ہیں۔ عام طور پر اِن کو معاوضہ ادا کرتے ہوئے طوری لوگوں کی زمینوں پر کاشت کاروں کی حیثیت سے اور رواج کے مطابق ہمسایہ لوگوں کی طرح ادائیگی کی جاتی

ہے۔ یہ اُمور چلانے والا طبقہ نہیں ہے اور اِن کو جرگوں میں بیٹھنے کا حق حاصل نہیں ہے یا وادی کے معاملات میں آواز اُٹھانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اِن معاملات میں اِنہیں ضرور پیواڑ اور شلوزان کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔

وہ قبیلے جو خاص طور سے وادی کُرم سے تعلق رکھتے ہیں، اُن میں صرف سُنی بنگش رہتے ہیں جِن سے تعلق رکھا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ جو کہ اصل باشندوں کا بچہ کُچا ٹکڑا ہے، یہ لوئر کُرم میں پایا جاتا ہے۔ طوری فتح کے موقع پر اِن کو اجازت حاصل تھی کہ یا تو اسی طرح

رہیں یا ہمسایوں کی طرح آباد ہوں اور جیسا کہ طوری لوگوں کا لوئر کُرم پر قبضہ کبھی بھی اتنا مضبوط نہیں تھا تو یہ لوگ رفتہ رفتہ ہمسایوں کی بجائے برابری کی حالت میں نمودار ہوئے۔ یہ پہلے بھی واضح کیا گیا ہے کہ لوئر کُرم میں صدہ کے اِردگرد بنگش لوگوں کی ایک خاص تعداد اور دوسرے مختلف قبیلے برابری کے اُصولوں پر زمین پر قابض ہوئے کیوں پائے جاتے ہیں۔ یہ آخر میں مذکورہ قبیلے بعض تو زمینیں خرید کر آئے ہوئے ہیں اور بعض زبردستی گھس کر آئے ہیں۔ جیسا کہ یہ لوگ سرحد پار قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں سو اِن کے ساتھ اُن کے طرز وطریقے سے پیش آنا ہوتا ہے۔

ٹل سے شروع کرکے پہلا قبیلہ زیمُشت آتا ہے جو کہ اُس علاقے کا قبضہ رکھتے ہیں جو کہ شکل میں نہایت ہی غیر ہموار دو اطراف سے مربع اور ایک طرف سے وتر کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ایک طرف کوہاٹ ضلع کے ساتھ شمالی سرحد کا حصہ بناتا ہے جبکہ دوسرا حصہ دریائے کُرم کے بائیں کنارے تقریباً دور صدہ تک جا پہنچتا ہے۔

زیمُشت کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر پشین سے آئے ہوئے ہیں اور وہ تورترین قبیلے کی ایک شاخ ہیں۔ یہ حقیقت میں علاقے کے دوسروں قبیلوں کے ساتھ خون اور نسل میں شریک نہیں ہیں۔ یہ قبیلہ دو بڑی شاخوں خوئیداد خیل اور محمد زئی میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ محمد زئی شاخ مزید وتی زئی، منتوال، منڈان اور داؤد زئی میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ سرور خان یا چکئی جس کے بارے میں پہلے بھی بتایا گیا ہے اور یہ اسی کی بدولت ہے کہ ہم زیمُشت کی سیاسیات میں بھرپور دلچسپی لیتے ہیں۔

داؤدزئی ایک زوال پذیر اور نصف معدوم شاخ ہے۔ اپنی خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے چکئی نے چنارک گاؤں کو برائے نام خرید لیا لیکن غالباً طاقت کے ذریعے ایک کم نقصان والے حملے کے ساتھ اُن سے لے لیا۔ جب 1892ء میں کُرم کے اندر انگریز سرکار کی آمد نے اُس کی یہاں پر پیش قدمی کے خوابوں کا خاتمہ کر دیا۔ چکئی جو کہ پُختہ ارادے کے مالک تھے تو وہ جلدی ایک عام قبائلی رہنما کی حیثیت سے زندگی گذارنے سے اُکتا گئے۔ اُس کو ایسا لگنے لگا کہ افغان سرکار کے تحت اس کی وسیع تر توانائیوں کو دیکھ کر اس کو سرکار میں ایک نشست دلانے کے خواہاں ہے۔ وہ سرحد پار افغانستان میں اس پُر اعتماد یقین کے ساتھ گیا کہ اس کو خوست کی گورنری دی جائے گی۔

اپنی رخصتی سے پہلے اس نے اپنی جاگیر کو محسوس کیا اور ساٹھ ہزار 60,000 روپے میں چنارک کو وتی زئی لوگوں پر فروخت کر دیا۔ خوئیداد خیل نے پھر اس جائیداد پر حقِ شفعہ کا دعوٰی کر دیا۔ جس کو وتی زئی لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ خوئیداد خیل لوگوں نے ہتھیاروں کے ذریعے قبضہ کرنے کے لئے حملہ کر دیا۔ چنارک کا پھر بھی نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ دفاع کیا گیا تھا اور خوئیداد خیل وہاں پر تھوڑا ہی اثر دکھا سکے۔ اسی مناسبت سے انھوں نے اپنی مدد کے لئے خوجل خیل وزیر لوگ بلائے۔ یہ لوگ غیر ذمہ دار قبیلے کی بالکل نہایت ہی غیر ذمہ دار شاخ ہے۔ ان کے مارے مارے پھرنے کی یہ حالت وانا سے ٹل تک پھیل جاتی ہے۔ یہ لوگ تھوڑی ہی زمین رکھتے ہیں اور شہرت کے حامل مشران نہیں رکھتے ہیں۔ خوائیداد خیل کی دعوت کے جواب میں خوجل خیل وزیر زیمُشت کے علاقے کے اندر گھس گئے۔ جیسا کہ یہ لوگ زیمُشت لوگوں سے زیادہ لڑنے والے لوگ ہیں تو ان لوگوں نے ایک حملے کے ذریعے چنارک پر قبضے میں کامیاب ہوگئے۔ اِس موقع پر چکئی یہ ادراک کرتے ہوئے کہ افغان سرکار اُس کے عزائم کو محسوس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اُس کو آدھ قیدی اور آدھ مہمان کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔ وہ بھاگنے میں کامیاب ہوگیا اور زیمُشت کے علاقے میں واپس آیا تا کہ وہ وتی زئی لوگوں کے ساتھ جاگیر پر اپنی قسمت آزمائی کرے۔ اُس کی واپسی نے معاملات کو کچھ دیر تک متوازن رکھا لیکن آخر کار ایک حملے کے دوران وزیر لوگوں نے اُس کا محاصرہ

کر کے قتل کر دیا۔ اسی طرح ایک اہم واقعات سے بھری تحریک کا خاتمہ ہوگیا۔ اگر اِس کو نصف صدی قبل موقع دیا ہوتا تو اُس کے حوصلے اور دماغ نے شاید خوب اُن کے مالک کے لئے ایک چھوٹی بادشاہت حاصل کی ہوتی۔ چکئی کا بیٹا کُرم میں اپنے والد کا مال ومتاع لانے میں کامیاب ہوگیا اور مخی زئی میں ایک گاؤں خرید لیا اور وہاں پر آباد ہوا۔ ممکن ہے کہ اُس کے جانشین اپنے والد کی طرح کوئی پیدا کر سکیں لیکن درحقیقت جنت خان کے اندر اُس جیسے صفات نہیں ہیں۔

چکئی کی وفات کے بعد تمام مخالفت ختم ہوگئی۔ خوئیداد خیل آزاد تھے کہ وہ چنارک کا غیر متنازعہ قبضہ رکھ لیں۔ انھوں نے اس کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

اور ایسے وزیر لوگوں کو ایک حصہ دیا گیا جو کہ مستقل طور پر آباد ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ اُس کے بعد حالت سنبھل گئی ہے لیکن یہ ہمیشہ مخالفانہ رہی ہے۔ وتی زئی لوگوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ وہ اتحاد بنا کر چنارک کو واپس کر دلیں جبکہ وزیر لوگ اگر چہ لڑائی کے دوران نہایت خوب حلیف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت زیادہ جارحیت پسند پڑوسی ہوتے ہیں۔ اِن وزیر نو آباد کار لوگوں نے علاقے کے رواج کے مطابق خوائیداد خیل لوگوں کے بطور ہمسایہ یا ماتحت لوگ اپنی زمین حاصل کر لی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ وہ برابر حقوق حاصل کر لیں اور قبیلے اور اُس کے جرگوں میں اپنا حصہ بانٹ لیں۔ جبکہ وہاں پر خوئیداد خیل ایسی مُراعات دینے پر ناراض تھے۔ غالباً اِس کا نتیجہ ان دونوں حلیفوں کے درمیان علیحدگی پر ہوجاتا۔ اگر وتی زئی لوگوں نے 1907ء کے موسمِ گرما میں انجام سے بے خبر چنارک پر بھرپور حملہ نہ کیا ہوتا اور خوائیداد خیل کے لوگ چنارک پر وتی زئی لوگوں کے ساتھ وزیر لوگوں کو یہاں سے نکالنے میں اُن کی مدد کے بدلے سمجھوتہ کر جاتے۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے چند گھنٹوں کے لئے چنارک کا قبضہ حاصل کر لیا۔ اُس کے بعد رسوائی کے ساتھ بے دخل کر دیئے گئے تھے۔ زیمُشت کے علاقے میں ان کی اپنی ملکیت خطرے میں پڑ گئی۔ اِس موقع پر وتی زئی لوگوں نے حامد خان کے ذریعے چھپری کے مُلا کے بیٹوں تک رسائی حاصل کی۔ خاطر خواہ پیشکش کے ذریعے اُس نے اُن لوگوں کی حمایت حاصل کر لی۔ اُن سے یہ اعلان

کروایا کہ اُس کا مقصد انصاف پر مبنی تھا۔ آخر کار اِن لوگوں نے مشترکہ طور پر ایک اتحاد بنایا جس میں مسوزئی، ماموزئی اور علی خیل شامل تھے۔ جنہوں نے چنارک پر قبضے کے اپنے عزم کا اعلان کر دیا اور علی شیرزئی لوگوں سے راستہ دینے کی درخواست کرلی۔ جن کا علاقہ زیمُشت کے علاقے کو دیگر سرحد پار قبیلوں سے مکمل طور پر بند کر کے رکھتا ہے۔ علی شیرزئی کے لوگ خوئیداد خیل کے قدیم حلیف رہے ہیں اور مزید برآں پشتون روایات ادب واحترام نے راستہ دینے سے منع کر دیا۔ ابھی دشمنی سال سے زیادہ عرصے تک جاری رہی اور عملی طور پر حالات اس حد تک جا پہنچے ہیں کہ اِن اتحادیوں کے ذریعے علی شیرزئی پر حملے ہو جائیں۔ ابھی اِن معاملات نے سب سے زیادہ بُری صورت اختیار کرلی اور ایک حصے نے راستہ دینے کی رضامندی ظاہر کر دی ہے۔خوئیداد خیل لوگوں نے آپس میں لڑنے کے سوا کچھ نہیں کیا ہے۔ شیخان اور مشتی شاخوں نے خود کو خوئیداد خیل اور علی شیرزئی کے اتحادی ہونے کا اعلان کر دیا۔معاملات مقابلتاً بگڑنے کی صورت میں اُن کے ساتھ شامل ہونے کے اپنے ارادے کا اعادہ کر لیا۔

زیمُشت قبیلہ ہرگز ایسا قبیلہ نہیں ہے جس کے ساتھ ریاست سے متعلق لین دین کچھ زیادہ ہی مشکل ہوگی۔ خوئیداد خیل لوگوں پر گرفت ضلع کوہاٹ میں واقع بڑے اور گنجان آباد گاؤں طورہ وڑئی میں اُن کی ملکیت کے ذریعے قائم کی جاتی ہے۔ کُرم کے اندر بھی بعض خوئیداد خیل لوگ ہیں۔ لیکن یہ لوگ چھپری کے مقام پر سرکاری زمینوں پر محض لگان ادا کرنے والے ہیں۔ دیگر تمام زیمُشت شاخیں کُرم کے اندر وافر مقدار میں زمین رکھتے ہیں۔اُن کے دیہات چھپری سے لے کر صدہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اِن زمینوں میں سے بعض تو اِن لوگوں نے حال ہی میں خرید لئے ہیں۔دیگر زمینیں اِن لوگوں نے تین سو سال قبل بنگش لوگوں سے حاصل کی ہیں جبکہ دیگر زمینیں اِن لوگوں نے محض قبضہ کر کے رکھے ہیں۔

زیمُشت کے لوگ سالانہ /2,500 دو ہزار پانچ سو روپے موجب حاصل کرتے ہیں۔جن میں سے /1500 پندرہ سو روپے خوئیداد خیل کو اور /1000 ایک ہزار روپے محمد زئی کو جاتے ہیں۔

آسانی کی خاطر اِس اور دیگر سرحد پار قبیلوں کے معاملے میں مراعات کی تقسیم کو قبائلی حصوں کے ساتھ اِس باب کے اخر میں الگ ظاہر کیا گیا ہے۔

علی شیرزئی کے لوگ صدہ سے لے کر زیمُشت کے بالائی علاقے کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے علاقے کی الگ پٹی پر قبضہ رکھتے ہیں۔ طویل بیان سے بچنے کے لئے قبائلی علاقے کا ایک غیر ہموار خیالی نقشہ انگریزی زبان کے حرف ''k'' کے ذریعے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اگر اِس نقطے سے جہاں تینوں خطوط اپس میں ملتے ہیں، ایک چوتھا خط سیدھے ہاتھ متوازی کھینچا جا سکتا ہے تو اِن چاروں خطوط کے ملاپ کی جگہ صدہ ہے۔اوپر کی طرف جو خط جاتا ہے یہ دریائے کُرم ہے۔ نیچے کی جانب چوتھائی حصہ زیمُشت کا علاقہ ہے۔اگلا خط علی شیرزئی کا ہے۔اس سے اگلا خط مسوزئی کا ہے اور سب سے بلند ترین اور آخری حصہ پاڑہ چمکنی کا ہے۔

علی شیرزئی کے لوگ اورکزئی ہیں۔ دائرہ اختیار، حد بندی کے مقاصد کے لئے اِن کو پِتاؤ اور سرائے میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو کہ پہاڑ کے سورج کی روشنی کی جانب رہتے ہیں اور وہ لوگ جو سایہ کی جانب رہتے ہیں۔پہلے والے لوگ کُرم کے پولیٹیکل دائرہ اِختیار میں آتے ہیں اور پچھلے والے کوہاٹ کے اندر آتے ہیں۔ علی شیرزئی کے لوگ برائے نام خان خیل رکھتے ہیں جو کہ ٹانگٹانگ خان کہلائے جاتے ہیں۔یہ زیادہ تر صدہ کے مشرق میں پہاڑوں کے اُس پار ٹانگٹانگ اور کارم (کوڑم) دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ کُرم کے بندوبستی علاقے کی سرحد کے اندر سا تین گاؤں ہے۔جس پر خاندان کے بہترین شخص محمد علی خان نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ یہ شخص 1897ء میں سرکار کو خدمات کے بدلے میں ماہانہ /10 دس روپے موجب حاصل کرتا رہا ہے۔ ٹانگٹانگ خوانین کی اکثریت کے بارے موافقت میں تھوڑا ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لوگ آپس میں مستقل طور پر نفاق کا شکار رہتے ہیں۔ یہ لوگ تیندو میں تمام اقسام کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کے لئے پناہ گزین ہوتے ہیں۔ کُرم کے اِس حصے میں زیادہ تر چھوٹی چھوٹی شرارتوں میں بھی اِن ہی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ تاہم عام طور پر یہ لوگ خود کو بہت سنجیدہ قسم کے قانون شکنی کے مرتکب نہیں ہونے دیتے۔ اِن کے جرائم کبھی

اُس حد تک نہیں پہنچے ہیں کہ سرکار کی خاص توجہ اپنی طرف مبذول کرائیں۔ اگر وہ ایسا کرجاتے تو اِس کے لئے درمیانے درجے کی طاقت کی ضرورت ہوتی کہ وہ تیندو کو قبضہ کریں اور اِس کو جلائے۔ کئی ٹانگلٹانگ خان صدہ اور دُرانی کے اِرد گرد زمین رکھتے ہیں۔ صدہ میں جو زمینیں ہیں وہ معافی کی صورت میں قبضہ کر رکھے ہیں۔ جبکہ دُرانی میں اصولی طور پر ایسا نہیں ہے، بلکہ خان لوگ آمدن ''لگان'' جمع کرنے اور دوسرے فرائض جو ملک لوگ ادا کرتے ہیں، اُن کے بدلے میں سالانہ موجب حاصل کرتے ہیں۔ یہ موجب آمدن سے تجاوز کرجاتے ہیں اور جیسا کہ آمدن کبھی فائدے میں نہیں ہوتا تو اِس کو سادہ طور پر موجب سے مُجرا کیا جاتا ہے۔ یہ رواج سالوں تک قائم رکھا گیا ہے۔ آخری بندوبست کے موقع پر یہ شاید کچھ زیادہ ہی تسلی بخش رہا ہوتا کہ موجب کو معافی میں تبدیل کیا ہوتا لیکن موجودہ نظام ویسا ہی عملی طور پر برابر آگے بڑھتا ہے۔ علی شیرزئی کے لوگ صدہ کے نصف گاؤں پر قبضہ رکھتے ہیں، لیکن قبیلے کے لوگ جو یہاں پر آباد ہیں عملاً اپنے قبیلے کے ساتھ رابطے رکھتے ہیں۔ علی شیرزئی کے باقی لوگوں کے ساتھ کُرم کے اربابِ اختیار تھوڑا ہی لین دین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حکومت سے کسی قسم کے وظائف حاصل نہیں کرتے اور اِس کو اُن کی قبائلی عظمت کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اِس وقت بعض نوجوان لوگ حملوں اور ایسے ہی جرائم کے ذریعے ایک تحریک شروع کر رہے ہیں تاکہ وہ مراعات دینے کے خلاف احتجاج کریں۔

مسوزئی کے لوگ بھی اورکزئی ہی ہیں۔ یہ لوگ عرصہ دراز سے طبقاتی تقسیم کی پسند میں نسلی تقسیم سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ گار (گاڑ) مسوزئی اور سامیل مسوزئی میں تقسیم ہیں۔ گار مسوزئی مستوخیل اور دِلمیر زئی پر مشتمل ہیں اور سامیل مسوزئی آش خیل اور خواجہ خیل پر مشتمل ہیں۔ گار مسوزئی کے ساتھ ایک ہمسایہ قبیلہ غربینہ ہے جو کہ غیر واضح نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ غربینہ قبیلے کے نوآبادیاتی باشندے کُرم میں صدہ کے قریب غربینہ میں زمین رکھتے ہیں۔ مسوزئی کے لوگ کُرم میں کوئی زمین نہیں رکھتے۔ گار مسوزئی کے لوگ جن کی زمینیں قبائلی علاقے میں مغرب کی سمت میں ہیں، کسی وقت ابراہیم زئی اور بالش خیل کا قبضہ رکھتے تھے۔ آخر کار یہ اُن کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ لیکن ایک

سمجھوتے کے ذریعے جس کی رو سے نئے باشندے گار مسوزئی کے ہمسایہ ہوئے۔ یہ لوگ اِس کے پابند ہیں اور اب بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔ جب جرگہ صدہ میں آتا ہے یہ اُس میں شریک ہوتے ہیں۔ اِس قبیلے کی تاریخ کچھ زیادہ قابلِ تعریف نہیں ہے۔ اِس کے متعلق جو خاص باتیں کہی جاسکتی ہیں وہ یہ ہیں کہ سامیل مسوزئی کے لوگ اتنے بُرے نہیں ہیں جتنے کہ گار مسوزئی کے لوگ ہیں اور دِلمیر زئی کے لوگ اتنے بُرے لوگ نہیں ہیں جتنے کہ مستوخیل کے لوگ ہیں۔ اِس قبیلے نے 1897ء کی مہم جوئی میں حصہ لیا لیکن سرکار کے سامنے جلد ہی اور رسوائی کے ساتھ تسلیم ہوئے اور نتیجے کے طور پر کسی بھی بہت سخت سزا بھگتنے کے لئے کبھی نہیں آئے۔ چند سال بعد دوبارہ معاہدہ توڑا گیا اور کئی سالوں تک مستوخیل سرکار کے ساتھ کھلی دُشمنی پر اُتر آئے لیکن ایک بار پھر معاہدہ ہوگیا اور یہ قبیلہ باقاعدہ طور پر تسلیم ہوگیا۔ اِس وقت مسوزئی لوگ سرکار کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں لیکن اِن تعلقات کی پائیداری کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

1892ء میں سرکار کُرم ایجنسی کی وادی کو اپنے تسلط میں لینے کے موقع پر گار مسوزئی کوئی مبلغ /500 پانچ سو روپے موجب حاصل کرتے تھے۔ جِس کے بدلے میں صدہ میں خورمانہ دریا کے مقام پر محصولات حاصل کرنے کے دعوے سے کنارہ کشی اختیار کرنا تھا۔ جِس پر اِن لوگوں نے اپنا حق بغیر کسی شک کے گذشتہ دور میں اور پچھلے سالوں میں بُرے اوقات میں استعمال کیا تھا۔ بعد میں یہ موجب /1200 بارہ سو روپے تک بڑھایا گیا تھا۔ اِس موجب کی عطائیگی لمبے عرصے تک آپس میں رابطے ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی کیونکہ مستوخیل اور دِلمیر زئی لوگ اِس تقسیم کے طریقہ کار پر راضی نہ ہوسکتے تھے۔ دِلمیر زئی کے لوگ نصف کا دعویٰ کرتے اور مستوخیل کم حصہ دینا تسلیم کرتے رہے تھے۔ سالوں بحث مباحثے کے بعد صرف ایک نکتہ جس پر یہ شاخیں متفق نظر آتی تھیں۔ وہ سرکار پر الزام لگانا اور اسی بناء پر اس کے خلاف کاروائی کرنا تھا۔ آخر کار یہ معاملہ مساوی تقسیم کی بنیاد پر حل کیا گیا۔ اب سامیل مسوزئی کے لوگ مبلغ /800 آٹھ سو روپے حاصل کرتے ہیں جن کو خواجہ خیل اور آش خیل کے لوگ برابر حصوں میں بانٹتے ہیں۔ یہ قبیلہ بڑی تعداد میں قمبر خیل آفریدی بطور ہمسایہ رکھتے ہیں۔ یہ آخری

قبیلہ ثابت قدمی سے مغرب کی سمت آگے بڑھ رہا ہے اور بتدریج زمینوں پر قبضہ کر رہا ہے اور ہمسایوں کا لباس پھینک رہا ہے۔

اِس وقت مسوزئی کی سیاسیات میں جو چیز سب سے اہم اور دلچسپی کا باعث ہے وہ علی شیرزئی لوگوں کے ساتھ زمین کے ایک ٹکڑے جو کہ تختو نیکہ قبر کے نام سے مشہور ہے پر تنازعہ چلا آرہا ہے۔ یہ تنازعہ ایک وقت میں تو عملی طور پر دُشمنی تک جا پہنچتا۔ لیکن علی شیرزئی کے لوگ عارضی طور پر اِس خطرے کو ٹھنڈا کرتے اور مسوزئی کے لوگوں کو اجازت دیتے تھے کہ جو کچھ انھوں نے حاصل کیا تھا وہ عملی طور پر اُس کو اپنے پاس رکھیں۔ تاہم ٹانگٹانگ علی شیرزئی کی شاخیں اِس زمین کی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ اس آبادکاری کی شاخیں نہیں تھیں۔ یہ تنازعہ کسی بھی لمحے پھوٹ سکتا ہے۔

پاڑہ چمکنی کے لوگوں کا قبیلہ غیر یقینی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ حقیقت میں یہ لوگ آفریدی اور اورکزئی لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یہاں پر یہ بات مشکوک ہے کہ یہ قبیلہ باقاعدہ طور پر چمکنی کہلانا چاہیئے یا پاڑہ چمکنی۔ کیونکہ اِس کے لئے سبقت لینے کی سعی کی جاتی ہے کہ پاڑہ کا نام صرف حاجی خیل شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم یہ بات محض ادبی دلچسپی کی ہے اور حقیقت میں کُرم کے لوگ اس قبیلے سے متعلق باتوں میں چمکنی کو بالکل نکال کر ان لوگوں کو پاڑے کہہ کر پکارتے ہیں۔ چمکنی چار بڑی شاخوں میں تقسیم ہیں۔ بڈا خیل جن کے بارے میں پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ اِن لوگوں نے اپنے قبیلے کو مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے اور کُرم میں آباد ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ خانی خیل، حاجی خیل اور خواجک خیل ہیں جو کہ مرزا خیل اور داری خیل میں تقسیم ہوتے ہیں۔ عملی مقاصد کے لئے یہ قبیلہ دو گروہوں میں منقسم ہو جاتا ہے، یعنی خانی خیل کے لوگ جو کہ تابئ کے اِردگرد کافی دور تک رہتے ہیں اور خواجک خیل اور حاجی خیل کے لوگ جو کہ کُرم کے قریب رہتے ہیں۔ حاجی خیل کے لوگ جو کُرم تک زیادہ رسائی کے قابل ہیں وہ کافی حد تک اپنی روزی روٹی کے لئے وادی کے اندر محنت مزدوری پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ لوگ کچھ حد تک ماننے والے لوگ ہیں۔ دوسری طرف خانی خیل کے لوگ مسوزئی کی مانند قبضہ جمائے رکھا ہے۔ انگریز کی پوری تاریخ میں چمکنی لوگوں کے ساتھ کبھی ایک اور کبھی

دوسرے گروہ کے تعلقات ہمیشہ تکلیف دہ رہ چکے ہیں۔ 1897ء میں خانی خیل کے لوگ دوسرے قبیلوں سے اُلجھ گئے لیکن اُن کو جو سزا تجویز کی گئی وہ صرف جُزوی قسم کی تھی۔ یعنی جُرمانہ اور بندوقیں جمع کرانا تھا۔ جن کا 1897ء میں فیصلے کے بعد اُنھوں نے ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا تاہم اُن سے کبھی وصول نہیں کیئے گئے۔ اِس اور اِس قسم کے دیگر جرائم کی تلافی دوسرے گروہ پر حملے کی صورت میں ہو جاتی تھی۔ اِس صورتِ حال نے اِس گروہ کو چند سالوں تک خاموش رکھا۔ پھر اُس کے بعد دوسرے گروہ نے حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔ بالآخر تمام شاخوں کے آدمیوں کو گرفتار کر کے جُرمانہ وصول کیا گیا تھا۔ چنانچہ خانی خیل لوگوں نے حملہ کر دیا اور ستمبر 1908ء تک عداوت کے رویئے کو جاری رکھا۔ جب انہوں نے خود آ کر معاہدے کے لئے درخواست کی اور مستقبل میں اچھے تعلقات قائم رکھنے کے لئے حفاظت کی پیشکش کی۔ چونکہ یہ قبیلہ اپنے جرائم کی قیمت ممکنہ طور پر ادا کرنے سے قاصر رہے لہٰذا اُن کے ساتھ محض جو معاہدہ ممکن لگتا تھا وہی ہوا جو قدیم پختون روایات میں تھا کہ ''ھیر پہ ھیر، تیر پہ تیر'' اور باقی روزگار کا یہی اختیار کیا گیا تھا۔

چمکنی لوگوں کے ساتھ علی سیانڑی رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک نامعلوم نسل سے تعلق رکھنے والا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ بغیر کسی شک کے چمکنی لوگوں کے ساتھ بطور ہمسایہ رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود اِس بات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ جب کبھی اس سلسلے میں کسی ذمہ داری اور دعوے کا سوال اُٹھتا تھا اور جب کبھی کوئی نئی بات بن جاتی تھی تو چمکنی قبیلے نے اُن کی سرداری سے انکار کر کے معاملے میں تیز اور سُست رویئے سے کام لیا ہے۔

باب نمبر 4

آمدنی اور زراعت

آمدنی اور زراعت

افغان حکمرانی کے تحت ابتدائی دنوں میں کُرم سے جو آمدنی لی جاتی تھی وہ حد درجے غیر یقینی اور مختلف تھی۔ یہ افغان فوجوں کے ذریعے قبضے کے وقتاً فوقتاً گشتوں سے معلوم کیا جاتا تھا۔ یہ آمدنی صرف اُس رقم تک محدود رہتی تھی جو کہ گشت کے دوران حاصل کی جاسکتی تھی۔ افغان گورنر کی آمد کے ساتھ معاملات مزید باقاعدہ پیمائش کے اندراج تک پہنچ گئے۔ وادی کے لئے ایک محصولاتی کتاب لائی گئی تھی۔ اِس نظام کے تحت جو اِس مقصد کے لئے اختیا کیا گیا تھا وہ آمدنی کے حصول کیلئے قابل مانا گیا تھا۔ اس کو اُنتیس 29 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصہ مثقال کہلایا جاتا تھا۔ قرین وقیاس ایک مثقال 1.440 جریب یا زنجیر پر مشتمل ہوتا تھا۔ ہر مثقال ایک ایکڑ کے 5/8 یعنی پانچ بہ ہشت حصے کے برابر ہوتا تھا۔ اِس کا پورا رقبہ اسلئے تقریباً کوئی 900 نوسو ایکڑ بن جاتا تھا۔ تاہم یہاں پر امتیازی محصول کا کوئی نظام نہیں تھا۔ تمام زمینوں کی شرح اُن کے معیار سے قطع نظر برابر تھی۔ عملی طور پر زنجیر کی لمبائی کے گھٹنے اور بڑھنے کی صورت میں مشکل پیش آتی تھی۔ عام حالت میں اِس کی لمبائی پچپن گز تھی۔ لیکن نہایت ہی اعلیٰ معیار کی زمینوں کی صورت میں اِس کی لمبائی میں کمی کر دی جاتی تھی۔ کم تر زمینوں کی صورت میں اِس کی لمبائی مزید پھیلائی جاتی تھی۔ اِسی طرح بیک وقت کئی موقعوں پر مناسب اور اچھی تخائف کی پیشکش کی بناء پر لوگ زمینوں کی محصول دینے سے مثتثنیٰ قرار پانے میں کامیاب ہوتے تھے اور دیگر موقعوں پر زمینوں کی پیمائش میں زنجیر میں زیادہ سخاوت سے کام

لیتے تھے۔ وہ ریکارڈ جو کہ ہماری سپردگی میں ہے، اگر اُس کی رو سے کابلی روپیوں کو اُس وقت کی انگریزی روپیوں میں تبدیل کیا جائے تو تبادلے کی صورت میں وادی پر اصل طلب قیمت 4-2 دو تا چار روپے فی ایکڑ، کُل 26,100 چھبیس ہزار ایک سو ایکڑوں پر مبلغ 56,550/ چھپن ہزار پانچ سو پچاس روپے بنتے ہیں۔ اِس کے تھوڑے عرصے بعد ہی یہ طلب کوئی 2 دو روپے فی ایکڑ تھی لیکن زیر کاشت رقبہ 31,250 اکتیس ہزار دوصد پچاس تک جا پہنچا تھا جو کہ 62,500 باسٹھ ہزار پانچ صد روپے آمدنی بناتا تھا۔ 1867ء میں یہ زرطلب 6-2 دو تا چھ فی ایکڑ تک بڑھایا گیا تھا جو کہ برائے نام 80,000/ اسی ہزار روپے آمدنی لاتا تھا۔ اِس کے بعد یہ آمدنی 3-2 دو تا تین روپے فی ایکڑ تک گر گئی جِس کی آمدنی 74,000/ چوہتر ہزار روپے تھی۔ اِس آمدنی کے بدلے میں طوری لوگ اُس پار سے تھوڑی بہت حفاظت حاصل کرتے دکھائے دیتے تھے، یقیناً یہ حقیقت کہ اصل آفغان قبضے نے اِن لوگوں کی سلامتی کو برقرار رکھا اور غیر قبیلوں کی کسی بھی قسم کی فتح سے اُن کے علاقے کو بچا کے رکھا۔ لیکن اِس کے ساتھ یہ حقیقت بھی تسلیم کر لینی چاہیئے کہ آمدنی کا حصول تمام اوقات میں تقریباً برائے نام ہی تھا۔

مسٹر مرک کے 1893ء کے بندوبستی خلاصے میں اصل ہدایات گذشتہ آفغان دور کے زر طلب آمدنی کی رقم کو معلوم کرنا اور اِس رقم کو زیر کاشت رقبے پر مساوی تقسیم کرنا تھا۔ تاہم مسٹر مرک کو خود پیمائش کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جو کہ پہلے ہی سے سمجھنے میں دُشواری پیش اتی تھی۔ جِس کے نتیجے میں اُس نے اب تک غیر پیمائش شدہ زمینوں کے لئے پیمائش کا ایک قابل غور مقدار اپنا لیا اور غلط پیمائشوں کی تصیح کے لئے اُس نے آفغان سرکار کے لگائے گئے قیمتوں سے کم معقول قیمتیں لگانے کا فیصلہ کرنا تھا۔ اُس نے آمدنی کی رضا کارانہ حوالگی سے متعلق کُل زرطلب آمدنی کے تقریباً ایک تہائی دینے کا بھی فیصلہ کیا۔ اُس کا آخری زرطلب آمدنی کابلی روپیوں میں اندازتاً مبلغ 60,000/ ساٹھ ہزار تک جا پہنچی تھی جو کہ اُس وقت کے انگریز سرکار کے روپیوں میں تبادلے کے شرح

پر مبلغ/48,000 آڑتالیس ہزار روپے کے برابر تھی۔ تاہم یہ آمدنی علاقے کے مشہور کابلی روپیوں کے سکوں کی صورت میں ادا کی جاتی تھی۔ یہ کابلی سکے تبادلے کی قیمت میں بتدریج گرتے گئے یہاں تک کہ 1903ء میں دس سالہ بندوبست کے بند ہونے پر اِس کی قیمت تقریباً تیرہ آنے کی بجائے آٹھ آنے تک اگئی تھی۔ جِس کے نتیجے میں ایجنسی کی آمدنی کا شرح مبلغ/30,000 تیس ہزار تک گِر گئی تھی۔ اِس طرح کے اُتار چڑھاؤ سے بچاؤ کے لئے 05-1904ء کی باقاعدہ بندوبست میں رقم کی ادائیگی انگریزی روپیوں میں مقرر کر دی گئی۔ اِس کے بارے میں نہ تو کوئی تجویز دی جاتی ہے اور نہ کوئی کام جِس طرح کہ یہ کام ہے، اتنے محدود مدت میں ممکن ہے کہ اِس طرح بندوبستی کام کے بارے میں کوئی تفصیل دیدیں یا اِس کے نتائج کے بارے کوئی بات کریں جِن پر لگان کی بنیاد ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اِس کام کی پیروی کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں اُن کے لئے مزید 1905ء کے لالا گنگا ساہئی جو کہ محصولات کی تعین کا بندوبستی افسر تھا، اُس کی لکھی ہوئی وادی ئے کُرم بارے محصولاتی رپورٹ ملاحظہ کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔ یہاں پر لگان بارے چند بڑے ہندسے دے دینا کافی ہی ہوگا۔ اِس بندوبست کی پیمائش نے زیرِ کاشت رقبہ/37,500 سینتیس ہزار پانچ صد ایکڑ بتادیا جو کہ تجربات کے بعد بڑی پیداوار کی قیمت مبلغ7,60,000 ساتھ لاکھ ساٹھ ہزار روپے رکھتی تھی۔ اِن رقوم میں سے جو اخراجات کاشت پر اجاتی تھی وہ کوئی 5-53 یعنی ترپن تا پچپن فی صد تک پائی جاتی تھی جِن کو مالکان کے حصے کے لئے چھوڑ دی جاتی تھی یا خالص محصولات مبلغ/3,52,834 تین لاکھ باؤن آٹھ سو چونتیس ہزار حاصل کیئے جاتے تھے۔ سرکار اگر اُصول پر مبنی خالص محصولات کا نصف حصہ لے لیتا تو یہ زرطلب مبلغ/1,76,000 ایک لاکھ چھتر ہزار ہو جاتے جبکہ حقیقت میں ایک بار پھر نصف لے جاتی تھی مثلاً مبلغ/88,000 آٹھاسی ہزار روپے لے جاتے تھے۔ یہ دیکھا جائے گا کہ یہ لگان افغان سرکار کے برائے نام زیادہ لگان کے برعکس بہت کم ہے جبکہ حقیقت میں رقبے کے حساب سے قیمت کم ہے کیونکہ زیرِ کاشت رقبہ افغان دور کے وقت سے ابھی بیس فی صد سے تجاوز کر گیا ہے۔

موجودہ لگان کُل پیداوار کا 11.6/100 برائے نام ہی ہے۔ اِس لگان میں سے 3/6 حصہ یا مبلغ /16,500 سولہ ہزار پانچ سو روپے پانچ سالوں تک ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔ لگان کا یہ مجرا فصلوں پر دو روپے فی ایکڑ کے حساب سے اور دو تا پانچ چھ روپے فی ایکڑ زیرِ کاشت رقبے پر قابلِ عمل تھا۔ اِس کے علاوہ دو مزید چھوٹے محصولات بھی ہیں، پہلا پن چکیوں پر ٹیکس لگانے سے مبلغ/1,400 ایک ہزار چار صد روپے حاصل کیئے جاتے ہیں جبکہ دیگر ٹیکسوں میں دست کار اور دُکان پر جِن کی قیمت تقریباً مبلغ /1,600 ایک ہزار چھ صد روپے مقرر کی جاتی تھی۔ اِن کُل آمدنی سے مبلغ /18,000 آٹھارہ ہزار روپے حاصل کیئے جاتے تھے۔ اِن میں سے مبلغ/16,000 سولہ ہزار نقد ادائیگیوں کی صورت میں اور مبلغ/2000 دو ہزار روپے آمدنی میں استثنیٰ کی صورت میں چھوڑ دیئے جاتے تھے۔

آخری بندوبست کی رو سے وادی کا اصل زیرِ کاشت رقبہ/37,500 سینتیس ہزار پانچ صد ایکڑ تھا۔ اِن زمینوں میں سے 74.5 ساڑھے چوہتر فی صد آبپاشی کی زمین تھی جو کہ سالانہ دو فصلیں پیدا کرتی تھی، 21.5 ساڑھے اکیس فی صد بھی آبپاشی کی زمین تھی جو کہ محض ایک فصل اُگاتی تھی جبکہ 5 پانچ فی صد آبپاشی کے بغیر زمین تھی۔ فصلوں میں سے زیادہ تر حصہ 57.2 ستاون اعشاریہ دو فی صد خزان کی کٹائی کے موقع پر حاصل کیا جاتا ہے جبکہ 42.8 بیالیس اعشاریہ آٹھ فیصد بہار کی کٹائی پر حاصل کیا جاتا ہے۔ بڑے پیمانے پر جو فصلیں آگائی جاتی ہیں وہ گندم اور چاوَل ہیں۔ وہ رقبے جو اِن فصلوں کے تحت ہیں، عملاً اِن کے درمیان مساوی طور پر ہے۔ تقریباً وادی کے کُل زیرِ کاشت رقبے کے دو تہائی حصے تک جا پہنچتے ہیں۔ دیگر فصلیں جو کہ یہاں پر کسی بھی پیمانے پر اُگائی جاتی ہیں اُن میں مکئی اور مونگ ہیں جو کہ اِن کے درمیان زیرِ کاشت رقبے کے ایک تا پانچ حصہ بنتا ہے۔ محصولات کے تعین کے لئے اور معقول درجے کے زراعتی مقاصد کیلئے وادی کو تین حلقوں صحرا، دامن اور رود غاڑہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے والا حلقہ جسامت میں چھوٹا ہے اور عملی طور پر معیار

میں یونہی برائے نام ہے۔ یہ زمین کے صرف اُسی حصے پر مشتمل ہے جو کہ پاڑہ چنار پلیٹو کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ زمین جس کے بارے میں پہلے بھی بیان کیا گیا ہے عملی طور پر پتھروں سے ڈھانپی ہوئی ہے، تاہم کئی مقامات پر یہ پتھریں زیادہ تر زمین کی بالائی حصے پر پائے جاتے ہیں اور آسانی سے ہٹائے جاسکتے ہیں۔ جب کبھی اچھی اور ہلکی معیار کی زمین وافر مقدار میں دستیاب ہو۔ تاہم بنجر زمین کو زیرکاشت لانے کے لئے پانی کی طلب کی بناء تھوڑی بہت کوشش کی جاچکی ہے۔ یہ پٹی دریائے کُرم سے کافی بلندی پر وقوع ہونے کی وجہ سے سیراب نہیں کی جاسکتی ہے اور دامن حلقے میں واقع دیہات کوہِ سفید کے سلسلے سے انے والے عملی طور پر تمام پانی کو جذب کرجاتے ہیں۔ جہاں پر زمین غیرمعمولی زرخیز ہے اُتنا ہی اُس کاشت کے لئے جس کی سیرابی نہیں ہوتی ادائیگی کی جاتی ہے یا وہاں پر زائد پانی کو رعایتی حقوق بالائی دیہاتوں سے خرید لیا گیا ہے۔ ان کے واسطے معاہدے ہوچکے ہیں۔ دیہات بنائے گئے ہیں۔ زمینوں میں کھیتی باڑی ہوچکی ہے۔ لیکن زمین کی مقدار متناسب طریقے سے کم ہے اور عام طور پر یہ پٹی پتھریلی مواد رہ جاتی ہے۔

دامن کا یہ علاقہ ہر طور سے تینوں حلقوں میں سے ماحول کے لحاظ سے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ یہ علاقہ سب سے بلند ترین، صحت مند ترین اور آب وہوا کے لحاظ سے سرد ترین علاقہ ہے۔ اس علاقے کے باشندے مردانہ صفت والے اور بہتات سے نسل پیدا کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اپنی زراعت کے لئے درکار مزدوروں کو خود فراہم کرتے ہیں اور یہ دامن کی زائد آبادی کی وجہ سے ہی ہے کہ یہ لوگ ملیشیا میں زیادہ بھرتی ہوتے ہیں۔

رودغاڑہ حلقے کا بالائی حصہ دامن سے تھوڑا مختلف لگتا ہے، تاہم نچلے حصے میں یہ تفریق کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ چاؤل کی بدبو کے ذریعے جو بے مزے کی آب وہوا پیدا ہوتی ہے وہ اس دریا کی وادی کو قریب سے اپنے گھیرے میں لے کر ناک میں دم کردیتی ہے اور اُس میں جہاں لوگوں کی آبادی کم ہے اور لوگ خود اپنی کھیتی باڑی نہیں کرسکتے لہٰذا یہاں پر ہر گھر میں عملاً خوستوال لوگ پائے جاتے

ہیں، بعض اوقات مزدوروں کی طرح لیکن زیادہ تر بطور شریک رہتے ہیں جو کہ یہ لوگ پیداوار میں مقررہ حصہ دینے کے بدلے میں اُن کی زمینوں میں کاشت کرتے ہیں اور اُن کی غمی اور خوشی کے موقعوں پر عملی طور پر اُن میں کُرم کے شہریوں کی طرح شریک ہوکر تمام فرائض سرانجام دیتے تھے۔ تاہم یہ باتیں زیادہ تر قدیم طوری اور بنگش باشندوں سے متعلق کہی جاتی ہیں۔ زیمُشت کے لوگ اور اورکزئی مالکان جو کہ حال ہی میں آباد ہوئے ہیں وہ کم خوشحال اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور اب بھی اُسی طرح اپنے اپ مشکلات برداشت کررہے ہیں، اور اپس میں مل کر یہاں تک کہ رودغاڑہ میں آبادی کا لیتے ہیں اور کام کے دوران مقامی لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی زندگی کی معمولات میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ باتیں محض یہاں کے باقاعدہ بندوبستی لوگوں یعنی توری اور بنگش لوگوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو حال ہی میں یہاں پر آباد ہوئے ہیں جو کہ زیادہ خوشحال نہیں ہیں اور خود زیادہ مشقت نکالتے ہیں وہ زیمشت اور اورکزئی کے مالک لوگ ہیں جو اب بھی خود ہی اپنے اپ کام کرتے ہیں اور باہمی طور پر اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ روڈغاڑہ میں بھی آبادی کو برابر کر رکھیں۔

پوری وادی میں کاشت پر منحصر کُل اوسط آبادی 922 نوصد بائیس فی مربع میل ہے۔ ہر زمیندار کے تحت اوسط زیرکاشت رقبہ کوئی 7-1 ایک تا سات ایکڑ ہیں، اور قبضے کے لئے زمین فی کس کے حساب سے 7-2 دو تا سات ایکڑ ہیں۔ تمام زمینوں میں سے 81 اکیاسی فی صد حقیقی معنوں میں زمین کے مالکان ہی کاشت کرتے ہیں، 12 بارہ فی صد اراضی گروی رکھی گئی ہے، لیکن اِن جیسے گروی زمینوں کے برعکس لین دین کا زیادہ تر حصہ خود کاشت کاروں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کہ رہن کے لئے قرض دیتے ہیں انھوں نے ابھی تک وادی میں کوئی قبضہ نہیں کر رکھا ہے۔ موجودہ حالت میں قرض دینے والا گاؤں میں ایک خادم کی حیثیت سے اپنی جگہ گھیر لیتا ہے اور اُس کی تعلقات گاؤں میں ایک ماتحت حیثیت کے ساتھ باعث ادب گردانی جاتی ہیں، اور اپس میں ''مودس ویوندی'' "modus vivendi" قائم کیا جاتا ہے اسی طرح معاملات عدالت تک کم آتے ہیں۔

وادی کے لوگ اپنی پیداوار کو منڈیوں تک پہنچانے کے لئے کم ہی مہم جوئی کا مظاہرہ دکھاتے

ہیں۔ اِن کی زرخیز وادی سالوں سے ایک منڈی کی راہ تکتی رہتی ہے، جس کو مضافاتی پہاڑی قبیلوں کے لوگ اپنی ناکافی پیداوار میں اضافے کے لئے وادی کا رُخ کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر وادی کے لوگوں نے اپنی فصلوں کے لئے بیرونی منڈی تلاش کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی ہے۔ اگرچہ سڑک موجود ہے لیکن اِن لوگوں نے گاڑی سواری کا کوئی نظام قائم نہیں کیا ہے، اور پیواڑ اور چند ایک دیگر دیہاتوں کے علاوہ یہ لوگ لادنے کے جانوروں کا کوئی بڑا جُھنڈ نہیں رکھتے ہیں۔ یہی پیداوار بیرونی منڈی تک غلزئی لوگوں کے ذریعے لے جا کر پہنچائی جاتی ہیں۔ غلزئی لوگ موسمِ سرما میں اپنے اونٹوں اور گلوں کے ساتھ کُرم وادی میں اُتر آتے ہیں۔ یہ اجناس حقیقت میں یہ لوگ شابک اور گنروبہ کے چرنے والے میدانوں میں چھوڑ جاتے ہیں، جبکہ کرڑی کا ایک حصہ وطن سے دور سفر کر کے اپنے سامان بیچ دیتے ہیں۔ یہ وہی کچھ بیچ دیتے ہیں جو کہ اِن لوگوں نے کُرم میں خریدا ہوتا ہے۔

زراعت کے لئے مزدوروں کو خوست سے آریوب کے جاجی لوگ لائے جاتے ہیں یا سرحد پار قبیلوں سے لائے جاتے ہیں۔ یہ فطری طور پر فصلوں کی کٹائی کے موقعوں پر زیادہ درخواست پر ہوتا ہے۔ لیکن چاوَل کی فصل کی ''لالون'' یا گھاس پھوس نکالنے، ''پکیوہ'' یا بھوسہ نکالنے اور ''نال'' کے وقتوں میں زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب یہ اِن نوزائیدہ فصلوں کو ''بوز غالہ'' یا چاوَل کی پرورش گاہ سے نکال لیتے ہیں اور دوسری جگہ کھیتوں میں لگاتے ہیں۔

سرحد پار قبیلوں کے کچھ حد تک غیر قانونی کردار کے پیشِ نظر مزدوری کے لئے مارکیٹ قابلِ غور اُتار چڑھاوَ کی بنیاد پر کھلی رہتی ہے جو کہ مزدوروں کی محدود فراہمی پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ اُن قبیلوں کے ایک یا زیادہ قبیلوں کی وجہ سے جو کہ وہ اپنے کئے ہوئے جرائم کی ضمانت مانگتے ہیں۔ یہ لوگ وادی میں انتظامی کاروائیوں کی خوف سے انے سے انکار کرتے ہیں۔

غلے کی قیمتوں میں کوئی واضح اُتار چڑھاوَ دکھائی نہیں دیتا ہے کہ حالیہ زرعی خوشحالی یا اِس کے برعکس قیمتوں میں اضافے کی بنیاد پر کوئی دلیل پیش کریں۔ ظاہر ہے کہ قیمتیں صرف اور صرف فصلوں کی اچھی اور بُری حالت کے نتیجے کے ذریعے متعین جاتی ہیں۔

اِن پر بیرونی اثرات کی کوئی نشانی نہیں ملتی۔

یہاں پر آسانی کے لئے بہتر ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ خرلاچی اور اِس کی قریبی پٹی کی آبپاشی کے حالات کے بارے میں مختصر سا اضافہ کریں۔ خرلاچی کے شمال کی جانب زمین کی ایک نہایت ہی قابل ذکر پٹی پڑتی ہے جو کہ لیوانئے اراضی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اراضی خرلاچی کی دیگر زمینوں کی نسبت زیادہ بلندی پر واقع ہے۔ نتیجے کے طور پر اِس کی آبپاشی کے لئے جو پانی کی ندی نکالی جاتی ہے وہ افغانستان کی حدود میں اندر جاجی کے علاقے میں کچھ فاصلے پر دریا سے نکالی جاتی ہے۔ پانی کی یہ ندی لیوانئے نہر کے نام سے مشہور ہے۔ انگریز سرکار کے قبضے کے بعد کچھ وقت کے لئے یہ نہر ایک غیر یقینی وجود رکھتی تھی، افغان گورنر کے ہر آن بدلتے مزاج کے عین مطابق یہ نہر بعض اوقات کھلی رہتی اور بعض اوقات بند کر دی جاتی۔ نتیجے میں گذشتہ دس یا کم و بیش سالوں سے، یہ کہا جاتا ہے کہ کابل سے احکامات پر یہ نہر مکمل طور پر بند کر دی گئی ہے، اور اِس کے ذریعے جو زمین سیراب کی جاتی تھی وہ اب کاشت کے قابل نہیں رہی۔ اِس بابت میں کئی معاہدے ہو چکے ہیں لیکن اِس کا خالص نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ معاہدے کچھ کرنے کے لئے ناممکن دکھائے دیتے ہیں۔ دوپرزئی کے لوگ مقامی افغان گورنر کے ساتھ اُن کو پانی کی فروختگی پر وقفے وقفے سے بات چیت کرتے رہے ہیں لیکن ابھی تک یہ گفت وشنید بغیر نتیجے کے ہی رہے ہیں۔ اُن کو پانی کے نقصان کی تلافی کے لئے مقامی افسروں نے دوپرزئی لوگوں کے لئے انگریز سرکار کے علاقے کے اندر ہی لیکن سرحد سے چند گز کے فاصلے پر نہر کے لئے ایک بند بنایا۔ اِس مقام پر انڈیا اور افغانستان کے سرکار کے درمیان فطری سرحد ہے۔ انڈیا کے خرلاچی اور افغانستان کے پختونوں کی دیہاتیں محض چند سو گزوں پر ایک دوسرے سے الگ کئے جاتے ہیں اور اِن کے درمیان رقبہ ہموار اور زیرِ کاشت ہے۔ نتیجے کے طور پر کسی بھی دُشمنی کے شروع ہونے پر وہ تمام کچھ جو کہ پختون لوگ اِن کے خلاف کرتے ہیں وہ رات کی تاریکی میں پانی کے نہر کے بند کو توڑنا ہوتا ہے اور دِن کی روشنی کے وقت میں محفوظ اور بالکل درست طریقے سے دوپرزئی کے لوگوں پر کسی بھی مقام سے پختون روایات کے مطابق دیواروں کے پیچھے سے نہر کی مرمت کے لئے کوشش کرتے

ہوئے وہ گولیاں چلا سکتے ہیں۔دوسری طرف خرلاچی جوکہ پاڑہ چنار کے لئے افغان تجارت کی بڑے شاہراہ پر واقع ہے اور جیسا کہ کوئی مسافر شخص بھی دوپرزئی کے نجی املاک کو عبور کئے بغیر بڑی شاہراہ تک نہیں پہنچ سکتا تو دوپرزئی کے لوگ انتقام کے بالکل خالص اور مئوثر ذرائع ہی استعمال کرتے ہیں۔عام طور پر یہ دونوں گروہ اِسی طرح اپنے معاملات آگے بڑھاتے ہیں۔ 1908ء کی بہار اور خزان کے موسموں میں یہاں پر ایک تیز جنگ تھی جِس نے دوپرزئی کے لوگوں کو وہاں پر کھیتی باڑی سے روکے رکھا اور اُس وقت حالات کچھ اور قسم کے تھے۔

باب نمبر 5

انتظامیہ

انتظامیہ

کُرم ایجنسی کا عملہ ایک پولیٹیکل ایجنٹ مُجرمانہ اور شہری اُمور کے لئے دو نائب حاکم، آمدنی اور خزانہ اُمور کے لئے ایک تحصیلدار اور ایک نائب تحصیل دار پر مشتمل ہوتا ہے۔

پولیٹیکل ایجنٹ کو جو اختیارات تفویض ہوتے ہیں اُن کے تحت اُس کو مُجرمانہ معاملات میں ایک سیشن جج کی حیثیت سے عدالتی اختیارات حاصل ہوتے ہیں، اور شہری معاملات میں اُس کو پہلی سماعت کی مکمل عدالت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔تاہم بطور حکومتی پالیسی یہ پہلے بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ اختیارات نہایت ہی اختیاط سے استعمال کرنے چاہیئے، اور اکثر معاملات میں جرائم کسی بھی ضلع کے قانون کے مطابق پولیس کے ذریعے تفتیش کی جاتی اور کریمینل کورٹ کے ذریعے مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ اُن کے ساتھ مجرموں کی مانند سلوک کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں پر کوئی پولیس یا کوئی اور تفیش کرنے والی ایجنسی نہیں ہے اسلئے یہ دعویداری کرنے والے گروہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مجرم کی شناخت کرلیں اور اُس کے خلاف شکایت درج کرالیں۔اِس شکایت پر متعلقہ مجرم عدالت طلب کیا جاتا ہے یا پکڑا جاتا ہے اور یہ معاملہ فرنٹیر کرائمز ریگولیشن کے تحت قبائلی عمائدین کے جرگے کے ذریعے عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ یہ قبائلی عمائدین زیادہ اہمیت کے حامل معاملات میں عدالت کے ذریعے ہی نامزد کئے جاتے ہیں اور معمولی نوعیت کے حامل معاملات میں عدالت کی رضامندی سے حریف گروہوں کے ذریعے نامزد کئے جاتے ہیں۔ جرگے کے عمائدین کی کاروائیاں پھر طوری زونہ یا وادی کے روایتی قانون کے مطابق عدالت میں مقدمہ چلایا جاتا ہے۔اگر مُستغیث یعنی استغاثہ

کرنے والے اِس جُرم کے وزن کے لحاظ سے درکار تعداد کے چشم دید گواہ پیش کر سکتا ہے، تو یہ معاملہ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے۔ وگرنہ ملزم کو الزام سے بریت حاصل کرنے والوں کے ایک خاص تعداد سمیت بے گناہ ثابت ہونے کے لئے حلف لینا چاہیئے۔ یہ تعداد جُرم کی سنجیدگی کو مدنظر رکھ کر قتل کے معاملے میں ستر افراد سے لے کر ایک ملزم سے حلف اُٹھانے تک ہوتا ہے۔ یقیناً کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں کسی بھی معاملے کی قانونی چارہ جوئی کی حکمت عملی بطور جُرم نہ کہ بطور مجرم شروع ہوتی ہے۔ اِن جیسے معاملات میں نائب حاکم بذاتِ خود بطور تفتیشی افسر خدمت سرانجام دیتا ہے۔ جبکہ دیگر معاملات میں نجی قانونی چارہ جوئی کے نتائج جُرم کی مناسبت سے قید کی سزا سنانے پر ختم ہوتے ہیں۔ لیکن عام معاملات میں یہ بخوبی کہا جا سکتا ہے کہ جرائم کو لے کر مجرموں سے نبرد آزما ہونا اور طوری زونہ کے ذریعے بیان شدہ روایتی پیمانے پر جو نقصان کی تلافی ہوتی ہے وہ وادی کی ضروریات کو بہترین انداز میں پورا کرتی ہے۔

اسی طرح دیوانی معاملات کے فیصلے عمائدین کے جرگے کے ذریعے ہوتے ہیں جو کہ عام طور پر خود مخالف گروہوں کے اتفاقِ رائے سے نامزد کئے جاتے ہیں۔ اِن معاملات میں بھی جرگے کے مشران طوری زونہ قانون کے پابند ہوتے ہیں جو کہ یہ بیان کرتا ہے کہ کونسا فریق اپنے معاملے میں سچائی کی قسم اُٹھانے کے حق میں ہے اور اِس کے لئے درکار بریت حاصل کرنے والوں کی خاص تعداد فراہم کرنے کے لئے تیار ہے۔ تاہم عملی طور پر جرگے کا اِختیار فوجداری معاملات سے غیر فوجداری معاملات میں زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ کسی شخص کے خلاف جرائم کے معاملات اور جائیداد کے معاملات کم و بیش شروع ہی سے ایک جیسے اتے رہے ہیں، لیکن ایک با قاعدہ آمدنی کا انتظامیہ ساتھ ہی ساتھ اِس کے زیادہ پیچیدہ میعاد اور شرائط کو پورا کرنے کے لئے سوالات اُٹھانے بارے موزوں ہی گردانتے ہیں جس کے لئے مروجہ قانون کوئی شرائط یا دفعات نہیں رکھتے ہیں۔

اِس بات میں کوئی دو رائے ہو نہیں سکتی کہ انگریز سرکار کے اِس وادی پر قبضہ جمانے کے

وقت سے مقدمے تسلسل سے بڑھتے گئے ہیں۔ لیکن عام بداندیشوں نے اِس معاملے کو کیسے سامنے لایا۔ اِس بات سے سوال جنم لیتا ہے۔ انصاف کے لئے جو عدالتیں ہیں وہ قدیم اور سادہ قسم کی ہوتی ہیں اور تمام لوگوں کے لئے کھلی ہوتی ہیں۔ یہ عدالتیں زیادہ تر موقع پر گاؤں کے حجرے میں لوگوں کی اکثریت کی موجودگی میں لگائی جاتی ہیں۔ اِن عدالتوں میں وکیلوں کی طرح معاوضوں پر کام کرنے والے نہیں ہوتے جن کو معاوضہ دیا جائے اور یہاں پر اِس طرح بھوکے وکیلوں کی کوئی گروہ نہیں ہے۔ ہر مقدمے پر ایک کم تعداد میں معاوضہ لگایا جاتا ہے لیکن مزید کوئی ادائیگی نہیں ہوتی۔ بغیر کسی شک کے یہ بات قابلِ تاسُف ہے کہ مقدمات جماعتی اربابِ اختیار کے ذریعے حل نہیں ہوتے ہیں مگر کُرم کے مختصر تاریخ کے ساتھ ساتھ اِس کے لاتعداد اندرونی عداوتوں اور فرقوں کی تاریخ غالباً قارائین کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ جماعتی اربابِ اختیار اِس بات کے بالکل اہل نہیں ہیں کہ وہ کسی بھی سوال کا انصاف پر مبنی کوئی حل نکالیں۔ یہ معاملہ ماضی میں ضرور ایسا ہی ہوتا جب کسی تنازعہ پر محض معافی کا کہہ کر مخالف فرقوں کو مزید اُکسانے سے بچاتے اور انصاف صرف مضبوط ہاتھ کے حصے میں تھا۔

اِنتظامیہ کا عملہ ایک تحصیل دار پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ مقامی دفتر میں آمدنی میں سپرنٹنڈنٹ کی فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔ ان میں ایک نائب تحصیل دار ہوتا ہے، تین قانون گو ہوتے ہیں اور چوبیس پٹواری ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر آخری تین اقسام کا عملہ دوسرے اضلاع سے لایا گیا تھا۔ لیکن وادی کے نوجوانوں کی ایک خاص تعداد جنہوں نے اِس کام کے لئے درکار تعلیم اور تربیت حاصل کی ہو، اُنہیں بھی نامزد کیا جاتا ہے۔ ایہ اُمید رکھی جاتی ہے کہ وادی اِس لحاظ سے جلد ہی خود مختار بن جائیگی۔

یہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ وادی میں کوئی پولیس نہیں ہے۔ اُن کی جگہ کُرم ملیشیاء کی دو درجن نفری نے لے رکھی ہے۔ جن کو وقتاً فوقتاً نائب حاکموں کی معاونت کے فرائض تفویض کی جاتی

ہیں۔ یہ نفری بطور گرفتاری کرانے کے عملے کے کام کرتے ہیں اور جو طریقہ بتایا جاتا ہے اُسی طرح خدمات سرانجام دیتے ہیں اور اپنے فرائض سرانجام دینے میں بالکل تسلی بخش پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یکساں تعداد میں تحصیل دار کے ساتھ جُڑے ہوتے ہیں وہ آمدنی میں بطور چپڑاسی فرائض نبھاتے ہیں۔ دیگر پولیس کی ذمہ داریوں میں جیسا کہ قیدیوں کی نگرانی، زیادہ اہم اور مشکل گرفتاریاں اور ایسے دیگر اُمور کے لئے کمانڈنٹ کے ذریعے روزانہ کی بنیاد پر درکار تعداد کی ملیشیاء کے مسلح آدمیوں کو یہ فرائض سونپے جاتے ہیں۔

پاڑہ چنار میں واقع ایک چھوٹا سا قید خانہ ہے۔ تاہم یہ قید خانہ زیر مقدمہ یا پولیٹیکل قیدیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یا اُن قیدیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جن کو مختصر مدتوں کی سزائیں ہوتی ہیں۔ دیگر قیدیوں کو کوہاٹ جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں پر اُن کے ساتھ جیل کے قواعد وضوابط کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔ وادی میں جیل کا کوئی اپنا محکمہ نہیں ہے۔ ملیشیاء کا ایک حوالدار مستقل طور پر قیدیوں کا نگراں سربراہ مقرر کیا جاتا ہے اور باقی ماندہ نگرانی کرنے والا عملہ ملیشیاء سے وقتاً فوقتاً لیا جاتا ہے۔

وادی میں ایک سول سرجن ہے جو کہ ملیشیاء کا میڈیکل افسر بھی ہوتا ہے۔ پاڑہ چنار میں ایک سنٹرل ہسپتال ہے جس میں ہسپتال کا ایک اسسٹنٹ ہوتا ہے اور دوسرا سول ہسپتال علی زئی میں ہے جس میں ایک اسسٹنٹ ہوتا ہے۔ صدہ کے مقام پر دومہ خواڑہ کے قلعے میں ملیشیاء کی ایک چھوٹی سی ڈسپنسری ہے جس میں ہسپتال کا ایک اسسٹنٹ انچارج ہوتا ہے۔

کُرم ایجنسی کوہاٹ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ ڈویژن کا سب ڈویژن ہے۔ اِس کا عام طور پر جو عملہ ہوتا ہے وہ ایک گیریژن انجنیئر اور سب ڈویژنل انجنیئر پر مشتمل ہوتا ہے۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے تحت جو کام ہوتے ہیں وہ ملیشیاء کی بڑی چوکیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، پاڑہ چنار میں واقع قلعہ اور لائن اور وہاں پر رہائشی مکانات جو کہ تمام کے تمام سرکاری جائیداد ہے۔ اسی طرح اسی کی چارج میں مندوری، علی زئی، صدہ، پیواڑ اور مین جمال میں ریسٹ ہاؤس بھی ہیں۔ ٹل سے لے کر پیواڑ

تک سڑک اور پاڑہ چنار میں واقع سرکاری دفتر، کلرک کوارٹرز، سکول وغیرہ اسی ڈیپارٹمنٹ کی تحویل میں ہیں۔ پاڑہ چنار میں واقع ایک اینگلو ورنیکولر مڈل سکول ہے جبکہ پیواڑ، شلوزان، عالمشیر، کڑمان، نستی کوٹ، احمدزئی، سمیر، صدہ، علی زئی اور بیلیامین میں گاؤں کی سطح پر پرائمری سکول ہیں۔ اِن میں سے چھ سکول گذشتہ آٹھ سالوں سے قائم ہیں جبکہ دیگر چار سکول حال ہی میں سابقہ حکومت کی پرائمری تعلیم کے لئے امداد یا گرانٹ کی تعاون سے کھولے گئے ہیں۔ تمام سکول خوب چلتے ہیں اور اِن سے جو نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ نمایاں طور پر اُمید افزاء ہیں۔

روزانہ ایک ڈاک تانگہ کے ذریعے لے جائی جاتی ہے، جو پاڑہ چنار کو ٹل ریلوے سے منسلک کر دیتا ہے۔ پاڑہ چنار میں ٹیلی گراف دفتر بھی ہے اور برانچ پوسٹ ہیں اور صدہ اور علی زئی کے ٹیلی گراف دفتر قلعوں کے اندر اپس میں جُڑے ہوتے ہیں۔

وادی کُرم پر قبضے کے وقت مکمل طور پر باقاعدہ فوجیوں نے حصہ لیا تھا۔ لیکن سب سے پہلا کام جو شروع کرنا تھا وہ ملیشیاء کو بڑھانا تھا۔ جس کے ذریعے وادی کو حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ ملیشاء کے ذریعے پولیس کے متفرق مقاصد کو، جس کی پہلے ہی تفصیل دی جا چکی ہے، کو بجالانا تھا۔ پہلا کمانڈنٹ کیپٹن ای۔ ڈبلیو۔ ایس۔ کے میکونچی تھا۔ جس کے بعد کیپٹن جی۔ او۔ روز کیپل، کیپٹن جی۔ ایل۔ کارٹر،

کیپٹن جے۔ ایف۔ فینس، کیپٹن جی۔ کرسٹی اور میجر جے۔ ایس۔ کیمبل تھے۔ جیسا کہ ملیشاء کے اندر جو اعتماد کا جواز رکھا گیا تھا وہ جاری رہا اسی طرح ملیشاء کی تعداد بڑھائی گئی تھی۔ جون 1902ء میں وادی سے فوجیوں کو نکالا گیا تھا اور ملیشاء کو اس وادی کی دفاع کے پورے فرائض سپُرد کر دیئے گئے تھے۔ یہاں پر بیک وقت دو بٹالین ہوا کرتے تھے۔ ایک بٹالین قلعے اور گریژن کے لئے ہوتا تھا جبکہ ایک بٹالین پولیس اور دیگر متفرق کاموں کے لئے ہوتا تھا۔ لیکن یہ تفریق کچھ خاص تسلی بخش نہیں پائی گئی تھی اور یہ دوبارہ آپس میں خلط ملط کر دیئے گئے تھے۔

ملیشاء کے ہیڈ کوارٹرز پاڑہ چنار میں واقع ہیں۔ جہاں پر وہ قلعے اور اِن کے تحت لائنز کو

گھیر رکھتے ہیں۔ وادیٔ کُرم کے اندر کُل نو چوکیاں ہیں۔ اِن میں سے پیواڑ کے دامن میں تری منگل کی چوکی، خرلاچی کی چوکی، اور لکہ تیگہ کی چوکی جو کہ حاجی میدان کے سامنے ہے۔ یہ چوکیاں افغانستان طرف سے سرحد کی حفاظت کرتی ہے۔ وچہ درہ کی چوکی پاڑہ چمکنی کے علاقے کے ایک راستے کی کمان کرتی ہے۔ دیگر چوکیوں میں چھپری، علی زئی، اڑہ ولی، سلطان کوٹ اور دومہ خوڑہ شامل ہیں۔ آخری دو چوکیوں کے علاوہ جو کہ ایک دوسرے کی قریب ہیں، دیگر چوکیاں صدہ اور ٹل کے درمیان جرنیلی سڑک پر برابر فاصلے پر ہیں۔ اِن میں سے سب سے بڑی اور مضبوط ترین چوکی دومہ خوڑہ کی ہے جو کہ خورمانہ ندی کے دائیں کنارے واقع ہے، بالکل اُس خطرناک پٹی کے سامنے جہاں پر مسوزئی، علی شیرزئی اور پاڑہ چمکنی کے علاقے آپس میں ملتے ہیں۔ اِس علاقے کے اِس حصے میں چوروں کا ایک بدنام اڈہ ہے۔ اِس ضمن میں یہ ضروری پایا گیا تھا کہ ابراہیم زئی اور حسن علی کے مقامات پر عارضی چوکیاں قائم کیے جائیں۔ کُرم ایجنسی کے اندر منظور شدہ ملیشاء کی تعداد کوئی 14,00 چودہ سو ہے۔ جن میں پانچ انگریز افسر اور ایک صوبیدار میجر شامل ہوتے ہیں۔ اِس کو مزید بارہ گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں ہر گروہ کمپنی کا ایک صوبیدار اور دو جمعدار ہوتے ہیں۔ آخر باری کے اعداد و شمار کے مطابق 846 آٹھ سو چھیالیس نفری طوری سید اور شیعہ بنگش یا بڈاخیل تھے اور 80 اسی نفری کُرم کے سُنی لوگوں کی تھی۔ باقی ماندہ تعداد عملاً مکمل طور پر سُنی بنگش اور کوہاٹ کے خٹک لوگوں سے مل کر بنائی جاتی جو کہ 416 چار سو سولہ نفری مہیا کر جاتی۔

کُرم ایجنسی

فہرستِ اپنڈیسز یا ملحقات (زائدہ)

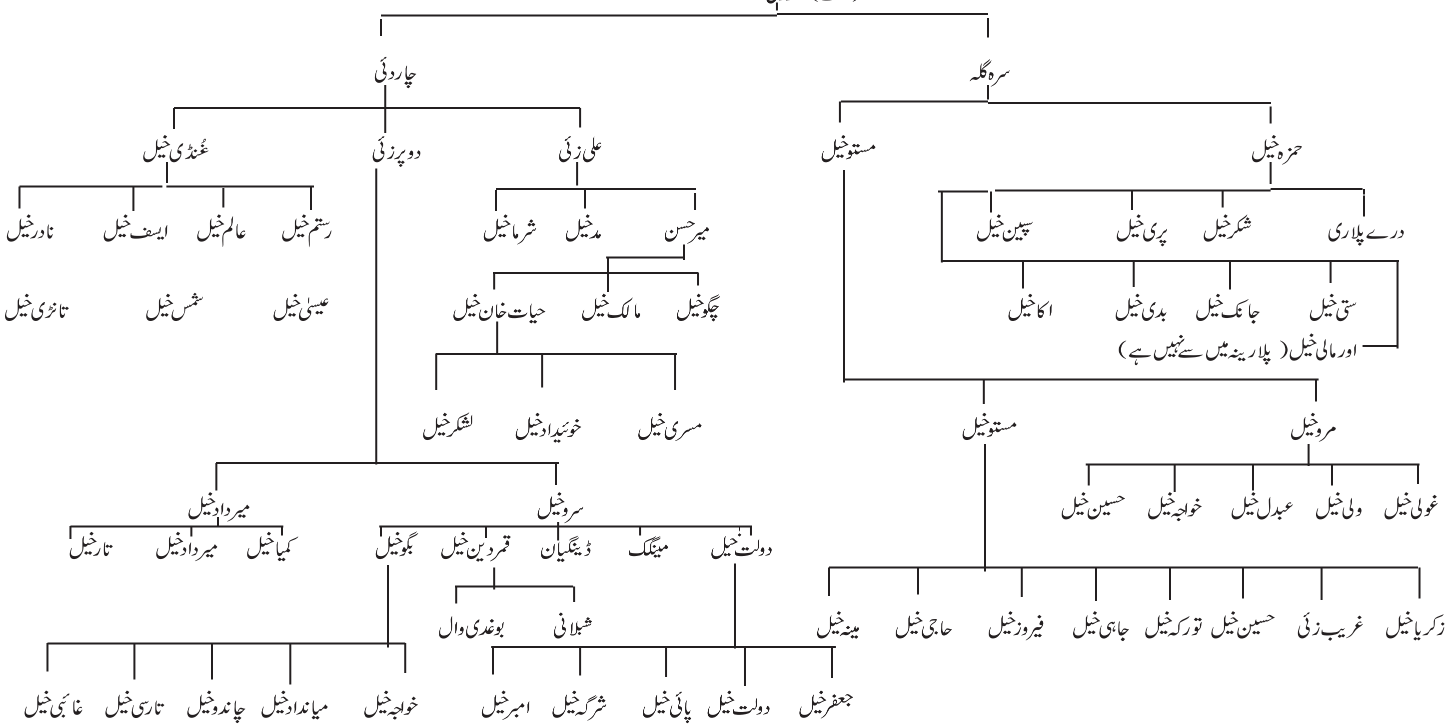
1۔ طوری قبائلی تقسیم
2۔ سرحد پار قبیلے اور مراعات
3۔ اُن افسروں کے نام جنھوں نے کُرم ایجنسی کا چارج سنبھالا ہے
4۔ اہم شُماریات
5۔ ترقیاتی کام
6۔ درجہ حرارت
7۔ بارشیں
8۔ قبیلے اور شاخیں
9۔ زیرِ کاشت رقبہ
10۔ قیمتیں
11۔ مقررہ زمین کی آمدنی
12۔ اُتار چڑھاؤ والی اور متفرق زمین کی آمدنی
13۔ کُرم ملیشیاء کی ساخت اور تقسیم
14۔ ماہانہ مئوجب حاصل کرنے والے لوگ

i

کُرم ایجنسی۔

ا۔طوری قبائلی تقسیم۔

(الف) طوری۔



کُرم ایجنسی

ii (ب) اندازتاً شیعہ لڑنے والوں کی تعداد۔

بڑاخیل	مستوخیل	حمزہ خیل	سیدان	زیڑان بنگش	علی زئی	دوپرزئی	غُنڈی خیل	سیدان	شلوزان بنگش	شرگہ خیل	جالندھری
سرہ گلہ					چاردئی						
400	1400	1600	1500	1800	1200	1800	1500	1500	2,200	150	800

اندازتاً شیعہ لڑنے والوں کی تعداد۔

پھر بھی یہ تعداد تمام عمر کے مردوں پر مشتمل ہوتی ہے اور عام متناسب جُرائی ضرور ہونی چاہیئے۔

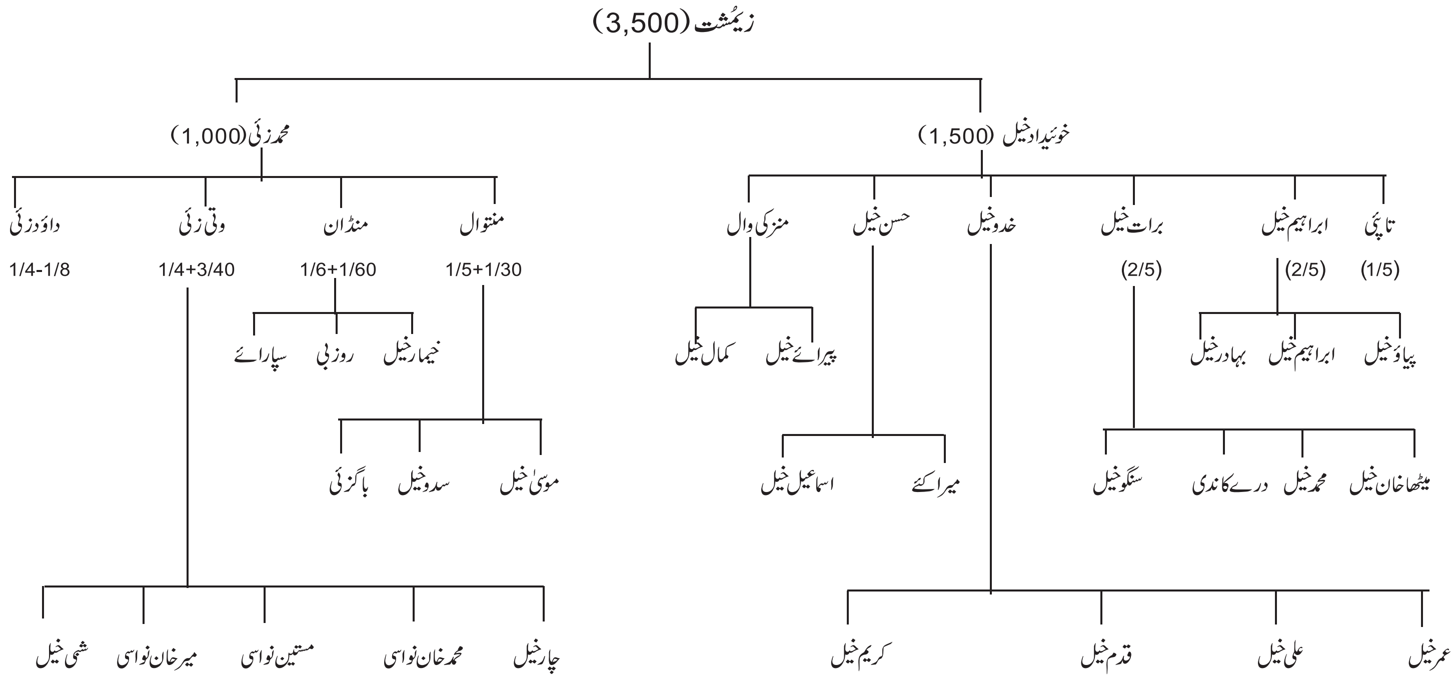
(ج) طوری لوگ اپنے اندازتاً لشکر گذرگاہوں پر سے رکھتے ہیں اور اُن کی تفصیل درج ذیل قسم کے ہیں:۔

	تعداد۔
خرلاچی --- خرلاچی کے دوپرزی اور اُن کے پڑوس کے لوگ ---	400
پیواڑ --- پیواڑ کے چاردئی لوگ ---	600
بہ تعاونِ شلوزان بنگش	1,500
اور علی زئی اور رود غاڑہ کے غُنڈی خیل وغیرہ۔	400
درواز گئی، --- مالی خیل اور احمد زئی اور اکاخیل۔	600
اور پڑوسی۔	100
بہ تعاون اگرہ کے علی زئی اور وغیرہ ---	40
اور عالم شیر، سلطان کے دوپرزی اور وغیرہ اور زیڑان سے پڑوسی ---	400
اگام۔ زیڑان کے بنگش۔	1,200
بوغاکی۔ بڑاخیل۔	300
کڑمان۔ کڑمان کے سرہ گلہ اور بہ تعاونِ عالم شیر وغیرہ۔	300
وچہ درہ۔ جالندھر	200
شکردرہ۔ شرگہ خیل	100
بہ تعاونِ زیریں رود غاڑہ غُنڈی خیل اور وغیرہ، اور عالم شیر وغیرہ ---	400
دفاع اور بڑے سہاروں کے دو اگلے لائن ہوا کرتے ہیں۔ بالائی کُرم کے بقیہ جیسا کہ ملانہ بطور عام سپورٹ جہاں زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہاں جاتے ہیں ---	200

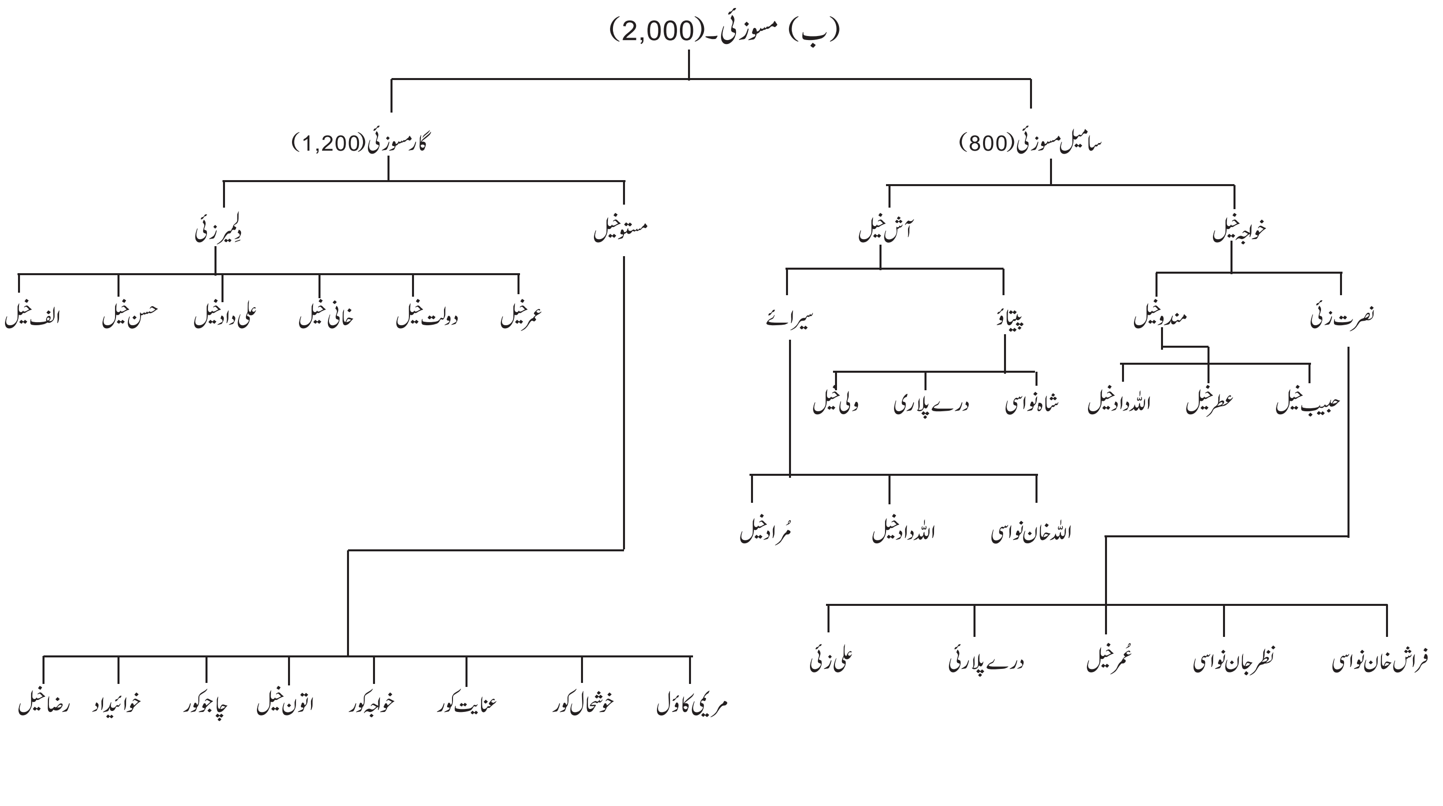
کُرم ایجنسی

اا۔سرحد پار قبیلے اوراُن کے مُراعات

بریکٹ کے اندر جو ہندسے دیئے گئے ہیں وہ مراعات کی رقم اور حصہ داری میں اپنے حصے کی رقم کو واضح کرتا ہے جو کہ ہر ذیلی قبیلہ اپنے معاملات نمٹا لیتے ہیں جب کبھی کہیں ذیلی شاخوں کے مابین غیر مساوی تقسیم ہو۔



کُرم ایجنسی



III۔افسروں کے نام جنہوں نے کُرم ایجنسی کا چارج سنبھالا ہوا ہے۔

افغان سرکار کے تحت۔

1848۔سردار محمد اعظم خان، برادر امیر شیر علی خان۔

1864۔سردار نکی خان۔

1865۔سردار ابراہیم خان، امیر شیر علی خان کا صاحبزادہ۔

1866۔سردار رحمت اللہ خان بارکزئی۔

1867 ۔سردار عطاء محمد خان غلزئی۔ ۔سردار محمد ایوب خان بارکزئی۔

1868۔سردار رحمت اللہ خان بارکزئی۔

۔سردار ولی محمد خان، امیر شیر علی خان کا برخوردار۔

1876۔سردار شہباز خان، امیر شیر علی خان کا بھتیجا۔(برادرزادہ)

1877۔سردار محمد زمان خان بارکزئی۔تا 1878 دوسری کابل جنگ۔

انگریز سرکار کے تحت۔

1885۔کیپٹن ایگرٹن۔ائی۔اے۔ بحیثیت مشیر۔

1886۔1887۔کیپٹن۔لی۔ائی اے۔بحیثیت مشیر۔

1888۔مسٹر۔ار۔یوڈنی، ائی۔سی۔ایس۔(بحیثیت انڈو۔آفغان کمشنر)

1892۔مسٹر۔ڈبلیو۔ار۔ایچ۔مرک، ائی۔سی۔ایس۔

1894۔مسٹر۔جے۔ایس۔ڈونلڈ۔

1896۔مسٹر۔سی۔جی۔ڈبلیو۔ہسنگز۔

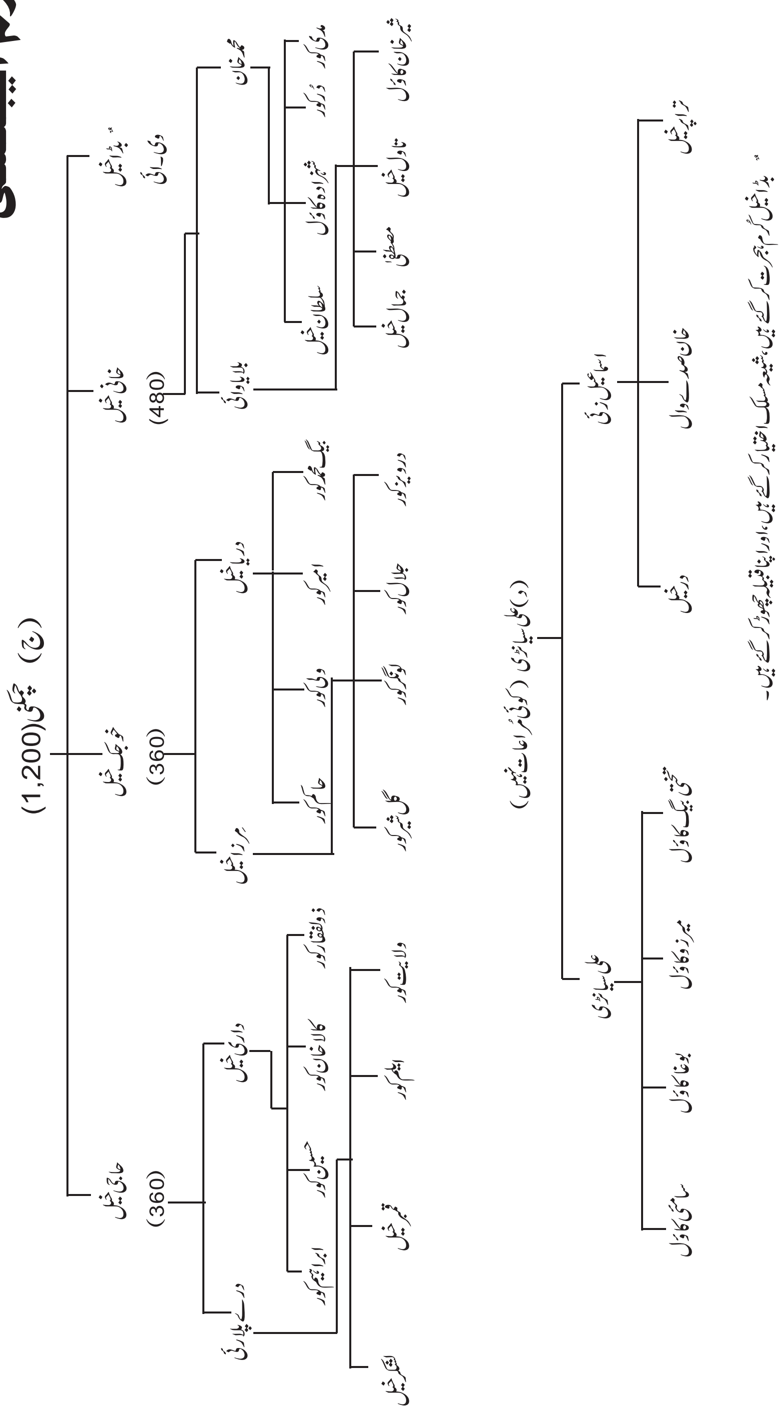
1897۔کیپٹن۔جی۔او۔روز۔کیمپل، ائی، اے۔

1899۔مسٹر۔ڈبلیو۔پی۔بارٹن، ائی۔سی۔ایس۔

1902۔مسٹر۔ایس ایس واٹر فیلڈ، مسٹر ایف پی۔رینی، ائی سی ایس، اور مسٹر۔ایس ای پیپرز، ائی سی ایس، ہرایک نے تین مہینوں کے لئے دفتر سنبھالا۔

1906۔مسٹر ایف ڈبلیو۔جانسٹن۔ائی سی ایس۔

1808۔مسٹر۔ڈبلیو۔ایس۔ڈیویس۔



کُرم ایجنسی

IV۔ اہم شماریات۔

1	2
تفصیل	اعداد برائے وادیٔ کُرم
پوری وادی مربع میلوں میں (1905) -- --	1,278
زیرکاشت مربع میل (1905) -- --	58.6
قابل کاشت مربع میل (1905) -- --	9.7
آبپاشی زمین مربع میل (1905) -- --	54.3
زیرفصل مربع میلوں میں (اوسط 1903-04 اور 1904-05) --	69
سالانہ بارشیں انچ میں اپریل تا مارچ (اوسط 1896-97 تا 1905-06) --	22.44
پوری وادی میں رہائشی ٹاؤن اور دیہات (1901) -- --	169
پوری آبادی وادی کی (1901) -- --	54,257
دیہاتی آبادی (1901) -- --	51,410
شہری آبادی (1901) -- --	2,847
پوری آبادی فی مربع میل (1901) -- --	42
دیہاتی آبادی فی مربع میل (1901) -- --	40
ہندوؤں (1901) -- --	2,237
سکھ (1901) -- --	532
عیسائی (1901) -- --	13
مسلمان (1901) -- --	51,475
اندازتاً اوسط سالانہ زمین کی آمدنی (نئی بندوبست کے مطابق) --	88,000
اوسط سالانہ موٹی امدنی (1893-94 تا 1904-05) -- --	88,212

کُرم ایجنسی

V۔ ترقیاتی کام۔

تفصیل	1894-95	1904-05
1	2	3
آبادی -- -- --	دستیاب نہیں	54,257
زیرکاشت رقبہ ایکڑوں میں -- --	28,907	37,498
آبپاشی کی زمین ایکڑوں میں -- --	24,374	34,774
سرکاری امور میں سے کام -- --	--	--
اندازاً زمینی آمدنی (مالکانہ، دانوں کی چکی، دستکاروں کی --	--	--
معینہ محصولوں کی استثنیٰ سے روپیوں میں)	59,851	88,000
گائیوں کی تعداد -- --	تعداد دستیاب نہیں	15,873
،، بھیڑ اور بکریاں -- --	--	62,893
،، اونٹ -- --	--	3,161
پختہ سڑکیں میلوں میں -- --	--	--
کچی سڑکیں میلوں میں -- --	71	113
ریلوے -- --	--	--
ملیشیاء عملہ -- --	948	1,475
سزا یافتہ قیدی -- --	23	37
شہری مقدمات ،تعداد -- --	661	426
،، روپیوں میں معاوضہ -- --	27,432	23,115
بلدیتی کمیٹیاں -- --	--	--
روپیوں میں آمدن -- --	--	--
ڈسپنسریاں ،تعداد -- --	1	2
،، مریض، تعداد -- --	18,000	45,000
سکولوں کی تعداد -- --	4	7
اساتذہ، معلمین کی تعداد -- --	100	225

کُرم ایجنسی

VI۔درجہ حرارت۔

مہینے کا نام	بلند ترین زیادہ حرارت	کم ترین کم درجہ حرارت
جنوری۔۔	57.6	0
فروری۔۔	46.4	6.2
مارچ۔۔	57.8	23.8
اپریل۔۔	82.2	26.8
مئی۔۔	90.6	45.8
جون۔۔	96.6	56
جولائی۔۔	98	58.2
اگست۔	95	57.6
ستمبر۔۔	89	51
اکتوبر۔۔	80.2	43
نومبر۔۔	75	31.2
دسمبر۔۔	60.4	25

کُرم ایجنسی

vii۔ ماہانہ کے حساب سے بارشیں (انچوں میں) ہیڈکوارٹر کے مقام پر برائے زرعی سال 31 مئی۔

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13
مہینے۔۔ ۔۔	1896-97	1897-98	1898-99	1899-1900	1900-01	1901-02	1902-03	1903-04	1904-05	1905-06	1906-07	1907-08
جون ۔۔	1.50	2.73	1.58	.56	.76	1.42	1.34	1.60	1.30	0.60	2.83	3.96
جولائی ۔۔	2.25	2.97	6.42	3.63	3.78	1.60	2.45	3.31	4.56	1.82	4.18	.70
اگست ۔۔	3.12	3.29	2.58	.99	2.86	2.21	1.24	1.88	2.65	2.42	6.55	5.01
ستمبر ۔۔	3.79	.40	3.79	.53	2.23	2.88	.48	1.30	3.43	.72	1.61	1.22
اکتوبر ۔۔	۔۔	.08	.03	.48	1.35	.64	2.42	.44	1.92	.06	.59	.24
نومبر ۔۔	2.81	۔۔	۔۔	.24	2.03	۔۔	.29	.41	1.78	.41	.02	.20
دسمبر ۔۔	۔۔	1.10	.11	1.55	1.18	.04	۔۔	۔۔	1.26	3.07	2.74	.10
جنوری ۔۔	2.03	.49	۔۔	۔۔	.07	۔۔	۔۔	.82	1.41	.22	1.78	3.30
فروری ۔۔	1.47	1.94	2.51	1.81	.54	.54	.20	.06	.36	5.63	5.03	1.30
مارچ ۔۔	3.35	5.94	6.09	3.66	5.59	4.09	3.32	5.14	4.33	2.03	4.42	2.88
اپریل ۔۔	5.68	1.38	.45	3.73	1.34	3.12	4.69	2.40	1.79	4.04	4.82	10.74
مئی ۔۔	2.27	2.44	1,18	2.20	5.13	1.52	4.21	1.94	2.95	2.91	2.55	2.76

جدول 8 قبیلے اور خاندانیں

VIII- قبیلے اور ذاتیں

قبیلے اور ذاتیں	کل تعداد			جنس 1901		مذہب کی بنیاد پر آبادی 1901			آبادی کا تناسب بلحاظ آبادی
	1881	1891	1901	مردانہ	زنانہ	ہندو	سکھ	مسلم	
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
کل آبادی	-	-	54214	29721	24523	2237	532	51475	1000
ہندو	-	-	2116	1247	869	2116	-	-	39
اروڑہ ہندو	-	-	1929	1129	890				36
کھتری ہندو	-	-	187	118	69	2116	-	-	3
سکھ	-	-	918	819	99	-	918	-	17
جٹ سکھ	-	-	479	431	48	-			9
کوکا سکھ	-	-	423	375	48	-	918	-	8
کھتری سکھ	-	-	16	13	3	-		-	-
محمڈن مسلم	-	-	51210	27655	23555	-	-	51210	944
اعوان	-	-	260	235	35	-	-	-	5
کمہار	-	-	188	107	81	-	-	-	4
لوہار	-	-	451	229	222	-	-	-	8
نائی	-	-	923	507	416	-	-	-	17
پراچہ	-	-	459	241	218	-	-	-	8
پشتون سواری	-	-	43821	23821	23678	-	-	51210	808
سید	-	-	4795	2498	20143	-		-	88
سونار	-	-	141	65	76				3
ترکان	-	-	172	25	77				3
	-	-	54244	29721	24523	2116	918	51210	1000

قبیلے اور خاندان

پشتونوں کی تفصیل	-	-	-	43821	23678	20143	-	-	-	808
آفریدی	-	-	-	413	287	126	-	-	-	8
علی شیرزئی	-	-	-	371	223	146	-	-	-	7
بنگش	-	-	-	7070	3794	3276	-	-	-	130
چمکنی	-	-	-	2251	1193	1058	-	-	-	41
غلزئی	-	-	-	6525	3441	3084	-	-	-	119
ہزارہ	-	-	-	426	283	143	-	-	-	8
جاجی	-	-	-	851	468	883	-	-	-	16
خٹک	-	-	-	522	445	77	-	-	-	9
خوستوال	-	-	-	1261	694	567	-	-	-	23
لسیانڑی		-	-	506	293	213	-	-	-	9
ماموزئی	-	-	-	149	57	92	-	-	-	3
منگل	-	-	-	3498	1949	1549	-	-	-	65
مقبل	-	-	-	1011	535	476	-	-	-	19
دیگر اورکزئی	-	-	-	2617	1310	1307	-	-	-	43
شنواری	-	-	-	164	99	65	-	-	-	3
طوری	-	-	-	14116	7452	6664	-	-	-	261
وزیر	-	-	-	805	430	375	-	-	-	15
یوسفزئی	-	-	-	247	183	64	-	-	-	5
زیمشت	-	-	-	1018	540	478	-	-	-	19
				43821	23678	20143	-	-	-	808

کُرم ایجنسی

ix۔ وادیٔ کُرم کے لئے ایکڑوں میں زیرِ کاشت فصل

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14
سال	چاؤل	گندم	جَو	مکئی	دیگر اناج	مونگ ماش	مٹر پھلی اور دیگر دالیں	کپاس	پھل	چارہ فصلیں	دیگر فصلیں	مجموعی رقبہ پر اگائی گئی فصلیں	فصلوں کی ناکارہ رقبہ
1903-04	13,901	13,665	1,334	4,358	3	4,288	2,081	5	400	1,911	55	42,001	181
1904-05	12,821	15,082	1,786	5,688	3	4,462	2,563	36	395	3,318	56	46,210	1,549
1905-06	13,120	13,902	1,139	5,994	552	4,859	2,091	65	387	1,863	280	44,252	726
تین سالوں کا اوسط۔	13,281	14,216	1,420	5,347	186	4,536	2,245	35	394	2,364	130	44,154	819

XI۔ مقررہ زمین کی آمدنی

ضلع	سال	ضرورت	ذخیرہ	فی صد حصول	گذشتہ سال کے مقابل	4 اور 6 کالم کل	سال کا مزید حساب چھوٹ	سال کا حساب مزید چھوٹ
1	2	3	4	5	6	7	8	9
		Rs	Rs		Rs	Rs	Rs.	R s.
کرم ایجنسی	1893-94	15934	11950	75	.....	11950	3984	....
	1894-95	47518	46210	97	....	46210	.....	...
	1895-96	46860	44702	95	635	45337	869	...
	1896-97	45427	44093	96	1001	45094	1334	--
	1897-98	45585	37740	83	1359	39099	7189	--
	1898-99	38531	38087	99	735	38840	---	--
	1899-1900	38517	37129	97	603	38034	558	41
	1900-01	38594	38063	99	236	38299	.....	118
	1901-02	39170	38672	98	344	39016	--	130
	1902-03	39349	36050	92	229	36279	3254	--
	1903-04	31528	31006	98	397	31203	522	--
	1904-05	31528	30479	97	--	30497	941	--
	1905-06	72246	69894	97	--	69894	750	--
	1906-07	72246	67725	96	1602	69354	4494	--
	1907-08	70714	67901	--	---	97901	2813	--

کرم ایجنسی

x- خوردہ قیمتیں

سال	گندم		جو		چنا		مکئی		جوار		چاول		لکڑی		نمک	
	s	c	s	c	s	c	s	c	s	c	s	c	Mds	سیرز	s	c
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17
1894	16	13	32	0	--	--	--	--	--	--	11	0	4	2	--	--
1895	14	14	27	13	--	--	--	--	--	--	13	1	4	37	--	--
1896	14	14	23	11	9	2	--	--	--	--	10	0	4	28	14	1
1897	13	1	15	10	6	7	--	--	--	--	11	0	3	25	9	0
1898	20	0	24	9	10	5	30	18	--	--	13	1	4	6	11	6
1899	20	10	30	8	12	8	18	13	--	--	9	11	4	28	12	13
1900	14	9	18	13	8	3	17	5	--	--	9	4	4	6	12	11
1901	14	14	18	13	8	12	22	1	--	--	12	1	4	6	12	6
1902	14	4	25	10	9	11	17	12	--	--	7	8	4	30	12	7
1903	13	1	23	11	11	3	20	0	--	--	12	13	4	25	12	10
1904	16	0	27	13	15	1	17	12	--	--	12	9	4	38	13	14
1905	15	8	25	11	14	2	17	14	--	--	11	11	4	23	14	3
1906	14	0	20	1	10	8	16	4	--	--	10	13	4	20	14	2

کُرم ایجنسی

XII۔ اُتار چڑھاؤوالی اور متفرق آمدنی۔

ضلع	سال	متفرق آمدنی۔			خیالات
		جزیہ	تیرنی		
1	2	3	4	5	6
کُرم	1893-94 --	1,679	---		
	1894-95 --	1,628	---		
	1895-96 --	1,573	---		
	1896-97 --	1,544	---		
	1897-98 --	1,509	---		
	1898-99 --	1,272	---		
	1899-1900 --	1,268	---		
	1900-01 --	1,264	---		
	1901-02 --	1,523	---		
	1902-03 --	1,481	4,879		
	1903-04 --	1,197	4,894		
	1904-05 --	1,197	3,618		
	1905-06 --	1,767	3,841		
	1906-07 --	1,684	5,150		

کُرم ایجنسی ساخت

یکم اکتوبر 1908 کوکُرم ملیشیاء کی ساخت

xii۔ یکم اکتوبر کوکُرم ملیشیاء

		ملیشیاء کے دستے									مزید بڑھایا گیا۔					
قبیلے	صوبیدار میجر	صوبیدار	جمعدار	مقامی ایڈجوٹینٹ اورکوارٹر ماسٹر جمعدار	حوالدار	نائیک	سپاہی بشمول لانس نائیک	بینڈ بجانے والا	پوسٹ محرر	ٹوٹل	رسالدار	جمالدار	دفعدار	سوار	ٹوٹل	مجموعی ٹوٹل
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17
مستوخیل--	--	1	1	--	5	3	55	--	--	65	--	--	--	8	8	73
غونڈی خیل--	--	3	3	--	2	5	86	8	--	107	--	--	--	13	13	120
حمزہ خیل --	--	2	1	--	1	1	121	--	--	126	--	--	1	10	11	137
دوپرزئی--	--	1	4	--	9	2	151	1	--	168	--	--	--	--	--	168
علی زئی--	--	--	2	--	3	5	75	--	--	85	--	--	--	8	8	93
شرغہ خیل--	--	1	--	--	1	1	13	--	--	16	--	--	--	--	--	16
بڈاخیل--	--	--	--	--	3	1	15	--	--	19	--	--	--	--	--	19
شیعہ بنگش--	--	1	4	--	7	12	246	3	--	273	--	--	--	10	10	283
سُنی بنگش--	--	--	--	--	--	1	9	--	--	10	--	--	--	--	--	10
منگل --	--	--	--	--	2	3	53	--	--	58	--	--	--	--	--	58
جاجی --	--	--	--	--	--	--	5	--	--	5	--	--	--	--	--	5
مسوزئی--	--	--	--	--	--	--	1	--	--	1	--	--	--	--	--	1
مقبل --	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--	--
چمکنی --	--	--	--	--	1	--	7	--	--	8	--	--	--	--	--	8
کوہاٹ--	--	2	4	--	8	7	178	2	--	201	--	1	--	--	1	202
بنگش --																
خٹک --	--	1	2	2	5	5	108	1	--	124	--	--	--	--	--	124
آفریدی--	1	--	1	--	1	1	2	--	--	6	--	--	1	--	1	7
دیگر پٹھان--	--	--	--	--	--	--	2	--	--	2	--	--	--	--	--	2
پنجابی --	--	--	--	--	--	--	5	--	--	5	--	--	--	--	--	5
مسلمان--																
شیعہ اورکزئی۔	--	--	--	--	--	1	30	--	--	31	--	--	--	--	--	31
برمحمد خیل--																
ٹوٹل --	1	12	22	2	48	48	1,162	15	--	1,310	--	1	2	49	52	1,362

کُرم ایجنسی

یکم اکتوبر1908 پاڑہ چنار۔

یکم اکتوبر 1908 کو ملیشیافورس کی درجہ بندی

درجہ بندی

					سپاہیوں کا دستہ					مزید بڑھایا گیا								ریمارکس
پوسٹ	انگریز افسر	صوبیدار میجر	صوبیدار	جمعدار	مقامی ایڈجوٹنٹ اور کوارٹر ماسٹر	حوالدار	نائیک	سپاہی بشمول لانس نائیک	بگل بجانے والا	پوسٹ محرر	ٹوٹل	رسالدار	جمعدار	دفعدار	سوار	ٹوٹل	مجموعی ٹوٹل	
18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31	32	33	34	35	36
ہیڈکوارٹر	5	1	7	13	2	25	22	674	15	--	764	--	1	2	46	49	808	
بیرونی پوسٹ																		
تری منگل	--	--	--	--	--	1	1	13	--	--	15	--	--	--	--	--	15	سپاہیوں کے پاس
خرلاچی	--	--	--	1	--	1	1	25	--	--	28	--	--	--	--	--	28	بندوقیں
لاکہ تیگہ	--	--	1	--	--	1	2	28	--	--	32	--	--	--	--	--	32	M-H. 1,364
وچہ درہ	--	--	1	--	--	2	2	27	--	--	32	--	--	--	--	--	32	کاربنز
صدہ	--	--	1	2	--	3	4	79	--	--	89	--	--	--	--	--	89	M-H.....38
سلطان کوٹ	--	--	--	1	--	2	2	23	--	--	28	--	--	--	--	--	28	M. L-M.5
آڑاولی	--	--	--	1	--	1	1	23	--	--	26	--	--	--	--	--	26	ہموار بور بندوقیں
علی زئی	--	--	--	1	--	2	2	30	--	--	35	--	--	--	--	--	35	M-H.
چھپری	--	--	--	--	--	1	1	11	--	--	13	--	--	--	--	--	13	بندوقیں--60
حسن علی	--	--	--	1	--	1	1	17	--	--	20	--	--	--	--	--	20	"25بندوقیں
ابراہیم زئی	--	--	1	--	--	1	1	27	--	--	30	--	--	--	--	--	30	R. M-L..2
شکردرہ	--	--	--	1	--	1	2	30	--	--	34	--	--	--	--	--	34	
ماحورہ	--	--	--	--	--	--	1	2	--	--	3	--	--	--	--	--	3	
سکاؤٹ	--	--	--	--	--	--	1	46	--	--	47	--	--	--	2	2	49	
بیمار	--	--	--	--	--	--	--	17	--	--	17	--	--	--	--	--	17	
رخصت	--	--	1	1	--	6	4	90	--	--	102	--	--	--	1	1	103	
ٹوٹل	5	1	12	22	2	48	18	1,162	15	--	1,315	--	1	2	49	52	1,387	
تعداد کی کمی	--	--	--	--	--	--	--	38	1	--	39	--	--	--	1	1	40	
منظور شدہ تعداد	5	1	12	22	2	48	48	12,00	16	--	1,354	--	1	2	50	53	1,407	

کُرم ایجنسی۔

XIV۔ ماہانہ مئوجب اور رقوم حاصل کرنے والوں لوگوں کے نام اور رقم۔

60 حنیف جان، سیداف مستوخیل اف احمد زئی۔
50 سرور خان، جعفرخیل دوپرزئی اف عالمشیر۔
40 میر اکبر میاں، تیراہ سیداف شکردرہ۔
30 محمد اکبر حمزہ خیل سید، اف گرام۔
30 پہلوان شاہ غُنڈی خیل سیداف ماحورہ۔
25 شاہجہان خان بنگش اف شلوزان۔
25 محمد اسماعیل خوئیداد خیل علی زئی اف کونج علی زئی۔
20 حسین علی عالم خیل غُنڈی خیل اف پیواڑ۔
20 رحم خان ترکہ خیل مستوخیل اف کڑمان۔
20 محمد علی خان فیروز خیل خیل مستوخیل اف سدارہ۔
20 صدرِ اعظم ستیا خیل حمزہ خیل اف بلیامین (سرپرستِ نصراللہ خان)
15 قمبر علی مصری خیل علی زئی اف پیواڑ۔
15 شربت علی خان بڈاخیل اف بوغاکی۔
10 غلام حیدر نادر خیل غُنڈی خیل اف سمیر۔
10 اکبر علی جعفر خیل دوپرزئی اف عالمشیر۔
10 قمبر علی کیمیا خیل دوپرزئی اف شنگاک۔
10 اکبر علی میاں داد خیل دوپرزئی اف سلطان۔
10 قاضی میر عبداللہ شلوزان سید۔
10 شیر علی بنگش اف شلوزان۔
10 محمد علی خان علی شیر زئی ٹانگا ٹنگ خان اف ساتین۔
5 میر افضل میرداد خیل دوپرزئی اف شینگاک۔
5 محمد نظیر بنگش (سُنی) اف غم کوٹ۔
5 نورحسن ستیا خیل حمزہ خیل اف ازری۔
5 محمد رضا حمزہ خیل سیداف کڑمان۔
5 میر قاسم دوپرزئی سیداف خرلاچی۔
5 میرو میاں مستوخیل سیداف احمد زئی۔
